بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بستان المحدثین (اردو)

تالیف

حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

ترجمہ

جناب مولانا عبد السمیع صاحب

بتصحیح و نظر ثانی

بشیر محمد دہلوی

ناشر

نور محمد، اصح المطابع و کارخانہ تجارتِ کتب آرام باغ کراچی

فہرست مضامین و مطالب ترجمہ

"بستان المحدثین فی تذکرۃ الکتب الحدیث والمحدثین"

عرضِ مترجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ علی حلمہ بعد علمہ وعلی عفوہ بعد قدرتہ اللّٰھم انی اعوذبک ان اقول زورًا او اغشٰی فجورا وصلی اللہ علی سیّدنا ومولانا محمّد والہٖ وصحبہٖ وسلم تسلیمًا کثیرًا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ نیاز مند بارگاہ رفیع عبدالسمیع دیوبندی برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب مصدر حسنات بیکراں جناب کے حاجی محی الدین صاحب نے بحرالعلوم وحیدالعصر اُستاذی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب متع اللہ بطول بقائہٖ وادام فیوض برکاتہٖ مددگار مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بستان المحدثین کا ترجمہ اُردو زبان میں کرانے کے لئے اپنی خواہش کو ظاہر فرمایا تو حضرت اُستاذی مدظلّہ نے مجھ کو اس کام کے لئے مامور فرمایا۔ اگرچہ میں اس اہم امر کے لائق نہ تھا لیکن تعمیل ارشاد کو اپنا فخر سمجھا۔ اور اس خیال کو پیشِ نظر رکھ کر کہ حق تعالیٰ اس کتاب سے مخلوق کو نفع پہنچائے باامداد الٰہی سلیس عبارت میں اس کا ترجمہ کیا۔ اور اس کا نام روض الریاحین رکھا۔

اب اس ترجمہ کے متعلق چند باتیں ضروری عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) اس کتاب کا ترجمہ لفظی نہیں ہے بلکہ بامحاورہ اُردو کے موافق کیا گیا ہے۔ اسی سبب سے اُردو میں متن الفاظ کی تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔

(۲) چونکہ دارالعلوم دیوبند کے دفتر میں صرف دو نسخے موجود تھے اور ان میں بھی اکثر مقامات میں غلطیاں بہت تھیں اس وجہ سے اکثر جگہ تو دوسری کتابوں سے دیکھ بھال کر درست کیا۔ اور بعض

جگہ میرے اُستاد موصوف الصدر نے قرائن سے الفاظ کا رد و بدل کر کے ترجمہ کی اصلاح فرمائی۔ پھر بھی چند مواقع ایسے ہیں کہ وہ بالکل سمجھ میں نہیں آئے۔ اصل کتاب میں جس طرح موجود تھے اسی طرح ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔

(۳) اصل الفاظ کی رعایت و درستی محاورات کو حتی الوسع ملحوظ رکھنے میں کوتاہی نہیں کی گئی۔ اولاً میں نے خود اصل نسخہ کی کامل تصیح کرنے میں پوری کوشش کی۔ اور ثانیاً بوقت طبع جو غلطیاں میرے محترم اُستاذ مذکور کو سرسری نظر میں محسوس ہوئیں اُس کی انہوں نے اصلاح فرمادی۔ بہرحال میں نے کمال جانفشانی اور دردسری اس ترجمہ میں اُٹھائی ہے۔ مگر بایں ہمہ قارئین کرام سے بصد ادب یہ التماس ہے کہ وہ اگر کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اُس کی اصلاح فرما کر ماجور ہوں۔ اور اصل نسخہ کی طرف اُس کو منسوب کرنیکے ساتھ مترجم کو بری سمجھیں۔

(۴) چونکہ میں کثیر المشاغل تھا۔ اپنے کار مفوضہ سے جب مہلت ملتی تھی تو اس کے ترجمہ میں مصروف ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ مگر بعض بعض مقامات پر فائدہ کی ف بنا کر اُس کے ذیل میں بقدر ضرورت لکھ دیا ہے۔

اور اس کتاب میں ایک معما تھا اس کے حل کا اضافہ بھی اپنی طرف سے کر دیا۔ اسکے علاوہ اور کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں کیا گیا۔

(۵) اصل کتاب میں جو لفظ مشکل یا اصطلاحِ محدثین و اہل فقہ کا آیا ہے اُن کے معنے و تشریح کو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے۔

(۶) جناب حاجی صاحب نے (جو اسکے اصل محرک ہیں) اس ترجمہ کو پسند فرمایا۔ اور اپنی طرف سے رفاہِ عام کے لئے طبع کرایا۔ جو شخص اس ترجمہ سے مستفید ہو وہ اپنی دُعاؤں میں حاجی صاحب اور اس ناچیز کو فراموش نہ فرمائے۔

بندہ عبد السمیع دیوبندی

۲۵- ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد (یہ عرض ہے) کہ اس رسالہ کا نام بستان المحدثین ہے۔ چونکہ اکثر رسالوں اور تصنیفوں میں ایسی کتابوں سے حدیثیں نقل کیجاتی ہیں جنہیں اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے سُننے والوں کو حیرانی پیش آتی ہے اسوجہ سے اصل مقصود تو ان ہی کتابوں کا ذکر ہے مگر تبعاً اُن کے مصنفین کا بھی ذکر کیا جائے گا کیونکہ مصنّف سے اُس کی تصنیف کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ نیز ہمارا مقصود فقط مُتون کا ذکر ہے۔ مگر بعض شرحوں کا بھی اس وجہ سے ذکر کیا جائے گا کہ کثرت شہرت اور کثرت نقل اور زیادتی اِعتماد کی وجہ سے اگر ان کو مُتون کا حکم دیا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ ہم کو خطا و لغزش سے محفوظ رکھنے کے ساتھ پھسلنے کے مقامات سے بچا کر ثابت قدم رکھے ہم کو دُنیا و آخرت میں ہر امر کی اسی سے اُمید ہے اور فقط اُسی پر اِعتماد اور بھروسہ ہے۔

موطا امام مالک

یہ کتاب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو صاحب مذہب و مقتدا ہیں اور ان کے کمالات علمی و عملی کی شہرت کو پیش نظر رکھکر ان کی تعریف و توصیف کرنا اگرچہ فضول امر معلوم ہوتا ہے لیکن تبرکاً ان حالات میں سے جو از سرتا پا کراماتوں سے پُر ہیں کچھ تھوڑا سا اس وجہ سے لکھا جاتا ہے کہ اس رسالہ کے لئے باعثِ زینت ہو۔ اسی طرح دوسری کتابوں کے مصنفین کا ذکر بھی اسی وجہ سے کیا جائیگا بااینہمہ فن تاریخ کے جاننے والوں اور واقعات و حالات زمانہ کے لکھنے والوں پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ جو کچھ لکھا جاتا ہے کسی فائدہ زائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ امام صاحب کا مبارک نسب یہ ہے مالک بن انس

بن مالک بن ابی عامر بن عمرو (عین کے زبر کے ساتھ) بن الحارث بن غیمان (غین معجمہ کا زبر اس کے بعد یا تحتانی ساکن) بن خثیل (خا معجمہ مضمومہ اور ثا مثلثہ مفتوحہ بصیغہ تصغیر) چنانچہ اصابہ میں حافظ بن حجر نے ابی عامر بن عمرو کے ذکر میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ ذہبی بھی تجرید الصحابہ میں ابو عامر کا ذکر لائے ہیں اور کہا ہے کہ میں نے صحابہ میں ان کا ذکر نہیں پایا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرور تھے، ان کے بیٹے مالک نے عثمانؓ اور دوسرے صحابہ سے روایت کی ہے شیخ محمد بن ابراہیم بن خلیل نے شرح مختصر خلیل میں جو فقہ مالکی کا مشہور رسالہ ہے اور دیار مغرب میں رائج اور بہت کارآمد ہے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

لیکن ابو عامر ابو مالک کے دادا اور صحابی ہیں سوائے بدر کے اور سب مغازی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے ہیں۔

یہ عبارت دیباج المذہب[1] سے جو ابن فرحون کی تصنیف ہے بطور خلاصہ کے نقل کی گئی ہے واللہ اعلم۔

خثیل کو جو امام مالک کے جدّ اعلیٰ ہیں دار قطنی نے خا معجمہ کے بدلے جیم مضموم کے ساتھ ضبط کیا ہے اور ابن خثیل عمرو بن الحارث کے بیٹے ہیں اور حارث ذی اصبح کے ساتھ مشہور ہیں اسی وجہ سے امام مالک کو اصبحی کہتے ہیں۔

امام مالک ۹۳ھ[2] میں پیدا ہوئے چنانچہ یحییٰ بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔ امام مالک رحم شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے۔ اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا ہے اور بعض نے تین سال کہا ہے۔ آپ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کی پیدائش اور انتقال کی تاریخ کو ایک بزرگ نے اس قطعہ میں نظم کیا ہے اور اسی سے ان کی عمر کی مدت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

قطعہ

فَخْرُ الْاَئِمَّۃِ مَالِکٌ　　نِعْمَ الْاِمَامُ السَّالِکُ
مَوْلِدُہٗ نَجْمُ ھُدًی　　وَفَاتُہٗ فَازَ مَالِکٌ

امام مالک خدا کے راستہ کے چلنے والے بہت اچھے امام اور دینی پیشواؤں کے لئے باعث فخر ہیں
اُنکی ولادت کا سال نجم کے اعداد سے اور سن رحلت فاز مالک کے اعداد سے نکلتا ہے

امام مالکؒ کا حلیہ

دراز قد۔ موٹا بدن۔ سفید رنگ مائل بہ زردی۔ کشادہ چشم۔ خوبصورت ناک بلند رکھتے تھے۔ اُنکی پیشانی میں سر کے بال کمی کے ساتھ تھے۔ ایسے شخص کو عربی میں اصلع کہتے ہیں۔ حضرت عمر اور حضرت

[1] الدیباج المذہب فی علماء المذہب۔ کشف الظنون۔ [2] بعض نے سن ولادت ۹۵ھ لکھا ہے۔

علی رضی اللہ عنہما بھی اصلع تھے۔ ڈاڑھی گنجان اور اسقدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی۔ اور موچھونکے اُن بالوں کو جو لبوں کے کنارے پر ہوتے تھے کترواتے تھے اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ موچھ کا منڈوانا مُثلہ میں داخل ہے اور موچھ بھی آپ کی وافر تھی۔ اور اسمیں بھی جناب امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے چنانچہ منقول ہے کہ (انہ رضی اللہ عنہ کان یفتل مسلتہ اذا اھمہ امرٌ) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی امر عظیم پیش آتا تھا تو اپنی موچھ کو پیچ دیا کرتے تھے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کی ۹۰ سال کی عمر ہوئی ہے لیکن آپ نے ڈاڑھی کا کبھی خضاب نہیں کیا اور نہ کبھی حمام میں تشریف لے گئے۔ امام مالک خوش پوشاک عدن کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ عدن ملک یمن کا ایک شہر ہے۔ اور وہاں کے کپڑے نہایت نفیس اور بیش قیمت ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں خراسان اور مصر کے اعلیٰ قسم کے کپڑے بھی پہنتے تھے۔ آپ کا لباس اکثر سفید ہوتا تھا اور اکثر اوقات عطر لگایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ نے ثروت یعنی مال و دولت عطا کیا ہو اور اس کا اثر اُس پر ظاہر نہ ہو تو میں ایسے شخص کو اپنا دوست رکھنا پسند نہیں کرتا ہوں کیونکہ اُس نے حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپا کر کفران نعمت کیا ہے۔

کاتب حروف کہتا ہے سلف صالحین عمدہ اور خراب کپڑے پہننے میں اچھی نیت رکھتے تھے جو شخص نفیس کپڑے پہنتا تھا اور نفاست کو دوست رکھتا تھا اُس میں اُس کی یہ نیت ہوتی تھی کہ اچھی پوشاک استعمال کر کے خدا کی نعمتوں کو ظاہر کرنے کی کوشش کرے اور جو شخص موٹے کپڑوں کا استعمال کرتا تھا اس میں تواضع اور عجز و انکساری کی نیت ہوتی تھی۔ شہرت کو پسند نہیں کرتا تھا سو اسطے دونوں حق بجانب ہیں اور ہر ایک کو اس کی نیت کے موافق حصّہ ملے گا۔ وللنّاس فیما یعشقون مذاھب (اور محبّت کی راہ میں ہر عاشق کا مسلک جدا گانہ ہے) اشہب جو امام مالک کے شاگرد رشید ہیں کہتے ہیں کہ جس وقت امام صاحب ممدوح عمامہ باندھتے تھے تو اُس کا ایک پلہ ٹھوڑی کے نیچے کر کے سر پر باندھتے تھے اور اس کی ایک جانب کو (جس کو اس ملک کے رواج کے مطابق شملہ اور اہل عرب عذبہ کہتے ہیں) دونوں شانوں کے درمیان ڈلتے تھے۔ عذر (مجبوری) اور بیماری کے سوا سُرمہ لگانے کو مکروہ خیال فرماتے تھے۔ آپ جب کبھی کسی ضرورت سے سُرمہ لگاتے تھے تو باہر تشریف نہ لاتے تھے بلکہ گھر ہی میں بیٹھے رہتے تھے۔ امام صاحب کی انگشتری چاندی کی تھی

اس میں سیاہ رنگ کا نگینہ جڑا ہوا تھا اور حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اُس پر کندہ تھا مطرف نے جو امام صاحب ممدوح کے شاگردوں میں سے ہیں انگشتری پر اس آیت کو کندہ کرانے کا سبب دریافت کیا تو یہ فرمایا میں نے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کلام مجید میں مومنین کے حق میں فرماتا ہے قالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل پس اس وجہ سے میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آیت کا مضمون میرا نصب العین رہے اور ہر وقت میرے پیش نظر رہ کر میرے دل پر منقش ہو جائے۔ امام صاحب کے دروازہ پر یہ کلمہ لکھا ہوا تھا مَاشَاءَ اللّٰہُ اس کا سبب بھی کسی سائل نے دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَوْلَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَاشَاءَ اللّٰہُ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ اپنے باغ میں داخل ہوتے ہوئے ماشاءاللہ کہتا اور میری جنت میرا مکان ہے پس یہ چاہتا ہوں کہ جب گھر میں آؤں تو یہ کلمہ مجھ کو یاد آ کر میری زبان پر جاری ہو جائے۔ مدینہ منورہ میں جس مکان میں رہتے تھے وہ مکان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تھا جو جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ مسجد نبوی میں امام کی نشست اس جگہ ہوتی تھی جہاں امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے تمام عمر میں کبھی کسی بے وقوف یا کوتاہ عقل والے کے ساتھ ہمنشینی نہیں کی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے تھے کہ یہ ایک ایسی بڑی بات ہے کہ جو سوائے امام مالک کے اور کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ علماء کے زمرہ میں اس سے بہتر اور کوئی فضیلت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ بیوقوفوں کی صحبت نور علم کو تاریک کر دیتی ہے اور تحقیق کی بلند چوٹی سے گرا کر تقلید کی پستی میں ڈال دیتی ہے جس کی وجہ سے علم کی نفاست میں ایک گونہ خرابی اور نقصان آ جاتا ہے۔ چونکہ امام صاحب کھانا پینا خلوت میں رکھتے تھے اس وجہ سے کسی شخص نے آپ کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا امام صاحب باوجود وقار اور خودداری کے اپنے اہل وعیال اور نوکر چاکر کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے تھے اور اس معاملہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش (سنت) کی پیروی فرماتے تھے۔

علم طلب کرنے کی حرص اور خواہش بہت تھی زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ زیادہ نہ تھا مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ کے صرف میں خرچ فرمایا کرتے تھے اس کے بعد دولت کا دروازہ اُن پر کھل گیا اور کثرت سے بڑی بڑی فتوحات شروع ہو گئیں۔ آپ کا حافظہ بہت اعلیٰ درجہ کا تھا یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ

کرلیا اُس کو پھر کبھی بھولا نہیں۔ سترہ۱۷ سال کی عمر میں آپ نے مجلس افادہ تعلیم کی ابتدا فرمائی تھی۔ لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ اُسی زمانہ میں مدینہ کی ایک نیک بی بی کی وفات ہوئی جب غسل دینے والی عورت نے اس کو غسل دیا تو اس نیک بخت مُردہ عورت کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ یہ فرج کسقدر زناکار تھی فوراً اس کا ہاتھ فرج پر ایسا چسپاں ہوا کہ اس کے جُدا کرنے کی سب نے کوشش و تدبیر کی مگر فرج سے اس کا ہاتھ جُدا نہ ہوا۔ انجام کار اس مشکل کو علماء اور فقہا کی خدمت میں پیش کرکے اس کا علاج اور تدبیر دریافت کی سب کے سب اُس سے عاجز ہوئے لیکن امام صاحب نے اس راز کی حقیقت کو اپنے ذہن رسا اور کامل فہم سے دریافت کرکے یہ فرمایا کہ اس غسل دینے والی کو حدّ قذف (یعنی وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر فرمائی ہے) لگائی جائے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق جب اُسکے اسّی۸۰ درّے لگائے تو ہاتھ فرج سے فوراً جُدا ہوگیا سب کے دلوں میں امام صاحب کی امامت وریاست اُسی دن سے راسخ طور سے جاگزیں ہوگئی امام صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔

دارقطنی جو محدثین میں بڑے پایہ کے ہیں یہ فرماتے ہیں جو اتفاق امام مالک کو پیش آیا ہے ایسا کسی کو نصیب نہیں ہوا امام مالک سے دو شخصوں نے ایک حدیث کو روایت کیا ہے اور دونوں شخصوں کی وفات کے درمیان ۱۳۰ سال کی مدّت ہے ایک ان میں سے محمد بن مسلم بن شہاب زہری ہیں جو امام مالک کے استاد بھی ہیں انھوں نے فریعہ بنت مالک بن سنان کی حدیث کو جو معتدہ کے سکنی کے بارے میں ہے امام مالک سے روایت کیا ہے اور زہری کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی ہے۔ دُوسرے ابُو حذافہ سہمی ہیں جو امام مالک کے شاگرد اور راوی نسخہ موطا ہیں انہوں نے بھی اُسی حدیث کو امام مالک سے روایت کیا ہے اور ابوحذافہ کی وفات کچھ اوپر دوسو پچاس۲۵۰ ہجری میں ہوئی ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے زہری کا امام مالک سے روایت کرنا روایۃ الاکابر عن الاصاغر میں داخل ہے یعنی بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کرنا ندرت سے خالی نہیں ہے۔ اس باب میں محدثین کی بہت سی کتابیں ہیں اور ایک شیخ سے دو راویوں کی وفات میں اس قدر تفاوت بھی ندرت سے خالی نہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کو سابق ولاحق کہتے ہیں شیخ ابن حجر نے نخبہ کی شرح میں لکھا ہے کہ ما وقفنا علیہ فی ذٰلک التفاوت مائۃ وخمسون سنۃً یعنی زیادہ سے زیادہ تفاوت کی مثالیں ایکسو پچاس۱۵۰ سال کی ہم کو ملی ہیں انھوں نے اس کو بھی روایۃ الاکابر عن الاصاغر میں داخل کیا ہے اور چند مثالیں بھی لکھی ہیں۔ روایت اکابر از اصاغر میں اس قدر تفاوت

اکثر ہوجاتا ہے۔

امام صاحب کی مجلس ایسی ہیبت اور وقار کی ہوتی تھی کہ ایسی شور و شغب ہونا تو درکنار کسی شخص کو آواز بلند کر کے گفت گو کرنے کی مجال اور طاقت نہ ہوتی تھی۔

اُستاد سے حدیث کی سند حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں اوّل یہ کہ استاد پڑھے اور شاگرد سنتا رہے دوسرا یہ کہ شاگرد پڑھے اُستاد سکو سنتا رہے۔ امام مالک کے یہاں یہی دوسرا طریقہ مروّج تھا اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اہل عراق نے قرات علی الشیخ کے طریق کو ترک کر دیا تھا اور حدیث حاصل کرنے کے طریق کو پہلی صورت میں منحصر خیال کرتے تھے اور شیخ ہی سے سماع کو طلب کرتے تھے۔ امام صاحب اور نیز دوسرے مدینہ و حجاز کے عالموں نے اس وہم کو دفع کرنے کی غرض سے اسی طریق کو اختیار فرمایا تھا ورنہ قدیم محدثین کے یہاں بھی یہی طریق مروّج تھا کہ شیخ اپنے شاگردوں کو خود پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ اسی طریق کو محدثین کی اصطلاح میں قراۃ الشیخ علی التلمیذ کہتے ہیں یحییٰ بن بکیر نے جو امام صاحب کے منجملہ شاگردوں کے ایک شاگرد ہیں اور اصحاب موطا میں سے ایک یہ بھی ہیں چودہ دفعہ کتاب موطا کو امام مالک سے ان کی قرارت سے سنا ہے۔ ابن حبیب جو امام مالک کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ادب فرماتے تھے اور کمال ادب کی وجہ سے اس قدر احتیاط تھی کہ بوقت افادہ حدیث اُس مجلس میں کبھی زانو کو بھی نہ بدلتے تھے بلکہ جس ہیئت اور حالت کے ساتھ اوّل بیٹھتے تھے آخر تک وہی ایک حالت رہتی تھی۔ تمام عمر مدینہ کے حرم میں آپ نے قضاء حاجت نہیں کی بلکہ ہمیشہ حرم سے باہر تشریف لیجاتے تھے البتہ حالت مرض میں مجبوری کی وجہ سے معذور تھے۔ جب حدیث شریف سُنانے کے لئے بیٹھتے تھے تو آپکے لئے ایک چوکی بچھائی جاتی تھی اور آپ عمدہ کپڑے پہنکر خوشبو لگا کر حجرہ سے باہر نہایت عجز و انکسار کیساتھ آکر اُس پر بیٹھ کر سنتے تھے اور جب تک اُس مجلس میں حدیث کا ذکر رہتا تھا مجمر یعنی انگیٹھی میں عود و لوبان ڈالتے رہتے تھے۔

عبداللہ بن المبارک جو امام مالک کے شاگرد ہیں اور حدیث فقہ تفسیر اور قرارۃ کے بڑے امام ہیں اور علماء کے طبقہ میں ایسے مشہور ہیں کہ اُن کی شہرت تعریف و توصیف سے بالکل مستغنی کرتی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ روایت حدیث فرما رہے تھے ایک بچھو نے نیش زنی شروع کی تو شاید دس مرتبہ آپ کے کاٹا اس تکلیف کی وجہ سے امام صاحب کا چہرہ کچھ متغیر ہو کر مائل بہ زردی ہوجاتا تھا۔ مگر امام صاحب نے حدیث کو قطع نہیں فرمایا اور نہ کچھ لغزش

آپ کے کلام میں ظاہر ہوئی۔ جب مجلس حدیث ختم ہوئی اور سب آدمی چلے گئے تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آج آپ کے چہرہ پر کچھ تغیر محسوس ہوتا تھا امام صاحب نے فرمایا بے شک تمہارا خیال صحیح ہے اور پھر تمام واقعہ ان سے بیان کر کے فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت و شکیبائی کی بنا پر نہ تھا بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔

سفیان ثوری جن کی شہرت تعریف و توصیف سے ان کو مستغنی کرتی ہے۔ ایکروز امام مالک کی مجلس میں تشریف لائے تو مجلس کی عظمت و جلال اور اس کی شان و شوکت کے ساتھ انوار کی کثرت اور برکتوں کو دیکھکر امام مالک صاحب کی مدح میں یہ قطعہ نظم فرمایا۔

یأبی الجواب فلا یراجع ھیبۃً ۔۔۔ والسائلون نواکس الاذقان

(اگر امام مالک جواب دینا چھوڑ دیں تو سب سائل اپنا سر نیچا کئے بیٹھے رہیں اور آپ کی ہیبت سے دوبارہ نہ پوچھ سکیں

ادب الوقار وعز سلطان التقی ۔۔۔ فھو المطاع ولیس ذا سلطان

وقار آپ کا ادب کرتا تھا اور آپ پرہیزگاری کی بادشاہت پر عزت کے ساتھ متمکن تھے

(عجیب بات یہ تھی کہ آپ کی اطاعت کی جاتی تھی حالانکہ آپ بادشاہ نہ تھے

بشر حافی جو ایک مشہور صوفی اور باخدا آدمی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی نعمتوں اور زینتوں میں سے کسی شخص کا حدثنا مالک۔ کہنا بھی ایک بڑی نعمت ہے یعنی امام مالک کی شان و شوکت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ شاگرد اس کو دنیاوی مفاخر سے شمار کرتا ہے۔ حالانکہ وہ آخرت کا وسیلہ اور امور دین کا ذریعہ ہے۔ امام صاحب اکثر اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔

وخیر امور الدین ما کان سنۃ ۔۔۔ وشر الامور المحدثات البدائع

دین کا بہتر کام وہ ہے جو طریقہ رسول کے مطابق ہو اور بدترین کام وہ ہیں جو سنت کے خلاف نئی نئی بدعتیں اپنی طرف سے تراش لی جائیں

یہ شعر حکمت سے پُر ہے کیوں کہ شاعر نے ایک حدیث نبوی کے مضمون کو نظم کیا ہے

منجملہ اور کلاموں کے امام صاحب کا ایک یہ کلام بھی ہدایت آمیز ہے لیس العلم بکثرۃ الروایۃ انما ھو نور یضعہ اللہ فی القلب یعنی کثرت سے روایت کرنے کا نام علم نہیں ہے وہ تو ایک نور ہے اللہ تعالیٰ جس کے دل میں چاہتا ہے اس کو ڈال دیتا ہے۔ یہ کلمہ ایک ایسی تحقیق رکھتا ہے جو نہایت گہری ہے۔ چنانچہ اہل بصیرت اس کو خوب جانتے ہیں۔

ایک روز آپ نے کسی سے یہ دریافت کیا کہ ما تقول فی طلب العلم تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ حسن جمیل لکن انظر ما یلزمک من حین تصبح الی ان تمسی فالزمہ۔ یعنی

ے علم طلب کرنا کیسا ہے۔

طلب علم اچھی چیز ہے مگر انسان کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ صبح سے شام تک جو امور اس پر واجب ہوں ان کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کر کے ادا کرے۔ آپ کا یہ قول بھی گہری نظروں سے دیکھنے کے قابل ہے ایک مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لا ینبغی للعالم ان تیکلم بالعلم عند من لا یطیقہ فانہ ذل واھانۃ للعلم۔ یعنی عالم کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ علمی مسائل کو ایسے شخص کے سامنے بیان کرے جو اس کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں علم کی اہانت اور ذلت ہے۔ امام صاحب مدینہ میں سوار ہو کر نہیں نکلتے تھے اور اس کا سبب یہ فرمایا کرتے تھے

انا استحی من اللہ ان اطاء تربۃ فیھا قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحافر دابۃ

سواری کے سم سے ایسی سرزمین کے روندنے میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہو مجھکو شرم و حیا آتی ہے

امام صاحب نے مؤطا کو تالیف کرنا شروع فرمایا تو دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرز پر موطا، کو لکھنا شروع کیا اس پر بعض لوگوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ آپ اس قدر کیوں تکلیف گوارا فرماتے ہیں دوسرے اشخاص بھی آپ کے شریک ہو کر اسی طرح کی موطا تصنیف کر رہے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ مجھ کو دکھلاؤ چنانچہ آپ کے ارشاد کے موافق جب وہ تصانیف لائی گئیں تو آپ نے ان کو ملاحظہ فرما کر یہ فرمایا کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ صرف خدا کے لئے کونسا امر واقع ہوا ہے اور درحقیقت اب اُن کی تصنیفات کا سوائے موطا، ابن ابی ذئب کے نام و نشان بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں موطا، امام مالک قیامت تک مخلوقات کی مخدوم اور علمائے اسلام کا سرمایہ اجتہاد رہے گی۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے کتاب حلیۃ الاولیاء میں امام مالک کا ذکر کرتے ہوئے سند صحیح کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ سہل بن مزاحم نے جو اپنے وقت کے عابدوں میں۔ اور عبد اللہ بن المبارک جو مرو کے رہنے والے ہیں اُن کے دوستوں میں سے تھے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت آپ کا خیر و برکت والا زمانہ تو گزر گیا ہے اگر ہمارے دل میں دینی کاموں میں کوئی شک و شبہ واقع ہو تو کس شخص سے تحقیق کریں ہم کو اس کا پتہ و نشان بتلائیے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو جو کچھ مشکل پیش آئے اس کو مالک بن انس سے دریافت کرنا۔ اور اسی کتاب میں مطرف سے یہ بھی منقول ہے کہ لیثین کے غلاموں میں سے ایک شخص ابو عبد اللہ نامی نے جو نہایت بزرگ۔ پرہیزگار اور خدا پرست تھا یہ بیان کیا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور ان کے گرداگرد آدمیوں کا حلقہ بندھا ہوا ہے اور حضرت امام مالک

آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور آنحضرت ؐ کے سامنے تھوڑا سا مشک رکھا ہوا ہے حضورؐ اس میں سے لپ بھر بھر کر امام مالک صاحبؒ کو مرحمت فرماتے ہیں اور امام مالک بطریق نثار آدمیوں پر چھڑکتے ہیں اس خواب کی تعبیر میرے دل میں یہ آئی کہ علم نبوی نے اوّل امام کے سینہ میں ظہور فرمایا اسکے بعد امام کے واسطے سے دوسرے آدمیوں کو پہنچا محمد بن رمح تجیبی مصری بھی جو امام مسلمؒ مؤلف صحیح مسلم کے اُستاد ہیں یہ نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا تو میں نے عرض کیا کہ ہم تمام آدمی امام مالکؒ اور لیثؒ کے افضلیت میں جھگڑتے اور بحث کرتے ہیں۔ اور ہر ایک ایک کو دوسرے سے ترجیح دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مالک میرے تخت کے وارث ہیں۔ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اس سے آپ کی یہ مُراد ہے کہ مالک میرے علم کا وارث ہے یحییٰ بن خلف بن ربیع طرسوسی نے جو اپنے وقت کے صالحین اور عابدین کے زمرہ میں داخل تھے یہ فرمایا کہ میں ایک روز مالک بن انس کی خدمت میں حاضر تھا دفعتہً ایک شخص نے آکر یہ عرض کیا کہ در بارہ قرآن آپ کیا فرماتے ہیں مخلوق ہے یا نہیں۔ امام نے فرمایا کہ اس زندیق کو قتل کر ڈالو اس کے کلام سے ہزاروں فتنے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ امام مالک کے بعد اس مسئلہ میں عجیب فتنہ برپا ہوا۔ اہل سنّت کی ایک بڑی جماعت ذلیل اور مقتول ہوئی۔ اسی طرح جعفر بن عبداللہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم امام مالک صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کی تفسیر میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ استویٰ کس کیفیت کے ساتھ ہوتا ہے امام صاحب نے اس سوال سے بہت ملال کا اظہار فرمایا اور زمین کی طرف دیکھنے لگے۔ اور حیران ہو گئے پیشانی پر پسینہ آگیا اس کے بعد یہ فرمایا کہ۔

الکیف منہ غیر معقول والاستواء منہ غیر مجہول	استوا تو معلوم ہے اور اُس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے مگر اسکی کیفیت
والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ	سمجھ میں نہیں آسکتی ایسے امور سے سوال کرنا بھی بدعت ہے

اسکے بعد فرمایا کہ اس شخص کو نکالو یہ بدعتی ہے۔

ابو عروہ سے جو حضرت زبیر کی اولاد سے ہیں یہ نقل ہے کہ ہم امام مالک کی خدمت میں حاضر تھے دفعتہً ایک شخص نمودار ہوا اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے معائب اور نقائص ذکر کرنے لگا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ سنو۔ اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ	محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں وہ سخت
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا	ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں۔ تو انکو رکوع اور سجدے

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا	میں دیکھتا ہے وہ اللہ کے فضل اور اسکی خوشنودی کو
سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ	تلاش کرتے ہیں سجدہ کے اثر سے اُنکی نشانی انکے منہ پر ہی۔
ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ	توراۃ اور انجیل میں انکی صفت یہ ہو کہ کھیتی نے اپنی
وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ۔ كَزَرْعٍ	سوئی اور پٹھا نکالا پھر اس کی کمر کو مضبوط کیا پھر موٹا ہوا
أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ	پھر اپنی نال پر کھڑا ہوا۔
فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ	کھیتی کرنیوالوں کو خوش اور بھلا معلوم ہوتا ہو اللہ تعالےٰ
لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۔	اُن سچے سلمانوں کی وجہ سے کافروں کا دل جلاتا ہی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کی طرف سے دلمیں بدظنی رکھتا ہو اور ان کی شکر رنجی کو بُری طرح سے ظاہر کرتا ہو وہ اُس لفظ کے حکم میں داخل ہے اس کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو۔ عتیق زہری کہتے ہیں کہ امام مالک نے شروع میں اپنی موطا کو دس ہزار حدیثؒ پر مشتمل فرمایا تھا اس میں آہستہ آہستہ انتخاب فرماتے رہے آخر اس حد تک پہنچا۔ اور جب تک امام مالک زندہ رہے موطا کو مسودہ کرتے رہے۔ اس وجہ سے اُسمیں نسخ بہت ہوا ہے اور ہر نسخہ کی ترتیب علیحدہ ہی۔ امام صاحب کے شاگردوں نے اپنی اپنی استعداد کے لائق ترتیب دیکر رائج کیا ہے اور حدیثوں میں بھی فی الجملہ تھوڑا سا تفاوت ہی۔ ابو زرعہ رازی نے جو محدثین کے رأس رئیس ہیں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھا کر بیان کرے کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میری زوجہ پر طلاق) جو کچھ موطا میں ہے وہ بلاشک وشبہ صحیح ہے تو وہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یعنی اُسکی عورت پر طلاق نہ پڑیگی اور اسقدر وثوق واعتماد دوسری کتاب پر نہیں ہی۔ سعدون نامی ایک شاعر نے موطا کی مدح میں امام مالک کے علم کی طرف رغبت دلانیکے لئے اشعار تصنیف کئے تھے۔ کچھ انمیں سے لکھے جاتے ہیں۔

اقول لمن یروی الحدیث ویکتب	ویسلک سبل الفقہ فیہ ویطلب
میں اس شخص ہو جو حدیث کی روایت اور کتابت کرتا ہے	اور فقہ کے راستوں کا رہبر اور اجتہاد کا طالب ہے یہ کہتا ہوں
ان احببت ان تدعی لدی الحق عالمًا	فلا تعد ما تحوی من العلم یثرب
اگر تجھ کو خدا کے نزدیک عالم بنکر پکارا جانا محبوب ہو	تو مدینہ منورہ نے جو کچھ علم حدیث کو جمع کیا ہو اس سے تجاوز نہ کر
اتترک دارا کان بین بیوتھا	یروح ویغدو جبرئیل المقرب
تو اس دار الہجرت کو چھوڑتا ہی جسکے گھروں میں	صبح و شام جبرئیل مقرب آتے تھے

وما ت رسول الله فيها وبعده ... بسنة اصحابه قد تادبوا

جس میں رسول اکرم نے وفات پائی اور انکے بعد ... آپ کی سنت سے آپکے اصحاب ادب پذیر ہوئے

فبادر موطأ مالك قبل فوته ... فما بعده ان فات للحق مطلب

امام مالک کے موطا کو اسکے فوت ہونیسے پہلے جلد حاصل کر ... ورنہ موطا کے بعد اگر وہ فوت ہوگیا تو تجھکو ٹھیک مطلب نملیگا

ودع للموطأ كل علم تريده ... فان الموطأ شمس العلم والغير كوكب

ہر اس علم کو جسکا تو طالب ہے چھوڑکر موطا میں مشغول ہو ... کیونکہ موطا کے مقابلے میں ور علم ستارے ہیں اور وہ بیشک آفتاب ہے

ومن لم يكن كتب الموطا بيته ... فذاك من التوفيق بيت مخيب

اور جس شخص نے اپنے گھر میں موطا کو نہیں لکھا ... تو یہ گھر توفیق سے خالی ہے

جزى الله عنا في موطاه مالكا ... بافضل ما يجزى اللبيب المهذب

جس قدر کوئی مہذب دانشمند جزا دیا جاتا ہو اس سے بہتر اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے امام مالک کو موطا کے بارہ میں رحمت کرے

لقد فاق اهل العلم حيا وميتا ... فاصبحت به الامثال في الناس تضرب

زندہ اور مردہ ہونے کی حالت میں اہل علم سے ایسا فایق ہو گئے کہ اب اگر کسی کے علم کی توصیف کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اپنے زمانہ کا مالک ہے

فلا زال يسقى قبره كل عارض ... بمنثبق ظلت عزاليه تسكب

ہر بادل برسنے والا انکی قبر کو ہمیشہ ایسے کثیر اور بہنے والے پانی سے سیراب رکھے جس کا دہانہ ہمیشہ بہتا رہے

قاضی ابو الفضل عیاض رح نے بھی ایسی ہی ایک نظم لکھی ہے جو نہایت صحیح اور درست ہے۔

اذا ذكرت كتب الحديث فحيّ هل بكتب الموطا من مصنف مالك

جس وقت حدیثوں کی کتابوں کا ذکر کیا جائے تو امام مالک صاحب کی تصنیف کردہ موطا کو لا

اصح احاديثا واثبت حجة ... واوضحها في الفقه نهجا لسالك

حدیثوں کے اعتبار سے صحیح تر اور باعتبار دلیل کے قوی تر ہے اور فقہ حاصل کرنیوالیکو اس سے زیادہ کوئی واضح تر راستہ نہیں ہے

عليه مضى الاجماع من كل امة ... على رغم خيشوم الحسود المماحك

ہر طبقہ کے لوگوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے ... کینہ ور اشخاص اور حاسدوں کے خلاف مرضی

فعنه فخذ علم الديانة خالصا ... ومنه اكتسب شرع النبي المبارك

خالص علم دینیات کو موطا سے لو ... اور نبی مبارک کی شرع اسی سے حاصل کرو

وشد يدا كف العناية تهتدي ... فمن حاد عنه هالك في الهوالك

قصد کی باگ کو اسکی ساتھ مضبوط ہاتھوں سے پکڑو تو ہدایت پاؤگے اور جو شخص اس سے پھر گیا تو وہ مہالک میں ہلاک ہونیوالا ہے

یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت امام مالِک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے زمانہ میں تقریباً ایکہزار آدمیوں نے موطا کو سنکر جمع کیا چنانچہ اس کے نسخے بہت ہیں۔ اور لوگوں کے طبقہ سے فقہاء و محدثین اور صُوفیاء اور اُمراء اور خلفاء نے تبرکاً اس عالی مقام امام سے اس کی سند حاصِل کی۔ آج کل ملک عرب میں ان کثیر نسخوں میں سے چند نسخے پائے جاتے ہیں۔ پہلا نسخہ جس کا سب سے زیادہ رِواج اور جو سب سے زیادہ مشہور ہے اور طائفہ علماء کا مخدُوم بھی یہی نسخہ ہے وہ یحییٰ بن یحییٰ مصمُودی اندلسی کا نسخہ ہے۔ چنانچہ جب مطلق یعنی بلا کسی قید کے موطا کہا جاتا ہے تو فوراً اسی کی طرف ذہن پہنچتا ہے اور اُسی پر منطبق و چسپاں ہوتا ہے۔

اوّل این نسخہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم و وقوت الصّلوٰۃ

یعنی اس نسخہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اُسکے بعد وقوت الصّلوٰۃ عنوان قائم کیا جس کا مطلب یہ ہو کہ اس باب میں ہم ایسی حدیث بیان کریں گے جس سے نماز کے اوقات معلوم ہوں۔

مالك عن ابن شهاب ان عمر بن عبد العزيز اخر الصلوٰة يومًا فدخل عليه عروة بن الزبير فاخبره ان المغيرة بن شعبة اخر الصلوٰة يومًا وهو بالكوفة فدخل عليه ابو مسعود الانصاري فقال ما هذا يا مغيرة اليس قد علمت ان جبرائيل نزل فصلى فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم صلى فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم صلى فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم صلى فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم صلى فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال بهذا امرت فقال عمر بن عبد العزيز اعلم ما تحدث به يا عروة او ان جبرائيل هو الذي اقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم وقت الصلوٰة قال عروة كذلك كان بشير بن ابي مسعود الانصاري يحدث عن ابيه قال عروة ولقد حدثتني عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي العصر والشمس في حجرتها قبل ان تظهر۔

ترجمہ :۔ حضرت امام مالک سے ابن شہاب نے یہ بیان کیا کہ ایک دن عمر بن عبد العزیز نے نماز کو مؤخر کرکے پڑھا تو عروہ بن زبیر ان کے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ ایک دن مغیرہ بن شعبہ نے بھی کوفہ میں نماز کو مؤخر کرکے پڑھا تھا اُن کے پاس ابو مسعود انصاری آئے اور یہ فرمایا کہ اے مغیرہ کیا کرتے ہو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور نماز کو ادا کیا ان کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز کو پڑھا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نماز کو ادا کیا تو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز کو ادا کیا اور پھر اسی طرح پانچ مرتبہ نماز کو ادا کرکے جبرائیل علیہ السلام نے یہ عرض کیا کہ آپ اسی کا حکم کئے گئے ہیں (یعنی پانچوں نمازوں کا وقت معین کرکے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نمازوں کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے ہیں) اس کے بعد عمر بن عبد العزیز نے یہ کہا کہ اے عروہ ذرا سمجھو۔ دیکھو کیا کہتے ہو کیا جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہیں حضرت عروہ نے عرض کیا کہ مجھکو تو بشیر بن ابی مسعود انصاری نے اپنے باپ کے حوالہ سے اسی طرح پر روایت کیا ہے عروہ نے کہا حضرت عائشہ صدیقہ نے جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں یہ روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات عصر کی نماز کو ایسے وقت میں ادا کرتے تھے کہ دھوپ دیواروں پر نہ چڑھتی تھی بلکہ حضرت عائشہ کی چارپائی پر ہی رہتی تھی۔

ف ۔ مترجم کہتا ہے کہ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز نے جو عروہ سے استعجاب کے ساتھ یہ کہا کہ اعلم ما تحدث به ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عروہ نے بغیر سند کے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمایا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اے عروہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بغیر سند کے بیان کرنا مناسب نہیں ہے احتیاط کے خلاف ہے۔ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرو۔

چونکہ یحییٰ بن یحییٰ المصمودی اندلسی کا ذکر آیا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑا سا حال ان کا بھی تحریر کیا جائے۔ یحییٰ کا نسب یہ ہے:۔

ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر بن وسلاس[1] (واو کو فتحہ اور سین مہملہ کو کسرہ پڑھو اور لام والف کے بعد سین مہملہ ہے) ابن شملل[2] (شین معجمہ کو فتحہ اور میم کو ساکن اور اول لام کو بھی فتحہ) بن منقایا[3] (میم کو فتحہ اور نون ساکن اور نون کے بعد قاف معقودہ اور الف کے بعد یاء مثناۃ تحتانیہ اور اس کے بعد الف) ان کی نسبت مصمودی ہے اور صادی بھی کہتے ہیں یعنی نسبت بسوئے صاد جو مصمودہ بربر کا ایک قبیلہ ہے۔ ان کے اجداد میں سے منقایا پہلا وہ شخص ہے جو یزید بن عامر اللیثی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اور اسی وجہ سے ان کی نسبت ولاء اسلامی کے سبب سے لیثی ہے۔

منقایا کی اولاد میں سے پہلا وہ شخص جس نے اندلس میں آکر سکونت اختیار کی تھی۔ کثیر ہے بعض کہتے ہیں کہ یحییٰ بن وسلاس ہے جو طارق کے لشکر میں آیا تھا اور وسلاس بھی یزید بن عامر کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے اجداد میں سب سے پہلے وسلاس شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ یحییٰ بن یحییٰ نے حضرت امام مالک سے کتاب الاعتکاف کے آخر کے چند ابواب کی بلا واسطہ سماعت نہیں فرمائی اور وہ باب یہ ہیں۔ باب[1] خروج المعتکف للعید باب[2] قضاء الاعتکاف ۔ باب[3] النکاح فی الاعتکاف ۔ چونکہ ان تینوں بابوں کی سماعت میں انکو کچھ شک وشبہ ہے اسیوجہ سے ان تینوں بابوں کو زیاد بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں ۔

یحییٰ بن یحییٰ نے امام عالی مقام کی زیارت اور اُن کے افادہ سے سعادت حاصل کرنے کے قبل زیاد بن عبدالرحمن سے اپنے ہی شہر میں تمام موطا کی سند حاصل کی تھی۔ اس اجمالی حال کی تفصیل یہ ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ بربر کے فرقہ میں سے ہیں۔ ان کے دادا مسلمان ہوئے اور قرطبہ میں زیاد بن عبدالرحمن سے موطا کو حاصل کیا اس کے بعد اُن کو طلب علم کا شوق دامنگیر ہوا چنانچہ بیس[4] برس کی عمر میں مشرق کیطرف سفر اختیار کیا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا کو سنہ ۱۷۹ھ ہجری میں جو

[1] ابن خلکان میں ہے وشلاس۔ [2] ابن خلکان میں ہے ابن شمال۔ [3] ابن خلکان میں ہے بن منغایا۔

امام کی وفات کا سال ہے ان کی ملاقات امام سے ہوئی۔ امام کی وفات کے وقت یہ وہاں موجود تھے۔ امام کے جنازہ کی تجہیز و تکفین کی خدمت اِن کو نصیب ہوئی۔ اور عبداللہ بن وہب سے جو امام کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں اُن کے موطا اور جامع کو روایت کیا ہے اور امام کے اصحاب میں سے ایک جماعت کو کثیر پایا۔ اور ان سے علم حاصل کیا۔ ان کو بھی دو دفعہ اپنے وطن سے طلب علم کے لئے سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ ایک سفر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن وہب اور لیث بن سعد بصری اور سفیان بن عُیَینہ اور نافع بن نعیم قاری سے علم کو حاصل کیا۔ اور دوسرے سفر میں صرف ابن القاسم کی (جو امام کے جلیل القدر شاگرد اور صاحب مدوّنہ ہیں) خدمت سے فائدہ حاصل کرنے پر اکتفا کیا۔ پہلے سفر میں روایت و نقل کو پورا کیا۔ اور دوسرے سفر میں فقہ و درایت کو درجہ کمال پر پہنچایا اور جامع روایت و درایت ہو کر واپس آئے۔ اندلس میں ہر شخص ان کو عزت کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ کمال علمی کے مشارُ الیہ ان کو ہی خیال کرتے تھے۔ استفتا کا انحصار ان پر سمجھا گیا تھا۔ ان سے پہلے اُس دیار کے آدمی عیسٰی بن دینار سے فتویٰ دریافت کرتے تھے۔ یہ بھی امام کے بڑے شاگردوں میں سے تھے۔ انھیں دو شخصوں کے سبب سے امام مالکؒ کا مذہب اندلس میں پھیل گیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یحیٰی کو عیسٰی بن دینار پر عقل و دانش میں برتری حاصل تھی۔ چنانچہ ابن لبابہ نے یہ شعر کہا ہے۔

فقیہ الاندلس عیسٰی بن دینار　　　وعالمہا ابن حبیب عاقلہا یحیٰی

یعنی اندلس کے فقیہ عیسٰی بن دینار تھے اور عالم ابن حبیب اور عاقل یحیٰی تھے

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انکو عاقل کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک دن عیسٰی بن دینار امام کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوضات کا استفادہ فرما رہے تھے انکے علاوہ اور اشخاص بھی امام صاحب کی خدمت فیض درجت میں بہرہ یاب ہو کر فیضیاب ہو رہے تھے کہ دفعتہً ہاتھی کے آنے کا شور و غل ہوا چونکہ ملک عرب میں ہاتھی کو نہایت تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے بعض عرب کے رہنے والے ہاتھی کے دیکھنے کو فخریہ بیان کرکے مُبارکباد دی کے خواستگار ہوتے ہیں جیساکہ ابوالشمقمق کے ان دو شعروں سے ظاہر ہوتا ہے:-

یا قوم انی رأیتُ الفیل بعدکم　　　فبارک اللہ لی فی رؤیۃ الفیل

اے میری قوم میں نے تمہارے بعد ہاتھی کو دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اس ہاتھی کے دیکھنے میں میرے لئے برکت عطا فرمائے

رأیتہ ولہ شئ یحرکہ　　　فکدت اصنع شیئاً فی السراویل

وہ اپنی کسی چیز (یعنی سونڈ) کو حرکت دے رہا تھا جب میں نے اسکو دیکھا تو ڈر گیا اور قریب تھا کہ میں اپنے پائجامہ میں کچھ کردوں

اسی واسطے حاضرین کی جماعت کے اکثر افراد امام کی صحبت کو ترک کرکے ہاتھی کا تماشا دیکھنے کو دوڑ پڑے۔ مگر یحییٰ بن یحییٰ اپنی اسی ہیئت و حالت کے ساتھ بیٹھے ہوئے فیض حاصل کرنے میں مشغول رہے اور نہ کسی قسم کا اضطراب پیش آیا۔ نہ کوئی حرکت بیساختہ ان سے ظاہر ہوئی۔ امام صاحب اسی وقت سے ان کو عاقل کے خطاب کے ساتھ مخاطب فرماتے تھے۔

یحییٰ بن یحییٰ کو علم حدیث و فقہ کی وجہ سے جو کچھ وجاہت تھی اُس کے علاوہ ریاست ظاہری اور بادشاہوں کا تقرب اور امیروں کی نظروں میں بھی ان کو امتیاز و عزت پوری طرح حاصل تھا اگرچہ دین داری اور پرہیزگاری کے اعتبار سے بھی اس جماعت والے انکو نہایت مکرم اور معظم جانتے تھے۔ مگر باایں ہمہ کبھی عہدہ قضا اور روریت افتا وغیرہ کو جو عنوان علم سے چنداں منافات نہیں رکھتے قبول نہیں کیا۔ لیکن اس زمانہ کے سلاطین اور اس وقت کے امرا کے نزدیک ان منصب والوں سے ان کا مرتبہ زیادہ تھا۔ ابن حزم نے کسی موقعہ پر یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مذہبوں کو ریاست و سلطنت کے سبب سے دنیا میں زیادہ رواج و عروج حاصل ہوا۔ چنانچہ قاضی ابویوسف جنکے ہاتھ میں تمام ملکوں کی قضاۃ تھی جب کبھی کسی ملک میں کسی شخص کو قاضی بناکر بھیجتے تھے تو ان سے یہ شرط کر لیا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق حکم اور عمل کرے علی ہذا اندلس میں یحییٰ بن یحییٰ کو شاہان وقت کی بارگاہوں میں اس قدر جاہ و مرتبہ حاصل تھا کہ کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے احباب اور دوستوں کے سوا اور کسی کو قاضی یا متولی بنانا پسند ہی نہیں فرمایا کرتے تھے" یہاں تک ابن حزم کا کلام ختم ہو گیا ہے۔ اب راقم الحروف کہتا ہے کہ ملک مغرب و اندلس میں امام مالک کے مذہب کو زیادہ رواج پانے کا سبب جمہور مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ اس شہر کے علما زیارت و حج کے لئے اکثر حجاز کا سفر اختیار کرتے تھے۔ اور جب اپنے وطنوں کو واپس آتے تھے امام مالک کی فضیلت۔ بزرگی اور وسعت علم کا گہرا نقش ان کے دلوں پر منقش ہو کر اپنا یہ اثر دکھاتا تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس جلالت قدر اور رفعت شان کو جس کا انھوں نے وہاں پر بچشم خود مشاہدہ اور معائنہ کیا تھا۔ اور ان کے اُن کمالات علمی و عملی کے جنکے پرتو نے ان کے دلوں کو منور کر دیا تھا اپنے شہروں میں اپنے اپنے احباب کے جلسوں میں کثرت کے ساتھ تذکرے کرتے تھے۔ یہ وہ وجوہات تھے جنکے باعث امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم و تکریم کا سکہ اُن کے دلوں میں ایسا راسخ و جاگزیں ہو جاتا تھا اور یہ سبب تھا جو اُن کے تقلید کے قلادہ کو ان شہر والوں کی گردنوں نے اپنے لئے باعث فخر

ومباہات سمجھا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے سب کے سب امام اوزاعی علیہ الرحمۃ کے پیرو تھے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ وعز اسمہٗ نے بس قدر یحییٰ بن یحییٰ کو اندلس میں عظمت شان اور قول کی قبولیت حکم کی اطاعت عطا فرمائی تھی۔ علماء اندلس کے کسی عالم کو ایسی نصیب نہیں ہوئی۔

وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء	یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ بڑے فضل والا جسکو چاہتا
واللہ ذو الفضل العظیم	ہے اپنے فضل وکرم سے فضیلت عنایت فرماتا ہے۔

ابن بشکوال نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ مستجاب الدعوات تھے اور وضع۔ لباس اور ہیئت ظاہری اور نشست وبرخاست میں بھی حضرت امام مالکؒ کا اتباع فرماتے تھے۔

جو کچھ امام مالکؒ سے سنا تھا اُس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ اور ہرگز امام مالکؒ کے خلاف کو پسند نہ فرماتے تھے حالانکہ اُسوقت لوگوں میں ایک مذہب کی تقلید راسخ نہ ہوئی تھی نہ عوام میں نہ خواص میں۔ لکھا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ نے ہر مسئلہ میں امام مالکؒ کے مذہب واتباع کو اختیار کیا ہے مگر چار مسئلوں میں لیث بن سعد مصری کے مذہب کو اختیار فرماتے ہیں۔ اوّل یہ کہ صبح کی نماز اور نیز دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ صرف ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کو روا نہیں رکھتے تھے۔ تیسرے یہ کہ نزاع زوجین کی صورت میں حَکَم مقرر کرنے کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ چوتھے یہ کہ کاشت کی زمین کا کرایہ اسکے محصول سے لینا جائز جانتے تھے۔

اُس ملک کے لوگ حضرت امام مالکؒ کے ساتھ کمال عقیدت رکھنے کی وجہ سے اس قسم مخالفت میں بھی ان پر گرفت کرتے تھے اور ان مسائل میں اُن کے پیرو نہ تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ جب امام مالکؒ کا مرض الموت متمد ہوا اور وقت آخر آپہنچا تو مدینہ اور دیگر شہروں کے تمام فقہاء وعلماء امام صاحب کے مکان فیض نشان میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ امام صاحبؒ کی آخری ملاقات سے فیضیاب اور اُس پیشوائے مخلوق کی وصیتوں سے بہرہ یاب ہوں میں نے ان کو شمار کیا تو ایک سو تیس ۱۳۰ علماء وفقہاء موجود تھے۔ میں بھی ان میں تھا۔ میں امام کے پاس جاتا تھا۔ سلام کرتا تھا اور سامنے کھڑا ہوتا تھا کہ شاید اس آخری وقت میں امام صاحب کی کوئی نظر مجھ پر پڑ جائے اور آخرت و دُنیا کی بہبودی حاصل ہوجائے۔ اُسی حالت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہوکر یہ فرمایا الحمد للہ الذی اضحک وابکی وامات واحیی یعنی جس اللہ نے ہم کو خوشی و غمی دکھلا کر کبھی ہنسایا کبھی رُلایا اُس کا شکر ہے اُسی کے حکم سے زندہ رہے اور اُسی کے حکم پر جان دیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ موت آگئی سب خدا تعالیٰ سے ملاقات کرنیکا وقت قریب ہے۔

سب نے آپ سے قریب ہوکر یہ عرض کیا کہ اے ابو عبداللہ اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے۔ فرمایا نہایت خوش ہوں صحبت اولیاء اللہ کی وجہ سے۔ اور میں اہلِ علم کو اولیا سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ عزیز کوئی شے نہیں ہے۔ نیز میں مسرور اور خوشدل ہوں کیونکہ میری تمام عمر علم کی طلب اور اسکی تعلیم میں بسر ہوئی اور اپنی سعی مشکور خیال کرتا ہوں اس لئے کہ جو عمل حق تعالیٰ نے ہمپر فرض کئے یا اس کے پیغمبر نے مسنون فرمائے وہ سب ہم کو پیغمبر کی زبان سے پہنچے۔ اور آپ کے ارشاد سے اُن کا ثواب معلوم ہوا مثلاً حضور سرورِ کائنات نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے اس کو ایسا ایسا ثواب ملے گا۔ اور جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کریگا اس کا یہ ثواب ہے۔ اور جو کوئی شخص کفّار کے ساتھ جہاد کرے اس کا خدا کے نزدیک یہ مرتبہ ہے اور ان معلومات کو علم حدیث کے طالب علم کے سوا اور کوئی شخص تفصیل اور صحت کے ساتھ معلوم نہیں کرسکتا پس یہ علم گویا نبوت کی میراث ہے کیونکہ ادبیات و عقلیات و ریاضیات اور ایسے ہی دوسرے علم کو بغیر طریقہ نبوت کے بھی معلوم کرسکتا ہے بخلاف علم ثواب و عقاب اور علم شرائع و ادیان کے کیونکہ بلغیر چراغدان نبوت کے ان کے انوار کو حاصل کرنا محال ہے۔ پس جو شخص اس علم کی طلب میں پڑگیا اور اُسی شوق میں گرفتار رہا عجب کرامت اور ثواب دیکھتا ہے جو انبیاء کی کرامت اور ثواب کے مشابہ ہے اور جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ میں تم کو ربیعہ کی وہ حدیث سناتا ہوں جو اس وقت تک روایت نہیں کی میں نے سنا ہے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتے تھے اگر کوئی شخص اپنی نماز میں خطا کرے اور وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ کس طرح نماز ادا کرنی چاہیئے اور یہ شخص اس مسئلہ کو اگر مجھ سے دریافت کرے اور میں اُس کو نماز کے فرائض اور سنتوں اور آداب کو بتلادوں اور اس کے طریقۂ ثواب کو بیان کردوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص مجھکو تمام دنیا کی دولت دے اور میں اس کو خدا کے راستہ میں صرف کروں۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم اگر مجھ کو کسی علمی مسئلہ یا حدیث کی روایات میں سے کسی روایت میں کوئی شبہ پیش آئے اور میں اس کی دُھن و تلاش میں اپنے قلب کو ایسا مصروف کروں کہ بیداری و خواب کی حالت کو اسی کے دھیان اور خیال میں اس طرح گزار دوں کہ دن کو چین ملے نہ رات کو بستر پر آرام معلوم ہو اور تمام شب اُس شبہ کے سبب سے میرا دل مکدر رہے اور پھر صبح کے وقت کسی عالم کے پاس جاکر اُس کو حل کر کے اطمینان حاصل کروں تو میرے نزدیک ایک سو حج مقبول سے بہتر ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ابن شہاب یعنی زہری سے میں نے بارہا سُنا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم

اگر کوئی شخص اپنے دینی معاملات میں سے کسی معاملہ میں مجھ سے مشورہ کرے اور میں اس میں تامل و تفکر کے بعد جیسا کہ مشیر کے ذمہ ہے بہتر رائے قائم کرکے اُس کو راہِ حق بتلا دوں کہ اُس کے دین کی اصلاح ہو جائے اور اس شخص کو اس رابطہ و تعلق میں جو اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کوئی خلل پیش نہ آئے تو میرے نزدیک ایک سو غزوہ سے بہتر ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد سب سے آخری کلام ہے جو میں نے حضرت امام سے سُنا ہے۔

یحییٰ کی وفات ماہ رجب المرجب ۲۳۴ھ میں واقع ہوئی انکی عمر بیاسی برس کی ہوئی۔ قرطبہ میں اُن کی قبر ہے۔ خشک سالی میں انکے طفیل سے لوگ بارش اور برکت کو طلب کرتے تھے۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ چونکہ موطا کے چند ابواب میں امام مالک اور یحییٰ کے درمیان میں زیاد بن عبدالرحمٰن کا واسطۂ روایت ہے اسوجہ سے اُن کے حال سعادت مآل سے بھی تھوڑا سا لکھتا ہوں۔ زیاد بن عبدالرحمٰن کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور ان کا نسب یہ ہے زیاد بن عبدالرحمن بن زیاد لخمی اور شبطون انکا لقب ہے جسکے ساتھ وہ مشہور رہیں اور حاطب بن ابی بلتعہ جو صحابی اور بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے ہیں اُن کی اولاد میں سے ہیں۔ زیاد بن عبدالرحمن پہلے وہ شخص ہیں جو امام مالک کے مذہب کو اندلس میں لائے اور استفادہ کی غرض سے دو مرتبہ سفر کرکے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زہد و تقویٰ میں اپنے زمانہ کے ممتاز اور مستثنیٰ لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ جب امیر ہشام نے جو قرطبہ کا رئیس تھا زیاد بن عبدالرحمٰن کو قرطبہ کی قضات سے سرفراز کرنا چاہا اور اُس عہدہ کے قبول کرنے پر ان کو مجبور کیا تو وہ تنگ دل ہو کر قرطبہ کو چھوڑ کر چلے گئے اُسوقت ہشام یہ کہتا تھا کہ کاش تمام لوگ اگر زیاد جیسے ہوتے تو عالم کے دل میں دنیا کی رغبت نہ رہتی۔

اس کے بعد ہشام نے ان کو امن دیکر یہ تسلی نامہ لکھا کہ میں پھر آپ کو اس امر کی تکلیف نہ دونگا زیاد اس تسلّی نامہ کو معلوم کرکے پھر اپنے مکان پر واپس آگئے اور علم حدیث کے افادہ میں مشغول ہوئے۔ زیاد کے پُرعجب قصّوں میں سے ایک یہ عجیب واقعہ ہے کہ ایک روز ہشام اپنے بعض مصاحبوں پر اس وجہ سے غصّہ ہوا کہ نا وقت کسی ایسی چیز کی عرضی پیش کی تھی جو نہایت مکروہ تھی اور اس کی سزا میں اُس مصاحب کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ زیاد اس وقت ہشام ہی کے گھر میں تشریف رکھتے تھے انھوں نے یہ فرمایا کہ امیر کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے امام مالکؒ سے یہ حدیث سُنی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا شخص ایسے غصّہ کو ضبط کرکے پی جائے جسکے

من کظم غیظاً یقدر علی انفاذہ	انفاذ کی قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو
ملأ اللّٰہ قلبہ امناً و ایماناً	امن و ایمان سے پُر فرما دیتا ہے۔

جب ہشام نے اس حدیث کو سنا اُس کا غصہ فوراً ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور یہ کہا کہ آپ نے یہ حدیث امام مالکؒ سے سنی ہے اس کو آپ حلفیہ کہہ سکتے ہیں۔ زیاد نے کہا اللہ کی قسم میں نے یہ حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ ہشام نے فوراً اُس مصاحب کا قصور معاف کر دیا

یہ بھی منقول ہے کہ اُس ملک کے کسی بادشاہ نے زیاد کو خط لکھا جب زیاد نے اس خط کا جواب لکھ کر سربمہر کر کے روانہ کیا تو حاضرینِ خدمت نے یہ عرض کیا کہ اس بادشاہ نے آپ کو کیا لکھا تھا اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا۔

فرمایا کہ اس بادشاہ نے اس خط میں یہ سوال کیا تھا کہ قیامت کے دن میزان عدل کے دونوں پلّے کس چیز کے ہوں گے چاندی کے یا سونے کے میں نے جواب میں یہ حدیث لکھدی۔

مالک عن ابن شہاب قال قال رسول اللہ صلی اللّٰہ	جو بے فائدہ امور ہیں اُنکو چھوڑ دینا آدمی کے اسلام
علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ	کی عمدگی و خوبی پر دلالت کرتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا جو سال ہے وہی زیاد بن عبدالرحمٰن کی وفات کا ہے اور یہ سال دو سو چار (۲۰۴ھ) تھا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

موطّا کا دوسرا نسخہ

مؤطا کا دوسرا نسخہ وہ ہے جو عبداللہ بن وہب نے امام مالک سے روایت کر کے جمع کیا ہے جس کا شروع یہ ہے:۔

اخبرنا مالک عن ابی الزناد عن الاعرج	ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کے ساتھ
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	جسکے راوی ابی الزناد اور اعرج اور ابوہریرہ ہیں یہ روایت
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے مجھکو حکم دیا
قال اُمرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا	گیا ہے کہ لوگوں سے اسوقت تک قتل و قتال کروں جبتک
لا الٰہ الا اللّٰہ فاذا قالوا لا الٰہ الا اللّٰہ	وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں اور جب وہ اس کلمہ کو پڑھ لیں تو انھوں
عصموا منی دماءھم و اموالھم وانفسھم	اپنی جان و مال اور خون کو مجھ سے محفوظ کر لیا البتہ اسلامی

الا بحقها وحسابهم علی اللہ ۔ حقوق میں ان سے مواخذہ کیا جائیگا جن کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہو وہ ہو جاتا ہے

یہ حدیث ابن وہب کے منفردات سے ہے دوسری مؤطا میں نہیں پائی گئی ہے۔ البتہ ابن قاسم کی مؤطا میں ہے کیوں کہ انھوں نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ابن وہب کی کنیت ابو محمد ہے اور ان کا نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن وہب بن مسلم الفہری، یہ بنو فہر کے موالی میں سے ہیں ان کا مولد و مسکن اصلی مصر ہے۔ ماہ ذی قعدہ ۱۲۵ھ میں آپ پیدا ہوئے اور ائمہ حدیث کے چار سو ائمہ (اماموں) سے روایت کرتے ہیں۔ منجملہ اُن کے حضرت امام مالک اور لیث بن سعد اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب اور سفیانین اور ابن جریج اور یونس وغیرہم ہیں۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور مصر میں آپنے علم کو طلب کیا۔ اور لیث بن سعد نے جو ان کے استاد بھی ہیں چند حدیثیں خود ان سے ہی روایت کی ہیں۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام مالک نے بھی اہل مصر کی چند حدیثوں کو ان سے روایت کیا ہے۔ منجملہ ان کے ابن لہیعہ کی یہ حدیث بھی ہے :۔

نهی عن بیع العربان رسول اکرمؐ نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے

ف مترجم کہتا ہے عربان کی تفسیر یہ ہے کہ خریدار کسی چیز کو خریدنا چاہے اور اسکے بیچنے والیکو مثلاً ایک روپیہ یا کم و زیادہ اس شرط پر دیدے کہ اگر میں نے اس چیز کو خرید لیا اور بیع تام ہوگئی تو اس کو قیمت یعنی مول میں مجرا دوں گا۔ اور اگر کسی وجہ سے میں پھر گیا اور بیع پوری نہ ہوئی تو یہ تیرے پاس رہیگا میں واپس نہ لوں گا۔ اُردو میں اسکو بیعانہ اور سائی کہتے ہیں۔ شریعت میں یہ باطل ہے مسئلہ فقہ کا یہ ہے کہ بیع ہوگئی تو بیچنے والے کا حق ہے کیونکہ مول میں مجرا ہوگا۔ ورنہ خریدار کا ہے واپس کردے۔ عبداللہ بن وہب اپنے زمانہ میں حجۃ تھے۔ تمام لوگ ان کے مرویات پر کمال وثوق اور اعتماد رکھتے تھے۔ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ البتہ اجتہاد اور تفقہ کا طریقہ امام مالک اور لیث بن سعد سے حاصل کیا تھا۔ اور ابن شہاب زہری کے شاگردوں میں سے تقریبًا بیس اشخاص کو پایا اور ابن شہاب کے علم کو جو مدینہ والوں میں سب سے زیادہ عالم تھے ان سے حاصل کیا۔ بیس برس حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امام مالک نے عبداللہ بن وہب کے سوا اور کسی کو فقیہ نہیں لکھا۔ امام مالک ان کو اس طرح پر لکھتے تھے۔

الی فقیه مصر ابی محمد التقی ابو محمد متقی فقیہ مصر کو لکھا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں اور شاگردوں کو آداب تعلیم اور پند و نصیحت کے بارہ میں اکثر

زجر و توبیخ فرمادیا کرتے تھے۔ مگر عبداللہ بن وہب کو کمال تعظیم اور محبت و عنایت کے ساتھ تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ جس زمانہ میں احادیث کا ذخیرہ کسی شہر میں جمع نہیں ہوا تھا کثرت احادیث میں یہ اپنے زمانہ کے نادر اور یگانہ خیال کئے جاتے تھے۔ ایک لاکھ حدیث برزبان تھی اور انکی تصنیف کردہ کتابوں میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں موجود ہیں۔ جیساکہ ذہبی کے بیان سی معلوم ہوتا ہے۔

ابن عدی نے یہ بات ان کے عجائبات سے بیان کی ہے کہ عبداللہ بن وہب کی تصنیف اگرچہ بہت کثرت کے ساتھ ہیں مگر باایں ہمہ ان میں موضوع تو درکنار کوئی حدیث منکر تک بھی نہیں ہے ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ابن القاسم کا جو مشہور اور صاحب مدونہ ہیں ذکر آیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ ابن القاسم فقیہ ہیں اور ابن وہب عالم یعنی ابن القاسم نے صرف جزئیات فقہ پر پورا عبور حاصل کیا ہے۔ اور ابن وہب نے تفسیر، سیر۔ زہد۔ رقاق۔ فتن اور مناقب غرض یہ کہ ہر ہر علم کی جزئیات کا احاطہ کیا ہے۔

ابن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب تین اوصاف کے جامع تھے۔ فقہ تفسیر۔ عبادات ہرسال کے اوقات کو تین حصوں پر منقسم کیا تھا۔ سال کا ایک حصہ کفار بدکردار کے ساتھ جہاد کرنے میں بسر فرمایا کرتے تھے۔ ایک حصہ تعلیم کے مشغلہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ایک حصہ کو بیت اللہ کے سفر میں صرف کیا کرتے تھے۔

احمد جو ابن وہب کے بھتیجے ہیں بیان کرتے ہیں کہ عباد بن محمد نے جو اس ملک کا رئیس تھا ایک دفعہ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ کو عہدۂ قضاء کی خدمت سے سرفراز کرنا چاہا تو ابن وہب وہاں سے چلے گئے اور ایک عرصہ تک روپوش رہے۔ عباد نے غصہ میں آکر ہمارے مکان کو مسمار کرادیا جب یہ خبر میرے چچا ابن وہب کو پہنچی تو انھوں نے عباد کے نابینا ہونیکے لئے بددعا فرمائی چنانچہ ایک ہفتہ گزرنے نہ پایا تھا کہ عباد اندھا ہوگیا۔

ان کے عجیب واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک روز ابن وہب حلقہ درس میں تشریف فرما تھے ایک فقیر نے آکر عرض کیا اے ابا محمد کل جو درم آپ نے مجھ کو عطا فرمائے تھے وہ سب کھوٹے اور ناقص تھے۔

ابن وہب نے جواب دیا کہ اے عزیز ہمارے ہاتھ عاریت کے ہاتھ ہیں۔ جیسا کوئی شخص ہمکو دیتا ہے ویسا ہی ہم تم کو دیدیتے ہیں۔ فقیر کو غصہ آیا اور برا کہنا شروع کردیا یہاں تک کہ اسنے یہ کہا

اللہ کی رحمت جناب رسول اللہ صلعم پر ہو۔ یہ وہی وقت ہے جس کی بابت ہم نے سنا تھا کہ خدا تعالےٰ اس وقت صدقات و خیرات کو اس اُمت کے منافقوں کے ہاتھ میں دیدیگا عراق کا رہنے والا ایک شخص اُس حلقہ میں موجود تھا اسکو فقیر کی یہ بے ادبی دیکھکر تاب نہ رہی۔ اُس نے اُٹھکر فقیر کے مُنہ پر ایسا طمانچہ مارا کہ فقیر گر گیا اور اس طرح شور و فریاد کرنے لگا کہ یا محمد یا ابا محمد! اے مسلمانوں کے امام! آپکی مجلس میں لوگ یہ کیا حرکت کرتے ہیں۔ ابن وہب نے اُٹھکر تفتیش شروع کی کہ یہ نالائق حرکت کس سے صادر ہوئی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس عراقی جوان سے۔ ابن وہب کے سامنے عراقی آکر کہنے لگا کہ اے اُستاد میں نے آپ سے اس طرح حدیث سُنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من حمی لحم مؤمن من منافق یغتابہ حمی اللہ لحمہ من النار۔ — جو شخص مؤمن کے گوشت کی حفاظت کرے اس منافق سے جو اس کی غیبت کرتا ہے تو اللہ اس شخص کے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی حمایت میں جو محض حق ایمان رکھتا ہے اسقدر ثواب کا متوقع فرمایا ہے تو جو آپ جیسے اُستاد اور پیشوائے مخلوق کی حمایت کریگا تو اس کا ثواب کسقدر ہوگا میں اس ثواب موعود کی امید پر ایسی حرکت کر بیٹھا ابن وہب نے فرمایا کہ اگر تمھاری یہ نیت تھی تو اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اب ایک حدیث دوسری سُن لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

سیکون فی اٰخر الزمان مساکین یقال لھم الغناۃ لا یتوضئون لصلوٰۃ ولا یغتسلون من جنابۃ یخرج الناس الی مساجدھم واعبادھم یسئلون من اللہ فضلھم یسئلون الناس یرون حقوقھم علی الناس ولا یرون للّٰہ علیھم حق۔ — آخر زمانہ میں ایسے مسکین ہوں گے جنکو لوگ مالدار کہتے ہوں گے جو نماز کے لئے وضو اور جنابت پر غسل نہ کریں گے جو لوگوں کے پاس انکی مسجدوں اور عیدگاہوں میں جاکر اپنے فضل اور بزرگی کا سوال کریں گے۔ اور یہ خیال اور اعتقاد رکھتے ہوں گے کہ ہمارا حق لوگوں پر واجب ہے اور اپنے اوپر اللہ کا کوئی حق نہ سمجھتے ہوں گے۔

بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب ایک روز حمام میں تشریف لے گئے کسی شخص نے یہ آیت پڑھی۔ واذ یتحاجون فی النار تو آپ ایسے بیہوش ہوئے کہ بہت دیر کے بعد ہوش آیا۔ انکے عجائبات امور میں سے ایک عجیب بات یہ ہے کہ ابن وہب نے اس امر کا التزام کر رکھا تھا کہ آپ سے جب کسی کی غیبت ہو جاتی تو ایک روزہ رکھتے تھے۔ ایک روز یہ فرمایا کہ چونکہ روزہ رکھتے رکھتے مجھکو ایسی عادت پڑگئی ہے کہ روزہ کا رکھنا اب سہل معلوم ہوتا ہے اور کچھ مشقت و تکلیف پیش نہیں آتی ہے تو

اب یہ عہد کر لیا ہے کہ جب کسی کی غیبت کر بیٹھتا ہوں تو ایک درم خیرات کر دیتا ہوں۔ درہم کا خیرات کرنا مجھ پر ایسا شاق گزرا کہ مجھ سے غیبت چھوٹ گئی۔ ایک روز کسی شاگرد نے جامع ابن وہب میں سے جو اُن کی مشہور کتاب ہے قیامت کے ہولناک حالات اُن کے سامنے پڑھے تو خوف کی وجہ سے ایک ایسی حالت ان پر طاری ہوئی جس کی وجہ سے ایسے بیہوش ہوئے کہ لوگ ان کو اُٹھا کر ان کے مکان میں لے گئے۔ جب ہوش آتا تھا تو لرزہ بدن پر آ کر پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی یہاں تک کہ اسی حالت میں یک شنبہ کے روز ۲۵ شعبان ۱۹۷ھ کو ستر سال کی عمر میں اس عالم سے رحلت فرمائی جب سفیان ابن عیینہ کو آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر یہ فرمایا کہ تمام اہلِ اسلام کے لئے یہ مصیبت ہے۔ وفات کی رات میں بعض صلحائے نے یہ خواب دیکھا کہ لوگ دستر خوانوں کو یہ کہتے ہوئے اٹھا رہے ہیں کہ اب دستر خوان علم اٹھا لیا گیا۔ عبداللہ بن وہب نے اپنی یادگار میں بہت سی مفید اور نافع تصنیفات چھوڑیں منجملہ ان کے ایک مسموعات از امام مالک بھی ہے جس میں تیس باب مقاصد مختلفہ میں جمع کئے گئے ہیں اور خود ان کی جمع کردہ دو موطا ہیں، جن میں سے ایک کا صغیر اور دوسری کا نام کبیر ہے اور جامع کبیر بھی اُن ہی کی ہے۔

اور کتاب الاہوال۔ کتاب تفسیر الموطا۔ کتاب المناسک۔ کتاب المغازی۔ کتاب القدر وغیرہ وغیرہ ہیں۔

موطا کا تیسرا نسخہ

یہ نسخہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کا ہے۔ اُن کی مفردات میں سے ذیل کی حدیث ہے جو کسی دوسری موطا میں موجود نہیں ہے۔

اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تطروني كما اطري عيسى بن مريم انما انا عبد الله فقولوا عبد الله ورسوله۔

عبداللہ بن مسلمہ قعنبی فرماتے ہیں کہ ہمکو یہ حدیث جسکی سند کے راوی ابن شہاب۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔ ابن عباس ہیں امام مالک نے سنائی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میری ایسی تعریف مبالغہ کے ساتھ مت کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی گئی تھی۔ میں تو عبداللہ ہوں پس اتنا کہنا کافی ہے (یوں کہو) عبداللہ و رسولہ

عبداللہ بن مسلمہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ اور ان کا نسب یہ ہے عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی یہ دراصل مدینہ کے رہنے والے تھے لیکن بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور

پھر مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ ان کی ولادت سنہ ۱۳۰ھ سال ہجری کے بعد ہے بہت سے مشائخ کی زیارت سے مشرف ہوئے منجملہ انکے امام مالک اور لیث بن سعد اور ابن ابی ذئب اور حماد بن شعبہ اور سلمہ بن وردان ہیں یحییٰ بن معین آپ کی خلوص نیت کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ ما رأینا من یحدث للہ الا وکیعا والقعنبی۔ یعنی خداوند تعالیٰ کی رضامندی کے لئے تو وکیع اور قعنبی ہی حدیث کو بیان کرتے ہیں۔ محدثین امام مالک کے اصحاب میں سب سے مقدم قعنبی کو سمجھتے ہیں۔ علی بن عبداللہ مدینی سے کسی نے دریافت کیا کہ "اصحاب مالک معن ثم القعنبی قال لا القعنبی ثم معن" یعنی امام مالکؒ شاگردوں میں اوّل تو معن ہیں، پھر قعنبی۔ انھوں نے جواب دیا نہیں بلکہ اوّل قعنبی پھر معن جب اول اوّل امام کی خدمت میں پہنچے ہیں تو حبیب کی قرأت کا سماع کرتے رہے مگر چونکہ حبیب جیسا کہ چاہیئے اس طرح تحقیق اور گہری نظر نہیں کرتے تھے اس لئے ان کی قرأت ان کو پسند خاطر نہ ہوئی اور خود امام مالک سے مؤطا کو شروع کر دیا۔ آٹھ سال تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر اُن سے حدیث کو حاصل کیا۔ ایک دفعہ بصرہ سے مدینہ منورہ میں آئے۔ جب امام مالک کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو امام صاحب نے اپنے احباب کو یہ فرمایا کہ اٹھو ایک ایسے شخص کے پاس چلکر سلام کرتے ہیں جو تمام روئے زمین پر اس وقت بہترین انسانوں میں سے ہے۔ جب امام مالک خانہ کعبہ زادہ اللہ تعظیماً وشرفاً کا طواف کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ خانہ کعبہ کا طواف قعنبی سے افضل اور بہتر کوئی شخص نہیں کرتا ہے قعنبی مستجاب الدعوات تھے اور اس بارہ میں بہت سے عجیب واقعات ان سے منقول ہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن حکم فرماتے ہیں کہ میں عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جنکی کتاب مُصنَّف مشہور ہے علم حدیث کو طلب کرنے کی غرض سے گیا تو وہ خشونت سے پیش آئے مجھ کو منع فرمایا اور یہ کہا کہ مجھ سے حدیث کو مت لکھ میں تجھ کو حدیث نہ پڑھاؤں گا۔ اس جواب کو سنکر میں تمام رات مغموم رہا اور جب نیند آئی تو میں نے جناب رسالت مآبؐ کو خواب میں دیکھا اور تمام قصہ آپ کی جناب میں عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری حدیث کو چار شخصوں سے حاصل کر۔ میں نے عرض کیا کہ وہ چار آدمی کہاں ہیں اور ان کا کیا نام ہے۔ آپ نے تین آدمیوں کا نام بتلاکر فرمایا کہ سب کے راس رئیس قعنبی ہیں۔

اس زمانہ میں ان کو اکثر لوگ ابدال جانتے تھے۔ انکی نیک بختی اور بزرگی پر جمیع اہل عصر کا اتفاق تھا ۶ محرم سنہ ۲۲۱ھ کو مکہ معظمہ میں اُن کی وفات ہوئی۔

موطا کا چوتھا نسخہ

یہ نسخہ ابن القاسم کا ہے۔ جو مذہب مالکی کے مشہور ترین فقہا میں سے ہیں۔ اور اس مذہب کے مدوّن اوّل وہی ہیں۔ اس نسخہ کے منفردات میں سے یہ حدیث ہے۔

مالك عن العلاء بن عبدالرحمٰن عن ابيه عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال قال الله تعالیٰ من عمل عملاً اشرك فيه من غيری فهوله كل۔ انا اغنی الشركاء عن الشرك۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اپنے کسی کام میں میرے ساتھ دوسرے کو بھی شریک کر دے تو میں اپنا حصہ بھی اُس شریک کے لئے چھوڑ دیتا ہوں کیوں کہ میں تمام شرکاء سے زیادہ شرکت سے بے نیاز ہوں۔

ابوعمر بیان کرتے ہیں کہ ابن عفیر کے موطا میں بھی یہ حدیث پائی گئی ہے۔ اور سوائے ان دو موطا کے اور کسی موطا میں نہیں ہے۔ اُن کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ اور ان کا نام عبدالرحمٰن بن القاسم بن خالد بن جُنادۃ العُتقی تھا۔ مصر کے رہنے والے ہیں۔ ان کی نسبت عتقی ولاء[1] کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ زبید بن الحارث عتقی کے غلاموں میں سے ہیں۔ اس نسبت کی تحقیق میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں جس زمانہ میں آنجنابؐ نے طائف کا محاصرہ فرمایا تھا وہاں کے چند غلام بھاگ کر آئے اور مشرف بایمان ہوئے۔ آں حضرتؐ نے اُن کی نسبت یہ فرمایا کہ۔

هم عتقاء الله تعالے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ عتقاء ایک قبیلہ کے غلام نہیں ہیں بلکہ مختلف قبیلوں کے ہیں۔ بعض حجر حمیر سے ہیں اور بعض سعد العشیرہ سے۔ اور بعض کنانہ مضر سے اور اکثر مصر کے رہنے والے ہیں۔ زبید بن الحارث قبیلہ حجر حمیر سے تھے۔ اُن کا اصل قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جماعت متفق ہوئی اور غارت گری اور لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنالیا۔ اور جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یا شرافتِ اسلام سے مشرف ہونے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اس کو خصوصیت کے ساتھ تکلیف دیتے تھے۔ اور ہر طرح سے راستہ میں ستانے کی کوشش کرتے تھے آنحضرتؐ

---

[1] ولاء عتاقہ کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی شخص غلام کو آزاد کر دیتا تھا اور دوسرے وارثوں کے نہ ہونے کی صورت میں اسکا ترکہ اسکو مل جاتا تھا

نے اُن کی گرفتاری کے لئے ایک فوج کو روانہ کیا۔ جب وہ قیدی بن کر آئے تو آپ نے اُن سب کو آزاد کردیا۔ اسی وجہ سے اُس جماعت کو عتقا کہنے لگے۔ اور جو شخص انکی اولاد میں ہوتا اس کو عتقی کہتے تھے۔

ابن القاسم ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں علمِ حدیث کی راہِ طلب میں بہت سا مال صرف کیا۔ پرہیزگاری و تقویٰ میں عجائب روزگار تھے۔ صحتِ حدیث اورحسنِ روایت میں یگانہ آفاق اور نادرِ زمانہ تھے۔ آپ کی یہ دعا کثرت سے ہوتی تھی۔ اللھم امنع الدنیا منی وامنعنی منھا۔

امیروں اور بادشاہوں کے عطایا و ہدایا کو ہرگز قبول نہیں کرتے تھے۔ عبداللہ بن وہب جنکا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام مالکؒ کے فقہ کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کرنا چاہتا ہے اس کو مناسب ہے کہ ابن القاسم کی صحبت کو اختیار کرے۔ کیونکہ ہم نے اپنا مشغلہ دوسرے علوم کے ساتھ بھی رکھا ہے۔ اور وہ صرف فقہ ہی کی طرف متوجہ رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مذہب مالکی کے فقہا اُن کے جمع کردہ مسائل کو تمام روایتوں پر ترجیح دیتے ہیں کسی شخص نے اشہب سے جو مذہب مالکی کے بڑے لوگوں میں سے ہیں یہ دریافت کیا کہ ابن القاسم کی فقاہت زیادہ ہے یا ابن وہب کی۔ تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ اگر ابن وہب کو ابن القاسم کے بائیں پاؤں کے برابر کریں تو یہ ابن وہب سے فقیہ تر ہوگا۔ لیکن مذہب مالکی کے محققین نے لکھا ہے کہ مسائلِ خراج اور دیات میں اشہب کو پوری مہارت تھی۔ خرید و فروخت اور معاملات کے مسائل میں ابن القاسم کو اور حج و مناسک کے مسئلوں میں ابن وہب کو ترجیح تھی واللہ اعلم۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ مجھکو ابتدا میں جو امام کی صحبت میں رہنے کا شوق دامنگیر ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک شخص کو خواب میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اگر علم حق کو دوست رکھتے ہو اور اسی کی طلب کا کامل ارادہ ہے تو تم کو عالمِ آفاق کے پاس جانا چاہیئے۔ میں نے کہا عالمِ آفاق کون اور اس کا نام کیا ہے۔ اُس نے یہ جواب دیا کہ امام مالک۔ ابن القاسم نے ہر سال کے مہینوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا۔ چار ماہ اسکندریہ میں رہ کر روم۔ بربر۔ اور زنگ کے کافروں کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔ اور تین مہینے سفر حج اور زیارتِ پیغمبر میں صرف کرتے تھے۔ اور پانچ مہینے تعلیم علم میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز امام مالکؒ کی مجلس میں اُن کا ذکر آیا تو امام نے یہ فرمایا کہ وہ تو مُشک سے بھری ہوئی تھیلی ہے اللہ تعالیٰ اس کو عافیت کے ساتھ رکھے۔ خرقی نے اپنے کسی رسالہ کی شرح میں ومن قرأ القرآن فی سبع فذلک حسنٌ کے تحت میں لکھا ہے کہ ابن القاسم

ؔ یعنی یہ اچھا ہے کہ کلام مجید سات روز میں پڑھے۔

ماہ رمضان میں دو کلام اللہ ختم کرتے تھے اسد بن الفرات بیان کرتے ہیں کہ ابن القاسم علاوہ رمضان کے بھی قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے میں انکی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کو احیاء علم کی طرف توجہ دلائی تو ایک ختم کو موقوف کر دیا۔ اور آخر عمر تک ایک ہی ختم پر مواظبت کرتے رہے۔ لوگوں نے مختلف اوقات میں امام مالکؒ سے جو مسائل دریافت کئے تھے۔ اور آپ نے اُن کو جواب دیئے تھے اُن کی تین سو جلدیں اُن کے پاس موجود تھیں ۱۹۱ھ میں آپ کی وفات مصر میں ہوئی۔ انتقال کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور یہ دریافت کیا کہ اس عالم میں کونسی چیز نے تم کو فائدہ دیا۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ نماز کی اُن چند رکعتوں نے جنکو اسکندریہ میں ادا کیا تھا پھر اُن سے یہ دریافت کیا کہ فقہ کے وہ مسائل کہاں گئے تو یہ جواب دیا کہ میں نے کچھ نہ دیکھا اور دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سب کو ھباءً منثورا (نیست و نابود) پایا۔

راقم الحروف لکھتا ہے کہ اس جگہ یہ وہم نہ کرنا چاہیئے کہ اشتغال علمی کوئی مفید کام نہیں ہے۔ تعلیم و تعلم میں مشغول رہنا بھی ایک قسم کی عبادت بلکہ بہتر عبادت ہے۔ اور تحقیق حق یہ ہے کہ نفوس انسانیہ اشغال میں مختلف ہیں بعض کو کسی شغل سے تاثیر حاصل ہوتی ہے اور بعض کو کسی سے۔ اور عالم برزخ میں اس تاثیر کا ظہور عظیم واقع ہوتا ہے۔ لیکن شغل بذاتہ سب کے سب محمود ہیں بعض دفعہ عمل قلیل ہوتا ہے مگر خلوص نیت کی وجہ سے وہ عمل ایسا عظیم الشان اور عمدہ سمجھا جاتا ہے کہ دوسرا عمل کثیر نیت صالحہ نہ ہونے کی وجہ سے عمدگی میں اُس کے ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ان[1] اللہ لا ینظر الی صورکم و اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و نیاتکم حق تعالیٰ کیطرف سے قاعدہ کلیہ مقرر ہے۔

موطا کا پانچواں نسخہ

یہ معن بن عیسٰی کا روایت کردہ ہے وہ حدیث جو ان کے مفردات سے ہے اور کسی دوسرے موطا میں نہیں پائی گئی یہ ہے :-

مالك عن سالم ابي النضر مولى عمر بن عبيد الله عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة انها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل فاذا فرغ من صلوته فان كنت يقظانة يحدث معي والا اضطجع حتى يأتيه المؤذن۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات سے تہجد پڑھنے کیلئے اٹھا کرتے تھے جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہو جاتے اگر میں بیدار ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے تھے ورنہ آپ اسوقت تک استراحت فرماتے جبتک کہ مؤذن آپکی خدمت میں حاضر ہوتا۔

[1] اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

معن کی کنیت ابو یحییٰ ہے اور نسب یہ ہے۔

معن بن عیسیٰ بن دینار المدنی القزاز۔

قزاز دونوں زائے معجمہ ہیں۔ قز فروشی کی جانب نسبت ہی۔ قز خام ریشم کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بنی اشجع کے غلاموں میں سے تھے۔ اس وجہ سے ولا کی نسبت سے ان کو اشجعی بھی کہتے ہیں۔ امام مالکؒ کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ اپنے زمانہ کے محقق اور مفتی تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہی کہ یہ امام مالک کے ربیب تھے جس وقت ہارون رشید مؤطا سننے کے اشتیاق میں اپنے دونوں صاحبزادوں یعنی امین اور مامون کو لے کر امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت مؤطا کے قاری بھی معن بن عیسیٰ تھے۔ ہارون اور ان کے دونوں صاحبزادے کچھ دیر سنتے رہے معن بن عیسیٰ اکثر حجرہ کے دروازہ پر رہتے تھے۔ اور جو کچھ امام کی زبان فیض ترجمان سے نکلتا تھا اسکو سنکر لکھ لیتے تھے۔ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایسے بوڑھے ہو گئے کہ لاٹھی رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاٹھی کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔ امام مالکؒ اُن کے دوش کے سہارے مسجد نبوی تک اقامت جماعت کے لئے تشریف لیجاتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔ بخاری مسلم۔ ترمذی اور دوسری معتبر کتابوں میں ان کی بہت روایتیں ہیں۔ آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے چالیس ہزار مسئلے سُنے تھے۔ ماہ شوال ۱۹۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا۔

مؤطا کا چھٹا نسخہ

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی کا روایت کردہ ہی تنیس الجزائر (مغرب) میں ایک شہر ہے آخر عمر میں عبداللہ بن یوسف نے وہاں کی سکونت اختیار کی تھی۔ ورنہ دراصل وہ دمشقی تھے۔ ذیل کی حدیث صرف ان ہی کی مؤطا میں ہے۔

مالك عن ابن شهاب عن حبيب مولى عروة عن عروة بن الزبير ان رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الاعمال افضل قال ايمان بالله۔ قال فاى العتاقة افضل قال انفسها۔ قال فان لم اجد يا رسول الله قال

عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سرور کائنات سے یہ دریافت کیا کہ عمل کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا پھر اس نے عرض کیا کہ غلام کونسا آزاد کرنا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ جو بیش قیمت ہو پھر اُس نے پوچھا کہ اگر مجھ کو اسکی بھی طاقت نہ ہو آپ نے

تصنع لصانع او تعین اخرق - قال فان لم استطع یارسول الله قال تدع الناس من شرك فانها صدقة تتصدق علی نفسك -

فرمایا کسی پیشہ ور کو سہارا دیدیا کسی اپاہج کی مدد کردے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ اگر مجھکو اسکی بھی طاقت نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا ایسا صدقہ ہے جس کو تو اپنے نفس کے لئے کرتا ہے۔

ابوعمر بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث ابن وہب کی مؤطا میں بھی ہے البتہ کسی دوسرے مؤطا میں نہیں ہے۔

عبداللہ بن یوسف کی کنیت ابومحمد ہے۔ اور اُن کا نسب و نسبت عبداللہ بن یوسف الکلاعی الدمشقی ثم التنیسی ہے۔ بخاریؒ نے ان سے بہت سی روایات بلاواسطہ کی ہیں۔ نہایت بزرگ پرہیزگار اور متخیر تھے۔ بخاری اور ابوحاتم نے اُن کے ثقہ و عادل ہونے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

مؤطا کا ساتواں نسخہ

یہ یحییٰ بن بکیر کا روایت کردہ ہے۔ جو حدیث اُن کے مؤطا کے علاوہ اور کسی مؤطا میں نہیں وہ یہ ہے:-

مالك عن عبد الله بن ابی بکر عن عمرة عن عائشة رضی الله تعالی عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه لیورثه،

عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل کی مجھ پر ہمیشہ تاکید رہی کہ پڑوسی کی خیرخواہی کرتے رہو جس سے میں نے تو یہ خیال کیا تھا کہ شاید پڑوسی کو ترکہ کا وارث بھی کردیں گے

یحییٰ بن بکیر فرماتے تھے کہ میں نے مؤطا کو چودہ مرتبہ امام مالکؒ کو سُنایا ہے۔ اور مؤطا میں چالیس حدیثیں ایسی ہیں کہ جن میں امام مالکؒ اور جناب رسالت مآبؐ کے درمیان دو واسطہ سے زیادہ نہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو ثنائی کہتے ہیں۔ دیارِ مغرب میں انہیں چالیس حدیثوں پر مشتمل ایک رسالہ جدا لکھا گیا ہے۔

احادیثِ مؤطا کی اجازت حاصل کرنے کے وقت یہی چالیس حدیثیں اُستاد کو سُنائی جاتی ہیں۔ ان حدیثوں میں سے پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ مالک نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب کنبہ لٹ گیا اور برباد ہوگیا۔

یحیٰی بن بکیر کی کنیت ابو زکریا ہے۔ اُن کے والد کا نام عبد اللہ ہے بکیر اُن کے دادا ہیں جن کے نام کی طرف اُن کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور اسی سے یہ مشہور ہیں۔ مصر کے رہنے والے ہیں۔ چونکہ بنی مخزوم کے غلاموں سے تھے اس وجہ سے اُن کو مخزومی بھی کہتے ہیں۔ امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگرد ہیں۔ دونوں بزرگوں سے استفادۂ تام کیا ہے۔ بخاریؒ نے بے واسطہ اور مسلمؒ نے ایک واسطہ سے اپنی صحیحین میں بہت سی حدیثیں ان سے روایت کی ہیں۔ محدثین میں سے جس کسی محدث نے ان کی توثیق نہیں کی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو حال کی اطلاع نہیں ہے ورنہ صدق او رامانت میں وہ آفتاب کی مانند اپنے زمانہ میں مشہور تھے۔ اگرچہ حاتم اور نسائی نے بھی انکی توثیق میں تردد کیا ہے اور انکو زیادہ معتبر نہیں کہتے۔ لیکن حق بات یہی ہے کہ انکی امانت۔ راستی دیانت اور وفورِ علم میں کوئی انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ اور جب کہ بخاری و مسلم ان پر اعتماد رکھتے ہوں تو دوسروں کو اُن کے حق میں کلام کرنے کا موقع نہیں ہے۔ یحیٰی کی وفات ۲۳۱ھ میں ہوئی۔

مُوطّا کا آٹھواں نسخہ

یہ بروایت سعید بن عفیر ہے اور ذیل کی حدیث میں وہ منفرد ہیں جو موطا کے دوسرے نسخوں میں نہیں ہے

اخبرنا مالک عن ابن شہاب عن اسمٰعیل بن محمد بن ثابت بن قیس بن شماس عن ثابت بن قیس بن شماس انہ قال یا رسول اللہ لقد خشیت ان اکون قد ہلکت قال بم قال نہانا اللہ تعالیٰ ان نحمد بما لم نفعل واجد نی احب الحمد و نہانا اللہ عن الخیلاء وانا امرأ احب الجمال ونہانا اللہ ان نرفع اصواتنا فوق صوتک وانا امرأ جہیر الصوت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ثابت اما ترضی ان تعیش حمیدا وتموت شہیدا وتدخل الجنۃ قال مالک قتل ثابت بن قیس بن شماس یوم الیمامۃ شہیدا

ثابت بن قیس بن شماس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہے آپنے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو اس (خواہش) سے روکا ہے کہ جو کام ہمنے نہیں کئے اُنپر ہماری تعریف کیجائے لیکن میں اپنی تعریف کو پسند کرتا ہوں اور ہمکو خدا تعالیٰ نے نمائش و نمود سے منع کیا ہے حالانکہ میں زیب و زینت کو عزیز رکھتا ہوں نیز خدا کی ممانعت ہے کہ ہم اپنی آوازیں آپکی آواز کے مقابلہ میں بلند کریں مگر میں فطری طور پر بلند آواز واقع ہوا ہوں اسپر رسول اللہ نے فرمایا کا اے ثابت کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جبتک دنیا میں ہو نیکنامی کی زندگی بسر کرو اور مرو تو شہادت کی موت مرو اور جنت میں بے کھٹکے جاؤ۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس کی شہادت یمامہ کی لڑائی میں واقع ہوئی۔

سعید بن عفیر مصر کے مشہور علما میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عثمان ہے اُن کی نسبت ونسب ولار کے اعتبار سے ہے۔ نسب یہ ہے سعید بن کثیر بن عفیر بن مسلم انصاری۔ یہ بھی امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگرد ہیں۔ بخاری اور دوسرے معتبر محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کو علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ انساب علم تاریخ اور واقعات عرب اور گزشتہ اخبار میں خصوصیت کے ساتھ دخل رکھتے تھے۔ فصاحت اور علوم ادبیہ میں بھی اپنے زمانہ کے سربرآوردہ علما میں تھے۔ بہت زیادہ خوش کلام اور نیک صحبت تھے۔ اُن کی مجالست سے کوئی ہرگز ملول نہ ہوتا تھا۔ اشعار بھی خوب یاد تھے۔ سنہ ۱۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ رمضان سنہ ۲۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

موطا کا نواں نسخہ

یہ بروایت ابو مصعب زہری ہے اور اُن کے منفردات میں سے اس حدیث کو لکھا ہے۔

اخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضى الله تعالى عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن الرقاب ايها الافضل قال اغلاها ثمنا وانفسها عند اهلها۔

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے یہ سوال کیا کہ غلاموں میں سے کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو بیش قیمت ہو اور مالک کے نزدیک زیادہ محبوب ہو۔

لیکن ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ اندلسی کے نسخہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ انکا نسب ابو مصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمن بن عوف زہری ہے۔ ان کو عوفی بھی کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے مفتی وقاضی بھی تھے بشیوخ اہل مدینہ میں ان کا شمار تھا۔ سنہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور امام مالک کی صحبت اختیار کی۔ تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے تفقہ تام عطا فرمایا۔ ابراہیم بن سعد مدنی سے بہت روایت کرتے تھے۔ جو اصحاب صحاح ستہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ البتہ نسائی نے ان سے بواسطہ روایت کی ہے۔ ۹۲ سال کی عمر پائی ابو حذافہ سہمی اور ان کے مؤطا میں سو حدیثیں ایسی موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا مؤطا بھی مثل مؤطا ابو حذافہ ان پچھلے نسخوں میں سے ہے جو امام مالک کو سنایا گیا تھا اسی وجہ سے یہ زیادتی اس مسودہ کی سی نہیں ہے جو قابل ردّ وبدل ہوتا ہے۔ اہل مدینہ کو آپ پر بہت اعتماد

تھا چنانچہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ جب تک ابو مصعب زہری ہم میں زندہ رہے ہم حدیث کے علم اور فقاہت کے اعتبار سے عراق والوں پر غالب رہے۔ جب یہ ایام قضا پہنچا تو عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ ماہ رمضان المبارک ۲۴۲ھ میں وفات پائی۔

مؤطا کا دسواں نسخہ

یہ بروایت مصعب بن عبداللہ زبیری ہے۔ کہتے ہیں کہ ذیل کی حدیث ان کے منفردات میں سے ہے۔ مگر ابن عبدالبر نے اس حدیث کو یحییٰ بن بکیر اور سلیمان کے نسخہ میں بھی پایا ہے۔

مالك عن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لاصحاب الحجر لا تدخلوا على هؤلاء القوم المعذبين الا ان تكونوا باكين فان لم تكونوا باكين فلا تدخلوا عليهم ان يصيبكم مثل ما اصابهم۔

ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے یہ کھنڈر اصحاب حجر کے ہیں۔ تو اے لوگو ایک ایسی قوم معذب پر بغیر اسکے مت گزرو کہ تم خدا کے خوف کو یاد کرکے رونیوالے ہو اور اگر رونا تم کو نہ آئے تو وہاں سے گزرنیکی ضرورت بھی نہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے اعتنائی کیوجہ سے تمکو بھی وہی مصیبت پہنچ جائے جو انکو پہنچی تھی۔

مؤطا کا گیارھواں نسخہ

یہ محمد بن مبارک صوری کی روایت سے ہے۔

مؤطا کا بارھواں نسخہ

یہ بروایت سلمان بن برد ہے۔ راقم الحروف کو ان دونوں نسخوں کی احادیث پر اطلاع حاصل نہیں ہوئی۔ مگر غافقی نے جو کتاب لکھی ہے جو "مسند احادیث الموطا من اثنتی عشرۃ" کے نام سے موسوم ہے۔ اور اپنے سے امام مالک تک اس کتاب میں صحیح رجال کے ساتھ سند بیان کی ہے۔ راقم الحروف نے بھی اس کتاب کی تمام احادیث کو اپنے شیخ سے حاصل کرکے مطالعہ کیا ہے۔ غالب یہ ہے کہ

غافقی کو ان نسخوں کے اصحاب تک دو واسطے ہوتے ہیں۔ اور امام مالکؒ تک تین واسطے۔ اس مسند کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ موطا کے ان بارہ نسخوں میں کل چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶ حدیثیں ہیں۔ ان میں سے ۹۰ نوے حدیثیں مختلف فیہ ہیں کہ بعض اہل نسخہ وہ حدیثیں رکھتے ہیں اور بعض نہیں رکھتے اور باقی متفق علیہ ہیں کہ تمام نسخوں میں موجود ہیں۔ اور منجملہ اُن کے ستائیس ۲۷ حدیثیں مرسل ہیں اور پندرہ ۱۵ موقوف۔ امام مالکؒ کے شیوخ جن کے نام اس مسند میں مذکور ہیں تعداد میں پچھتر ۷۵ ہیں۔ دو جگہ پر بغیر تعیین نام کے یہ عبارت مذکور ہے۔ مالك عن الثقة عندہ ۔ یعنی امام مالک نے ایسے شخص سے روایت کی ہے جو اُن کے نزدیک ثقہ ہیں۔ امام مالکؒ نے لفظ بلغنی سے بغیر ذکر راوی کے پانچ موقعوں میں روایت کی ہے۔ جملہ رجال صحابہ کی تعداد جو اس مسند میں مذکور ہیں پچاسی ۸۵ ہے۔ اور صحابیات میں تیئیس ۲۳ اور تابعین میں سے اڑتالیس ۴۸ ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ چونکہ کلام کا سلسلہ مسند غافقی تک پہنچ گیا تو اُن کا کچھ حال بھی ضرور لکھنا چاہیئے۔ ان کی کنیت ابو القاسم اور نام عبد الرحمن بن عبد اللہ بن محمد الغافقی الجوہری ہے۔ قسطاس کے مشائخ میں سے ہیں۔

قسطاس ملک شام میں ایک شہر ہے جو دمشق کے متصل ہے۔ اُن دیار کے مشہور اور اعلیٰ درجہ کے محدّث مثل حسن بن رشیق اور ابن شبعان وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ نہایت پرہیزگار اور فقیہ تھے۔ بایں ہمہ اپنے آپ کو فقیہوں کے زمرہ میں شمار نہیں کرتے تھے۔ ایسے خلوت پسند تھے کہ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ اپنے ہی مکان میں عزلت گزیں تھے۔ باہر کم نکلتے تھے۔ دو ۲ عمدہ کتابیں اُن کی یادگار ہیں۔ ایک مسند موطا دوسری مسند مالیس فی الموطا۔ مذہبًا مالکی تھے۔ ماہ رمضان المبارک ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ دو شخصوں نے امام مالکؒ سے موطا کو روایت کیا ہے اور دونوں کا نام یحیٰی بن یحیٰی ہے۔ ایک اُن میں سے وہی ہیں جن کا حال نسخہ اُولیٰ کے بیان میں گذر چکا۔ اور وہ موطا کے مشہور ترین نسخوں میں سے ہے۔ لیکن صحیحین بلکہ صحاح ستہ میں اُن سے کوئی روایت نہیں ہے۔ چونکہ اُن کو وہم زیادہ رہتا تھا۔ اس وجہ سے ان بزرگوں نے ان کو ترک کر دیا۔ دوسرے یحیٰی بن یحیٰی بن بکیر بن عبد الرحمن تمیمی حنظلی نیشاپوری ہیں۔ اُن کی وفات ۲۲۲ھ میں ہوئی۔ بخاری اور مسلم میں اُن کی روایت موجود ہے۔ جو اشخاص رجالِ حدیث سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے وہ دونوں میں اشتباہ پیدا کر دیتے ہیں۔

موطأ کا تیرھواں ۱۳ نسخہ

یہ نسخہ بروایت یحییٰ بن یحییٰ تمیمی ہے۔ جو باب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما میں منعقد کیا ہے۔ اور یہی ابواب موطأ کا آخر باب ہے۔ اسی پر ان کے موطأ کا اختتام ہے اس میں یہ حدیث ہے۔

مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن مطعم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لي خمسة اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحي الذي يمحو الله بي الكفر وانا الحاشر الذي يحشر الناس على قدمي وانا العاقب۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں۔ محمد۔ اور احمد۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے کفر کی جڑ کاٹ دی ہے اور نیز قیامت کے دن تمام آدمی میرے قدم بقدم چلیں گے اس وجہ سے میرا نام ماحی اور حاشر ہوا اور میرا نام عاقب بھی ہے۔

موطأ کا چودھواں ۱۴ نسخہ

یہ بروایت ابوحذافہ سہمی ہے۔ اُن کا نام احمد بن اسمٰعیل ہے۔ وفات کے اعتبار سے یہ امام مالک کے آخری شاگردوں میں سے ہیں۔ بغداد میں عیدالفطر کے روز ۲۵۹ھ میں وفات پائی۔ چونکہ شرائط کے لحاظ سے چنداں معتبر نہ تھے۔ اسی وجہ سے دارقطنی ان کی تضعیف کرکے کہتے تھے کہ بعض اشخاص نے ایسی چند حدیثوں کو جو موطأ سے خارج ہیں موطأ میں داخل کرکے انکو سُنائیں۔ اور وہ متنبہ نہیں ہوئے۔ خطیب فرماتے ہیں کہ دانستہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ لیکن غفلت اور سادگی کی بنا پر اس بلا میں پڑجاتے۔ برقانی جو دارقطنی کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے دارقطنی سے دریافت کیا تھا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی کتاب جس میں احادیث صحیحہ ہوں جمع کردں اُس میں ابوحذافہ کی روایت کو بھی درج کردں یا نہیں۔ فرمایا کچھ ڈر نہیں ہے۔ مگر ابن عدی نے بیان کیا کہ ابوحذافہ امام مالکؒ سے بے اصل اور باطل باتیں روایت کرتے ہیں ان کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اور اس قباحت کا غالباً یہ سبب ہے کہ وہ مغفل تھے۔ لوگ انکو فریب دیتے تھے۔ دوسرے اشخاص ان حدیثوں کو جو غیر معتبر تھیں مُوطأ میں درج کرکے انکے سامنے پڑھتے تھے اور وہ انکو یاد کرلیتے تھے نہ یہ

کہ خود جھوٹ کہتے تھے۔ چنانچہ دارقطنی نے فوراً اسکی تصدیق کی۔ اور اس امر کو صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ اصل میں یہ قریشی تھے۔ بنی سہم سے جو قریش کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ ہے۔ اوّل اوّل مدینہ منورہ میں رہا کرتے تھے آخر میں بغداد میں سکونت اختیار کی تھی۔ تقریبًا ایک سو سال کی عمر پائی۔

مؤطا کا پندرھواں نسخہ

یہ بروایت سوید بن سعید ہے اور ان کے منفردات میں سے یہ حدیث ہے:-

مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من الناس ولكن يقبض العلم بقبض العلماء فاذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا۔

علم کے اٹھائے جانے اور دُنیا سے مفقود ہونے کی یہ صورت نہ ہوگی کہ آدمیوں کے سینے سے علم کو سلب کر لیا جائے گا بلکہ علماء اٹھا لئے جائیں گے اور جب انکا کوئی جانشین عالم باقی نہ رہے گا تو مخلوق جاہلوں کو اپنا سردار خیال کرے گی اور ان سے ہی اپنے مسائل کو دریافت کریگی اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیکر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ان کی کنیت و نام ابو محمد سوید بن سعید الہروی ہے اور حدثانی بھی انکو کہتے ہیں مسلم اور ابن ماجہ نے اُن سے روایت کی ہے۔ اور وہ انکو معتبر جانتے ہیں۔ ابو القاسم بغوی تو ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے لیکن امام احمد بن حنبل بعض امور میں اُن پر گرفت فرمایا کرتے تھے۔ اس فن کے محققین کا بیان ہے کہ جب وہ اپنے نوشتہ میں سے روایت کیا کرتے تھے تو احتیاط کو مدنظر رکھتے تھے۔ اور جب اپنی یاد سے لکھواتے تھے تو خطا کرتے تھے۔ اور آخر عمر میں کبرسنی اور بڑھاپا اور ضعف بصارت و حافظہ میں خلل ہونے کے سبب سے قابل اعتماد نہیں رہے تھے۔ اگرچہ ان کی احادیث میں بہت سے منکرات ہیں لیکن امام مسلم نے ان منکرات کو اصول معتبرہ سے دفع کر کے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ ماہ شوال ۲۴۰ھ میں انتقال فرمایا رحمہ اللہ

مؤطا کا سولھواں نسخہ

یہ بروایت امام مجتہد محمد بن الحسن شیبانی ہے امام محمد صاحب ایسے معروف و مشہور ہیں

کہ کچھ تعریف و توصیف کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے اپنی موطا کو اس حدیث پر ختم کیا ہے۔

اخبرنا مالک عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اجلکم فیما خلا من الامم کما بین صلوۃ العصر الی مغرب الشمس وانما مثلکم ومثل الیہود والنصاریٰ کرجل استعمل عمالا فقال من یعمل لی الی نصف النہار علی قیراط قیراط فعملت الیہود ثم قال من یعمل لی من نصف النہار الی العصر علی قیراط قیراط فعملت النصاریٰ علی قیراط قیراط ثم قال من یعمل لی من صلوۃ العصر الی مغرب الشمس علی قیراطین قیراطین الا فانتم الذین تعملون من صلوۃ العصر الی مغرب الشمس علی قیراطین قیراطین قال فغضب الیہود والنصاریٰ وقالوا نحن اکثر عملا واقل عطاءً قال ھل ظلمتکم من حقکم شیئًا قالوا لا قال فانہ فضلی اوتیہ من اشاء۔ قال محمد ھذا الحدیث یدل علی ان تاخیر العصر افضل من تعجیلہا الا تری انہ جعل مابین الظہر الی العصر اکثر مما بین العصر الی المغرب فی ھذا الحدیث ومن عجل العصر کان ما بین الظہر الی العصر اقل مما بین العصر الی المغرب۔ فھذا یدل علی تاخیر العصر وتاخیر العصر افضل من تعجیلہا مادامت الشمس بیضاء نقیۃ لم یخالطہا صفرۃ وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا رحمہم اللہ تعالیٰ۔ انتہیٰ

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری مدت حیات وبقا دیگر گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ عصر کی نماز سے مغرب تک کا وقت گویا تمہاری اور یہود اور نصاریٰ کی مثال یوں بیان ہو سکتی ہے کہ ایک شخص نے کسی کام کے لئے چند مزدوروں کو رکھا اور کہا کہ تم میں سے کتنے ایسے ہیں کہ جو صبح سے دوپہر ڈھلنے تک کام کریں اور ایک ایک قیراط لیتے رہیں۔ چنانچہ یہود نے اسکی تعمیل کی اسکے بعد وہ کہنے لگا کہ اب تم میں ایسے کتنے ہیں جو دوپہر ڈھلنے سے عصر کے وقت تک اسی ایک ایک قیراط پر رضا مند ہوں ہکو نصاریٰ نے منظور کر لیا۔ پھر اُسنے کہا اب کون ہے جو فقط عصر کی نماز سے مغرب تک کام کرے اور دو دو قیراط اُجرت کے لیلے (اسکے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) یاد رکھو یہ تم لوگ ہو کہ تمنے عصر سے مغرب تک کام کیا اور دو دو قیراط ملے۔ یہود و نصاریٰ اسپر ناراض ہوئے اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہمارا کام زیادہ اور مزدوری کم ہے اُسنے جواب دیا کہ جو مزدوری تمہاری مقرر کیگئی تھی اسکے دینے میں تو کچھ کمی نہیں کی اُنھوں نے کہا کہ نہیں اسپر مالک نے جواب دیا تو پھر اس سے آگے میرا فضل ہے اس میں سے جتنا چاہوں دُوں۔

اس روایت کو نقل کر کے امام محمد نے اسپر استدلال کیا کہ عصر کو ذرا تاخیر سے پڑھنا جلدی پڑھنے سے افضل ہے دیکھو رسول اللہ صلعم نے اس حدیث میں یہ بات بتلادی کہ ظہر اور عصر کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کے درمیانی وقت سے زیادہ ہونا چاہیئے اب جو شخص عصر میں زیادہ عجلت کریگا تو اسکے مسلک کے ظہر اور عصر کی نمازوں کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کی نمازوں کے درمیانی وقت سے کم ہوگا پس اس سے ثابت ہوا کہ عصر میں تاخیر ہونی چاہیئے لیکن عصر کی تاخیر اس کی تعجیل سے اسی وقت تک بہتر ہے جبتک سورج سفید اور صاف ہو یعنی اسپر زردی بالکل نہ آئی ہو۔ چنانچہ یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء رحمہم اللہ کا ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے امام محمد نے جو کچھ اس حدیث سے استنباط کیا ہے وہ صحیح ہے اور حدیث کا مدلول اسی قدر ہے کہ صلوٰۃ عصر اور غروب آفتاب کا مابین کم تر اس وقت کے ہونا چاہئے جو زوالِ آفتاب سے صلوٰۃ عصر تک ہوتا ہے۔ تاکہ عمل کی کمی اور عطا کی زیادتی جو کہ تشبیہ سے مقصود ہے درست ہو۔ اور یہ بات تاوقتیکہ عصر کو اس کے اول وقت سے مؤخر نہ کیا جائے متحقق نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس حدیث سے یہ تمسک کرنا (جیسا کہ بعض فقہاء سے منقول ہے) کہ عصر کا وقت مثلین سے شروع ہوتا ہے اور اس سے پہلے ظہر کا وقت ہے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ حدیث اس مطلب پر دلالت نہیں کرتی۔ البتہ اگر الفاظ حدیث یہ ہوتے مابین وقت العصر الی الغروب تو اس امر کی گنجائش تھی۔ اور اس حدیث سے بلاشک استدلال درست ہوجاتا۔ چونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں مابین صلوٰۃ العصر الی مغرب الشمس۔ اور ظاہر ہے کہ عصر کی نماز اول وقت میں متحقق نہیں ہوتی تھی تاکہ مدعا حاصل ہو۔ اور جو مقابلہ اوقات کا آپ نے بیان فرمایا اس میں تشبیہ کا دارومدار عصر سے غروب آفتاب کے اس درمیانی وقت پر ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کے موافق تھا۔ اور اس وقت سے جب حضور کی مسجد میں عادتاً عصر کی نماز ہوتی تھی۔ مغرب تک کا وقت ظہر اور عصر کے درمیانی وقت سے بے شک تھوڑا ہوتا تھا گو عصر کے ابتدائی وقت سے غروب آفتاب تک کا وقت ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کے برابر ہو۔

اگر کسی کے دل میں ہماری اس تقریر سے یہ کھٹکا ہو کہ تشبیہ کی غرض تفہیم یعنی سمجھانا ہے اور اس صورت میں ایک قسم کی خیال بندی لازم آتی ہے۔ کیونکہ عصر کی نماز پڑھنے کا کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ ہر کوئی تمام وقت کے کسی نہ کسی حصہ میں نماز پڑھ لیتا ہے جس سے کسی وقت کی ابتداء معین کرنا دشوار ہے۔ بخلاف عصر کے اصلی وقت کے کہ وہ خود فی حد ذاتہ متعین ہے تو اس خلجان کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ تشبیہ بیشک سمجھانے کے لئے ہے لیکن مخاطبینِ کلام کے سمجھانے کے لئے۔ اور جو لوگ اس وقت مخاطب تھے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا وقت اچھی طرح معلوم تھا۔ پس ان کی نسبت تو تفہیم میں کچھ شبہ نہیں ہوسکتا اور دوسرے لوگوں کو ان سے سُنکر معنی واضح ہوگئے اور تفہیم پائی گئی۔ دیکھو حضرت عائشہؓ نے آپ کی نماز عصر کا معمول اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

کان یصلے العصر والشمس فی حجرتہا ولم یظہر الفئ بعد۔

رسول اللہ ایسے وقت میں عصر کی نماز پڑھتے تھے کہ دھوپ میرے حجرہ میں ہوتی تھی اور اسوقت تک سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا

اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ بیان ایسے لوگوں کے سوا کسی کو مفید نہیں ہوسکتا کہ جنھوں نے حجرۂ مبارک کو دیکھا ہو اور آفتاب کا اس میں پایا جانا اور سایہ کے ظاہر ہونیکو اس پر قیاس کرلیا ہو۔

اسی طرح حدیث مذکور میں بھی سمجھنا چاہیئے۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ امام محمّد کے کلام میں جو یہ عبارت واقع ہوئی ہے کہ ومن عجل العصر کان ما بین الظہر الی العصر اقل مما بین العصر الی المغرب بظاہر مخدوش معلوم ہوتی ہے کیونکہ قواعد ظلال کے موافق ایک مثل سایہ اکثر میں اسوقت گزرتا ہے جبکہ چوتھائی دن باقی رہ جائے۔ پس دونوں وقت اس حساب سے برابر ہونے چاہیئیں نہ زیادہ نہ کم۔ لیکن امام کے کلام کی یہ توجیہ کرسکتے ہیں کہ امام کی مراد ما بین الظہر سے ما بین وقت المتعارف للصلوٰۃ ہے یعنی اسوقت کے شروع سے کہ جب آپ ظہر کی نماز ادا کرتے تھے۔ اور خصوصاً گرمیوں کے دن میں کہ جن میں ابراد (نماز کو ٹھنڈا کرنا) مستحب ہی۔ عصر تک کا وقت عصر اور مغرب کے درمیانی وقت سے بشرطیکہ عصر میں تعجیل کیجائے تھوڑا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

" ملا علی قاری نے جو متاخرین میں سے ہیں اسی نسخہ مؤطا کی شرح کی ہے اور اس دیار میں یہی نسخہ مروج اور مشہور ہے"۔ اور مؤطا کے متعلقات میں سے دو کتابیں اور ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ابن عبدالبر کی تصنیف ہیں۔ ایک کا نام کتاب التقصی لمافی المؤطا من الاحادیث ہے چونکہ اس کتاب میں مؤطا کی حدیثوں کو تمام وکمال درج کیا ہے اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا اور لغوی معنی سے ان معنی کو یہ مناسبت ہو کہ تقصی کے لغوی معنی دور جانیکے ہیں۔ مؤلف کی مراد اس نام سے مبالغہ کرنا ہے۔ یعنی مؤطا کی حدیثوں کو اس کے تمام نسخوں سے جمع کردیا ہے اور دوسری کتاب کا نام کتاب الاستذکار[۱] لمذاہب علماء الامصار فیما تضمنہ المؤطا من معانی الرائے والآثار ہے۔

چونکہ ان دونوں کتابوں کے مقاصد ان کے نام سے ہی ظاہر ہیں اس لئے انکے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہو اور آخری کتاب بہت رائج اور مشہور ہے اور اول کتاب بھی دستیاب ہوتی ہے۔ اور مشارق قاضی عیاض صحیحین اور مؤطا دونوں کی شرح ہو۔ امام بونی نے بھی (جن کا نام عبدالملک مروان بن علی ہے) مؤطا کی شرح لکھی ہو۔ انھوں نے اس شرح کا نام کشف المغطی رکھا ہو۔ یہ شرح دیار مغرب میں ملتی ہے بہت مفید اور نافع ہو۔ متاخرین میں سے شیخ جلال الدین سیوطی نے اس کی ایک شرح لکھی ہے اس کا نام تنویر الحوالک فی شرح مؤطا مالک ہو۔ یہ شرح بھی اس دیار میں ملتی ہے اور حضرت شیخ المشائخ پیشوائے علما۔ راسخین جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی اس مؤطا کی جو بروایت یحییٰ بن یحییٰ لیثی ہو دو شرحیں لکھی ہیں پہلی

[۱] "الاستدراک لمذاہب الاعصار فیما تضمنہ المؤطا من معانی الرآی والآثار" ابن خلکان۔

شرح کچھ دقیق اور مجتہدانہ فارسی زبان میں ہے مصفّی فی احادیث الموطا اس کا نام ہے۔ اور دوسری شرح مختصر ہے۔ اس میں صرف فقہاء حنفیہ و شافعیہ کے مذاہب بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے اور کچھ ان ضروری امور کا بھی (جو مشکل تھے شرح غریب سے ضبط کرکے) بیان کیا ہے اس کا نام مسوّیٰ من احادیث الموطا ہے۔ راقم الحروف نے اس شرح کو ان سے ضبط و اتقان کے ساتھ سنا ہے۔

فائدہ مہمہ۔ یہ جاننا چاہیئے کہ اس زمانہ میں چاروں اماموں کی تصنیف میں سے موطا کے سوا علم حدیث میں اور کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔ اور دوسرے اماموں کے مسانید جو عالم میں مشہور ہیں وہ امام خود ان کی تصنیف میں مشغول نہیں ہوئے بلکہ دوسرے اشخاص نے جو ان کے بعد میں آئے ہیں ان کے مرویات کو جمع کرکے مسند فلاں نام رکھ دیا اور یہ امر ہر عقلمند جانتا ہے کہ کسی شخص کے مرویات اسوقت تک رطب و یابس یعنی صحیح و ضعیف کا مجموعہ رہتی ہیں جب تک وہ شخص جسکی بزرگی و فضیلت کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں خود اس مخلوط کو چند دفعہ گہری نظروں سے مطالعہ کرکے متمیز نہ کردے۔ اور جبتک وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم نہ کرے کسی قسم کا اعتماد اور بھروسہ نہیں ہوسکتا۔

مسانید حضرت امام اعظم رح

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسند مشہور ہے وہ قاضی القضاۃ ابوالموید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی کا تالیف کردہ ہے جو ۶۶۵ھ میں رائج ہوا ہے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان مسانید کو جنکو علماء سابق نے تیار کیا تھا اس مسند میں جمع کردیا ہے اور اپنے خیال کے موافق کسی ایسی چیز کو جو امام صاحب کے مرویات سے تھی ترک نہیں کیا۔ چنانچہ قاضی القضاۃ نے خود اس مسند کے خطبہ میں ان مسندوں اور نیز ان کے مصنفین کا نام اور ان مصنفین تک اپنی سند کو مفصل بیان کیا ہے۔ اسوقت تک کثرت سے دو مسند رائج اور مشہور ہیں۔ اوّل حافظ الحدیث محمد بن یعقوب حارثی کا مسند اور دوسرا حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو کا مسند۔ چنانچہ راقم الحروف کو بھی ان تینوں سندوں کی اجازت اپنے شیوخ سے پہنچی ہے۔ اس مسند کو حضرت امام اعظم رح رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم مسند ابوبکر کو جو حضرت امام احمد کا ترتیب دادہ ہے، حضرت ابوبکر صدیق کی طرف نسبت کریں اور اسمیں زیادہ مغالطہ نہیں ہے۔

مسند حضرت امام شافعیؒ

یہ اُن احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہے جنکو خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے روبرو سند کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے اور روایت کیا کرتے تھے اور ان حدیثوں میں سے جو حدیثیں ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم نے ربیع بن سلیمان مرادی سے سنکر کتاب الاُم اور مبسوط کے ضمن میں جمع کی تھیں یہاں انکو ایک جگہ پر جمع کر کے مسند امام شافعی نام رکھ دیا ہے۔ اور ربیع بن سلیمان نے جو امام شافعیؒ کے بلا واسطہ شاگرد ہیں۔ تمام حدیثوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے۔ البتہ جزو اول کی چار حدیثوں کو امام شافعیؒ سے بواسطہ بویطی کے روایت کیا ہے اور جامع وملتقط کی حدیثوں کو ایک شخص نے جو نیشاپور کے رہنے والے ہیں اور جنکا نام ابوجعفر محمد بن مطر ہے ابواب ام اور مبسوط سے انتخاب کر کے جدا لکھا۔ اور چونکہ یہ سب ابو العباس صم کا جمع کردہ تھا اسی وجہ سے اُس کو مسند شافعی لکھتے ہیں " بعض کا یہ قول ہے کہ خود ابو العباس نے اُن حدیثوں کو انتخاب کیا ہے اور محمد بن مطر صرف کاتب تھے بہرحال وہ مسند نہ مسانید ہی کی ترتیب پر ہے نہ ابواب کی بلکہ کیف ما اتفق انتخاب کر کے جدا لکھا گیا اور اسی وجہ سے اُس کے اکثر موقعوں میں بہت تکرار واقع ہوئی ہے ۔ اس مسند کے شروع میں یہ حدیث ہے

قال الامام الشافعی فیما اخرج من کتاب الوضوء	امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کتاب الاُم کے باب
یعنی من کتاب الام اخبرنا مالک عن صفوان	وضو کی روایت میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ
بن سلیم عن سعید بن سلمۃ رجل من آل	ابو ہریرہ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ
ابن الازرق ان المغیرۃ بن ابی بردۃ وھو	علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
من بنی عبد الدار اخبرہ انہ سمع اباھریرۃ	علیہ وسلم) ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا
یقول سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم	سا پانی پینے کے لئے رکھ لیتے ہیں اب اگر اسی سے وضو
فقال یا رسول اللہ انا نرکب البحر ونحمل	کریں تو تشنہ رہیں۔ پس ان حالات کے ہوتے ہوئے کیا
معنا القلیل من الماء فان توضأنا بہ	سمندر کے پانی کو ہم وضو کے کام میں لا سکتے ہیں اسپر
عطشنا افنتوضأ بماء البحر فقال النبی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں شبہہ کیا ہے
صلی اللہ علیہ وسلم ھو الطھور	سمندر کا پانی بالکل پاک ہے اور اس کا مُردا
ماءہ والحل میتتہ	حلال وطیب ہے۔

ف۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ نے سمندر کے پانی کی نسبت اس وجہ سے سوال کیا تھا کہ سمندر کا پانی جاری نہیں ہے بلکہ ٹھیرا ہوا ہے اور اس میں ہر طرح کے جانور وغیرہ مرتے ہیں" اور یا اس وجہ سے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ بحر کے نیچے نار ہے تو اُسکے ملابست کی وجہ سے شاید اس پانی کا استعمال عبادات کے لئے پسند نہ ہو۔ نیز ممکن ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہوں۔

مسند امام احمد بن حنبل

مسند امام احمد بن حنبل اگرچہ خود امام عالی مقام کی تصنیف اور آپ ہی کی لکھی ہوئی ہے لیکن اس میں بہت سے زیادات ان کے بیٹے عبداللہ کے ہیں۔ اور بعض زیادات ابو بکر قطیعی کے بھی ہیں۔ جو اس کتاب کو ان کے بیٹے سے روایت کرتے ہیں" یہ کتاب مستطاب اٹھارہ مسندوں پر مشتمل ہے۔

مسند عشرہ مبشرہ۔ مسند اہل بیت نبوی۔ مسند ابن مسعود۔ مسند عبداللہ بن عمر۔ مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص وابی رمثہ۔ مسند حضرت عباس اور انکے نامور صاحبزادوں کا۔ مسند عبداللہ بن عباس۔ مسند ابی ہریرہ۔ مسند انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسند ابی سعید خدری مسند جابر بن عبداللہ انصاری۔ مسند مکیاں۔ مسند مدنیاں۔ مسند کوفیاں۔ مسند بصریاں۔ مسند شامیاں۔ مسند انصار۔ مسند عائشہ مع مسند النساء۔ اور تمام کتاب کو اکسٹھ جزؤں پر تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم حسن بن علی ابن المذہب کی ہے جو قطیعی سے اس کتاب کو روایت کرتے ہیں" امام احمد اس کتاب کو بطریق بیاض جمع کرتے تھے اس کی ترتیب و تہذیب خود امام سے واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ اُن کے بعد انکے بیٹے عبداللہ اُس کی ترتیب میں مشغول ہوئے مگر اس میں بہت سی خطائیں اُنسے ظاہر ہوئیں۔ مدینہ والوں کو شامیوں میں اور شام والوں کو مدینہ والوں میں جمع کر دیا ہے" چنانچہ بعض حفاظ متقنین نے اسی ترتیب پر رکھا ہے۔ اور اصفہان کے بعض محدثین نے اس کو بہ ترتیب ابواب مرتب کیا ہے۔ لیکن وہ نسخہ نظر سے نہیں گزرا۔ حافظ ناصر الدین بن زریق نے بھی بہ ترتیب ابواب مرتب کیا تھا لیکن یہ نسخہ تیمور کے اس حادثہ میں جو دمشق پر واقع ہوا تھا مفقود ہو گیا۔ حافظ ابو بکر بن محب الدین نے اُسکو حروف معجم پر ترتیب دیا۔

حافظ ابوالحسن ہیثمی نے اُن احادیث کو جو امام احمدؒ کی مسند میں صحاح ستہ کی حدیثوں سے زائد ہیں جدا کرکے مشتمل بر ابواب کیا ہے۔ اس جگہ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ قطیعی تصغیر کا صیغہ نہیں ہے۔

بلکہ قاف کے فتحہ اور طا کے کسرہ سے ہے یا اسمیں نسبت کی ہے یعنی منسوب بہ قطیعہ۔ قطیعہ بغداد میں سات محلوں کا نام ہے۔ قاموس میں ہو کہ قطیعہ بروزن شریعہ بغداد میں چند محلے ہیں جنکو خلیفہ منصور نے اعیان دولت کو آبادی وسکونت کے لئے عطا کئے تھے۔ قاموس میں ان محلوں کے نام شمار کر کے لکھا ہے کہ انھیں میں سے قطیعۃ الدقیق ہے اور احمد بن جعفر بن حمدان محدث وہیں کے رہنے والے ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ ابوبکر قَطیعی یہی ہیں۔ قطیعہ کو ہندی میں کٹرہ کہتے ہیں۔ امام احمدؒ کی اس مسند کے علاوہ جسکا صرف مسودہ ہی تھا اور جس کو انھوں نے اپنی حیات میں مرتّب اور مہذب نہیں کیا تھا۔ اور بھی تصنیفات ہیں منجملہ ان کے ایک تفسیر ہے جو بہت مبسوط ہو اور کتاب الرد۔ کتاب النّاسخ والمنسوخ کتاب المنسک الکبیر۔ کتاب المنسک الصغیر اور کتاب حدیث شعبہ ہو۔ فضائل صحابہ میں بھی ایک تصنیف ہے اور حضرت ابوبکر و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل میں بھی اُن کی تصنیفات ہیں۔ اور ایک کتاب تاریخ میں ہے۔ کتاب الاشربہ بھی ان کی ہی تصنیف ہے۔ لیکن ان کی یہ تمام تصنیفات اصول مذہب اور اسکے ماخذ کے بیان میں مثل مؤطا کے نہیں ہیں۔ بلکہ از قبیل فوائد دینی ہیں اور اس امر میں تمام محدثین انکے شریک ہیں بلکہ اُن سے سبقت رکھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ مسند میں اصل سے تیس ہزار حدیثیں ہیں اور جب انکے بیٹے عبداللہ کی زیادات کو ملا یا جائے تو چالیس ہزار حدیثیں ہوتی ہیں لیکن بعض محدثین نے اپنے شیوخ اور بعض ثقات سے یہ نقل کیا ہو کُل تیس ہزار حدیثیں ہیں۔ واللہ اعلم۔ ان اقوال میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ جن لوگوں نے مکرر حدیث کو شمار کیا ہو انھوں نے چالیس ہزار کہہ دیا۔ اور جسنے انکو ساقط کر دیا وہ تیس ہزار کہتے ہیں پس دونوں قول اس طرح صحیح ہو گئے۔ اس جگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ محدثین کے نزدیک جسوقت حدیث کا راوی صحابی مختلف ہوجاتا ہے تو حدیث دوسری ہوجاتی ہے۔ گو الفاظ و معنی حدیث اور قصہ متحد ہوں۔ البتہ فقہا کی اصطلاح میں فقط معنی کا اعتبار ہے جبتک اصل معنی واحد ہیں حدیث واحد ہی رہیگی بلکہ وہ ان خصوصیات کا بھی اعتبار نہیں کرتے جو اصل معنی پر زائد ہیں۔ وہ صرف محط فائدہ اور ماخذ حکم پر نظر کرتے ہیں۔ اور حقیقت الامر یہ ہے کہ چونکہ فقہا کی نظر استنباط ہوتا ہو اسوجہ سے وہ اسی کا مقتضی ہے کہ جب تک اصل معنی واحد ہیں حدیث کو واحد ہی شمار کیا جائے۔ امام احمدؒ جب اس مسند کے مسودہ سے فارغ ہوگئے تو انھوں نے اپنی تمام اولاد کو جمع کیا اور انکو یہ مسند سنا کر فرمایا کہ "یہ وہ کتاب ہے، جسکو میں نے جمع کیا ہے اور سات لاکھ پچاس ہزار روایتوں سے انتخاب کیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف

تو وہ اپنا مرجع اور معیار اس کتاب کو بنائیں اگر اس کتاب میں اس کی اصل پائیں تو فبہا ورنہ اس کو غیر معتبر خیال کریں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ اس سے مراد وہی احادیث ہیں جو درجہ شہرت یا تواتر معنی کو نہیں پہنچیں ورنہ ایسی احادیث مشہورہ بہت ہیں جو مسند میں نہیں ہیں۔ مسند امام احمد میں سب سے اول مسند ابی بکر صدیق ہے اور اس کی ابتدائی حدیثوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسکو انھوں نے اپنے زمانہ خلافت میں ممبر پر بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا تھا کہ اے لوگو تم اس آیۃ کو پڑھتے ہو۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اور تم اس آیۃ کا مطلب یہ سمجھتے ہو کہ مسلمانوں کو اپنی جان کی فکر کرنی چاہیئے۔ اگر تم راہ یاب ہوگئے تو گمراہوں کی گمراہی سے تم کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا (اور اسوجہ سے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ضروری نہیں خیال کرتے) حالانکہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا سنا ہے کہ اگر لوگ امر غیر مشروع پر سکوت کریں اور اسکے تغیر وتبدل کی فکر نہ کریں تو اس کا ڈر ہے کہ حق تعالےٰ گنہ گاروں کے ساتھ سکوت کرنے والوں کو بھی عذاب میں گرفتار فرمائے (کیونکہ یہ وعظ ونصیحت اور تغیر غیر مشروع کے ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوئے)

پس آیۃ کے معنی اس طرح پر ہیں کہ تم اپنی جانوں کا فکر کرو یعنی تمہارے ذمہ پر جو واجبات ہیں انکو ادا کرو اور منجملہ انکے امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی ہے لیکن جبکہ تم نے اپنی طرف سے پوری سعی کی اور پھر بھی وہ لوگ باز نہ آئے تو اس صورت میں تم بری الذمہ ہو اور انکی معصیت سے تم کو کوئی ضرر نہ ہوگا اور عذاب میں مبتلا نہ ہوگے۔

مسند ابوداؤد الطیالسی

اس مسند کے ابتدا میں مسند ابوبکر ہے اور اس کے اول یہ حدیث ہے:۔

حدثنا شعبة قال حدثنا عثمان بن المغیرة قال سمعت علی بن ربیعة الاسدی یحدث عن اسماء او ابن اسماء الفزاری. قال سمعت علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول کنت اذا سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

اسماء یا ابن اسماء الفزاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنتا ہوں تو مجھکو اللہ تعالیٰ اس چیز کے ساتھ نفع پہنچاتا ہے جس سے وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر نے یہ حدیث بیان

حدثنا فنفعنی اللہ عز وجل بما شاء ان ینفعنی منہ قال علی وحدثنی ابوبکر وصدق ابوبکر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد یذنب ذنبا ثم یتوضأ ویصلی رکعتین ثم یستغفر اللہ الا غفر لہ ثم تلی ہذہ الآیۃ والذین اذا فعلوا فاحشۃ اوظلموا انفسہم الآیۃ والآیۃ الاخری ومن یعمل سوءًا او یظلم نفسہ الآیۃ۔

فرمائی ہے (اور ابوبکر نے سچ کہا تھا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی گناہ کرکے (پشیمان ہو) اور پھر وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے پھر اس کے استشہاد میں کلام مجید کی یہ آیت پڑھی والذین اذا فعلوا الخ اور نیز یہ دوسری آیت ومن یعمل الخ۔

* ان کا نام سلیمان بن داؤد بن الجارود طیالسی ہے۔* یہ دراصل شہر فارس کے رہنے والے ہیں اور آخر میں بصرہ کی سکونت اختیار فرمائی تھی اور وہاں کے محدثین میں سے مثل شعبہ و ہشام دستوائی و ابن عون وغیرہم سے کثرت کے ساتھ روایت رکھتے ہیں اور احادیث طویلہ کو خوب محفوظ رکھتے تھے اور اپنے زمانہ میں اسی کمال کے ساتھ مشہور و معروف تھے۔ انھوں نے ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث کو حاصل کیا تھا بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی اور نفع حاصل کیا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو کچھ ان سے لکھا گیا ہے اس کا شمار چالیس ہزار حدیث کے بقدر پہنچا ہے یعنی طرق حدیث و آثار و موقوفات۔ آپ کی اسی سال کی عمر ہوئی۔ اور ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ یحییٰ بن معین ابن المدینی۔ فلاس۔ وکیع اور دوسرے علما رفن رجال نے انکی بیحد تعدیل و توثیق فرمائی ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ وہ اسی قسم کے آدمی تھے یہ ابوداؤد وہ ابوداؤد نہیں ہیں جن کی سنن صحاح ستہ میں داخل ہے بلکہ یہ ان سے بہت زمانہ پہلے ہیں جیسا کہ اُن کی تاریخ وفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو صاحب صحاح ہیں غالبًا ان سے ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔

مسند عبد بن حُمید بن نصر کشّی

اسکے اوّل بھی مسند ابی بکر ہے جس کی پہلی حدیث یہ ہے:-

اخبرنا یزید بن ہارون قال اخبرنا اسمٰعیل قیس بن ابی حازم ابوبکر صدیق سے روایت کرتے ہیں

ے بعض کا قول ہے کہ ۱۷ سال کی عمر پائی۔ مص۔

بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن ابی بکر الصدیق قال انکم تقرؤن ھٰذہ الآیۃ یاایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الناس اذا رأوا الظالم فلم یاخذ وا علیٰ یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقابہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ قرآن شریف کی یہ آیہ پڑھتے رہتے ہو (مگر اس کا مطلب سمجھنے کے وقت یہ ضرور ملحوظ رہے) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ روکیں تو کچھ بعید نہیں کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ کا عذاب عام گھیرے۔

الکش بفتح کاف وشین معجمہ جرجان میں ایک قریہ ہے۔ اور الکس بالکسر وبالفتح سمرقند کے قریب ایک شہر ہے۔ اور اس کو شین معجمہ کے ساتھ نہ پڑھنا چاہیئے چنانچہ عنقریب ہم اس کا ذکر کریں گے۔ دیکھو قاموس بابُ الشین والسین۔

ان کی کنیت ابو محمد اور نام عبدالحمید بن حمید بن نصر ہے۔ تخفیف کی وجہ سے لوگوں نے صرف عبد پر اکتفا کیا اور عبد بن حمید کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسری صدی ہجری کے شروع میں اپنے وطن سے رحلت کی۔ اور جوانی میں علم حدیث کا شوق ان کو پیدا ہوا۔ یزید بن ہارون اور عبدالرزاق اور محمد بن بشیر اور دیگر ائمہ فن حدیث سے حدیث کا استفادہ کیا۔ امام مسلمؒ جو صاحب صحیح ہیں اور امام ترمذیؒ اور دوسرے محدثین ان سے بہت روایت کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ بھی دلائل النبوۃ میں بطریق تعلیق ان سے روایت لائے ہیں اور ان کا نام عبدالحمید بیان کیا ہے الغرض اس فن کے اماموں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور بہت ثقہ ومعتبر خیال کئے جاتے ہیں۔ ۲۴۳ھ ہجری ان کا سال وفات ہے۔ منجملہ انکی اور تصنیفوں کے ایک یہ مسند ہے اسکو مسند کبیر اس سبب سے کہتے ہیں کہ اس سے ایک اور مسند انتخاب کر کے مسند صغیر تیار کی ہے۔ دوسری تصنیف ایک تفسیر ہے۔ جو دیار عرب میں مشہور اور متداول ہے۔ اسکے علاوہ دوسری تصنیفات بھی ہیں۔

مسند حارث بن ابی اسامہ

یہ جاننا چاہیئے کہ اگر کسی کتاب کو مرتب بہ ابواب فقہ کرتے ہیں مثلاً ایمان۔ وطہارت۔ وصلوٰۃ۔ وصوم الخ اُسکو اصطلاح محدثین میں سنن کہتے ہیں۔ اور اگر صحابہ کے نام پر اسکی ترتیب ہوتی ہے۔ مثلاً

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو جُدا لکھا جائے۔ اور عمرؓ کی روایات کو علیحدہ وعلیٰ ہذا تواس کو مسند کہتے ہیں۔ اور اپنے شیوخ کے ناموں پر اگر مرتب کیا جائے مثلاً جو حدیثیں احمد نامی شخص سے سُنی ہیں انکو جُدا اور جو محمد نامی سے سُنی ہیں ان کو علیحدہ وعلیٰ ہذا القیاس تو اس کو معجم کہتے ہیں۔ لیکن بعض کتابیں اس اصطلاح کے برخلاف بھی مسند کے نام سے مشہور ہیں۔ چنانچہ مسند دارمی اور یہ مسند یعنی مسند حارث بن ابی اسامہ۔ اس لئے کہ مسند دارمی مرتب بہ ابواب ہے اور یہ مسند مرتب بشیوخ۔ چنانچہ اس مسند کی ابتدا مسند یزید بن ہارون سے ہے۔ وہ لکھتے ہیں اخبرنا یزید بن ہارون قال حدثنا زکریا بن ابی زائدۃ عن الشعبی عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی اس سند کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

مسلمان وہ شخص ہے کہ دوسرے مسلمان اُس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں۔

یعنی کسی کو اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے تکلیف نہ پہنچائے اور بُرا نہ کہے۔ انکی کنیت بھی ابو محمد ہے اور دادا کی طرف نسبت کر کے ان کو ابن ابی اسامہ کہتے ہیں۔ انکے باپ کا نام محمد ہے اور ان کے دادا کا نام ابو اسامہ مشہور ہے۔ یہ بغداد کے رہنے والے اور بنی تمیم کے قبیلہ سے ہیں۔

یزید بن ہارون۔ روح بن عبادہ۔ علی بن عاصم۔ واقدی اور دوسرے علماء حدیث سے اس علم کو حاصل کیا ہے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ معتبر اشخاص کو ان سے فائدہ حاصل کرنے اور انکی شاگردی میں اس وجہ سے تردّد تھا کہ وہ روایت کرنے پر طالب زر ہوتے تھے اور اُجرت مانگتے تھے لیکن ابوحاتم۔ ابن حبان۔ ابراہیم حربی۔ دارقطنی ودیگر محققین فن رجال نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور ان کو صدوق جانا ہے۔ روایت حدیث پر اُجرت لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ محتاج اور عیالدار تھے۔ اور دختران بے شوہر رکھتے تھے۔ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میری چھ لڑکیاں ہیں اُن میں سب سے بڑی کی عمر ۷۷ سال اور سب سے چھوٹی کی ۶۳ سال ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی شادی اس وجہ سے نہیں کی ہے کہ سامان جہیز مجھ کو میسّر نہیں ہے اور میرا قصد تونگر کے ساتھ نکاح کرنے کا تھا۔ اور اگر کوئی خواستگار آیا بھی تو وہ فقیر تھا۔ میں نے نہ چاہا کہ ایسے داماد کے آنے کی وجہ سے اور کُنبہ بڑھاؤں اور اس کا بوجھ بھی اپنے سر رکھوں بسبب انتہائی فقر کے اور نیز اس وجہ سے کہ موت ہر وقت پیش نظر رہے۔ اپنے کفن کو درست کر کے اپنے گھر کی کھونٹی پر لٹکا رکھا تھا۔

برقانی نے جب دارقطنی سے دریافت کیا کہ میں انکی احادیث کو صحاح میں داخل کروں تو یہ فرمایا کہ ضرور داخل کرو۔ ان کی عمر ۹۶ سال کی ہوئی ۲۸۲ھ میں رحلت فرمائی جس روز

وفات پائی وہ عرفہ کا دن تھا۔

مسند بزار

اس کو مسند کبیر بھی کہتے ہیں۔ اُسکے شروع میں مسند ابوبکرؓ ہے۔ اور مسند ابوبکرؓ میں بھی ابتدا میں وہ احادیث ہیں جنکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکرؓ سے روایت کیا ہے اور ان میں بھی سب سے پہلی یہ حدیث ہے :۔

حدثنا سلمة بن شبيب قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهري عن سالم عن عبد الله بن عمر عن عمر ح وحدثنا عمر بن الخطاب قال حدثنا الحكم بن نافع ابو اليمان قال حدثنا شعيب بن ابي حمزة عن الزهري قال حدثني سالم بن عبد الله انه سمع اباه عبد الله بن عمر ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال لما تأيمت حفصة من خنيس بن حذافة السهمي وكان من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قد شهد بدرا فتوفي بالمدينة قال عمر فلقيت عثمان بن عفان فعرضت عليه حفصة ان شئت انكحتك حفصة بنت عمر فقال سانظر في امري فلبثت ليالي ثم لقيني فقال اني لا اريد ان اتزوج في يومي هذا فلقيت ابا بكر فقلت ان شئت انكحتك حفصة بنت عمر فصمت ابا بكر فلم يرجع الي شيئا فكنت اوجد عليه مني على عثمان فلبثت ليالي ثم خطبها الي

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میری لڑکی حفصہ جو خنیس بن حذافۃ السہمی کے نکاح میں تھی بیوہ ہوگئیں (اور یہ خنیس وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور جنگ بدر میں شریک تھے اور بعد میں مدینہ طیبہ میں اُن کا انتقال ہوگیا تھا) تو میں عثمان بن عفان سے ملا۔ اور اُن سے حفصہ کا معاملہ پیش کرکے کہا کہ اگر تم چاہو تو حفصہ کا نکاح تم سے کردوں۔ اسپر حضرت عثمان کہنے لگے کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ چنانچہ کئی دن رات گزرنے کے بعد وہ پھر مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ میرا ارادہ آج کل میں نکاح کرنے کا نہیں ہے۔ میں ابوبکر سے ملا اور یہ کہا کہ اگر تم چاہو تو حفصہ کا نکاح تم سے ہوجائے ابوبکر یہ سُنکر چپ ہوگئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے حضرت عثمان سے زیادہ ابوبکر کی بات پر غصہ آیا چندہی راتیں گزری تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا پیام حفصہ کی نسبت میرے پاس بھیجا۔ اور میں نے فوراً آپ سے نکاح کردیا۔ اس کے بعد ابوبکر سے ملاقات ہوئی وہ فرمانے لگے کہ شاید تم مجھ پر اسوقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانکحتہا ایاہ
فلقینی ابو بکر فقال لعلک وجدت علیّ
حین عرضت علیّ حفصۃ فلم ارجع الیک
شیئا قلت نعم قال فانہ لم یمنعنی ان ارجع
الیک مما عرضت علیّ الا انی قد کنت علمت
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ذکر
حفصۃ فلم اکن لا فشی سرّ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ولو ترکہا قبلتہا او نکحتہا۔

بہت خفا ہوئے ہوگے جب کہ حفصہ کا معاملہ تم نے
میرے روبرو پیش کیا تھا اور میں نے کچھ جواب نہیں
دیا۔ میں نے کہا بیشک۔ فرمایا کہ جواب دینے سے
اسوقت مجھے کسی بات نے نہیں روکا تھا سوا اسکے
کہ مجھے یہ بات معلوم تھی کہ خود جناب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر فرمایا ہے۔ تو میں نہیں چاہتا
تھا کہ آپ کے راز کا افشاء ہو۔ ہاں اگر آپ چھوڑ
دیتے تو میں یقیناً نکاح کر لیتا۔

اُن کی کنیت ابو بکر اور ان کا نام احمد بن عمرو بن عبد الخالق ہے۔ بزار میں پہلے زائے معجمہ ہے اسکے بعد رائے مہملہ اُس آدمی کو کہتے ہیں کہ تخم فروشی کرتا ہے اور اس آدمی کو لغت ہندی میں پنساری کہتے ہیں۔ یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور ان کی یہ مسند کبیر معلل ہے۔ یعنی ایسے اسباب جو صحت حدیث میں قادح ہیں اُن کو بھی بیان کرتے جاتے ہیں۔ عرف میں اس قسم کی کتاب کو معلل کہتے ہیں۔ مثلاً اس روایت کے بعد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر کیواسطے سے بیان کی کہتے ہیں۔ اسما بن الحکم مجہول ہیں اس حدیث کے سوا کوئی حدیث روایت نہیں کرتے یعنی یہ حدیث علی عن ابی بکر ما من مسلم یتوضاء فیحسن الوضوٗ الحدیث وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ انھوں نے ہدبۃ بن خالد سے جو بخاری اور مسلم کے شیخ ہیں اور ایسے ہی عبد الاعلیٰ بن حماد اور حسن بن علی بن راشد اور عبد اللہ بن معٰویہ جمحی سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ اور ابو الشیخ وطبرانی اور عبد الباقی بن قانع و دیگر عمدہ محدثین انکے اچھے شاگرد ہیں۔ عام رواج یہ ہے کہ جوانی کے زمانہ میں تعلیم اور فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرتے ہیں۔ انھوں نے اسکے برعکس یہ کیا کہ آخر عمر میں ان حدیثوں کی اشاعت کے لئے جن کے وہ عالم تھے اور مزید علم حاصل کرنے کی غرض سے سفر اختیار فرمایا۔ مدتوں اصبہان اور شام میں اسی نیت صالحہ پر مقیم رہے۔ اور مخلوق کثیر کو علم حدیث کے فیض سے مستفیض فرمایا۔ دارقطنی نے اول انکا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف وتوصیف کے بعد یہ کہتے ہیں کہ چونکہ انکو اپنے حفظ ویاد پر وثوق زیادہ تھا۔ اور بلا دیکھے نسخہ صحیحہ کے روایت کرتے تھے۔ اسوجہ سے روایت میں خطا کرتے تھے۔ اور اکثر خطا واقع ہونے کا سبب یہی ہے۔ ملک شام کے شہر رملہ میں ۲۹۲ھ میں انکی وفات ہوئی۔

مسند ابو یعلیٰ موصلی

"اس کی ترتیب ابواب و اسمارِ صحابہ ہر دو پر رکھی گئی ہے۔ اس کے اوّل میں کتاب الایمان ہے اور اسی طرح پر بیان کرتے ہیں۔ فی احادیث الایمان من مسند ابی بکر وعلی ھذا القیاس یعنی اس میں ایمان کے متعلق جو روایت مسندات ابی بکر میں ہیں وہ بیان کی جائیں گی اور باتوں کو اسی پر قیاس کیا جائے۔ اس پوری مسند کے چھتیس ۳۶ جزو ہیں۔ اوّل مسند میں یہ حدیث بیان کی ہے :-

حدثنا سلمة بن شبیب قال حدثنا ھشیم قال حدثنا کوثر بن حکیم عن نافع عن ابن عمر عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قلت یا رسول اللہ ما نجاۃ ھذا الامر الذی نحن فیه قال من شھد ان لا الٰه الا اللہ فھو له نجاۃ۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں صدیق اکبر سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جس دین میں ہم اس وقت موجود ہیں اس میں نجات کا اصلی مدار کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی بس یہی اس کے لئے نجات ہے۔"

ابو یعلیٰ کی ایک معجم بھی ہے جسکو انھوں نے اپنے شیوخ کے اسمار پر مرتب کیا ہے۔ محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ مسمّٰی باحمد و محمد کو مقدم کرتے تھے اور اس کے بعد اپنے شیوخ کے اسمارِ گرامی کے حروف کے موافق ترتیب وار ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے تھے۔ چنانچہ معجم کے شروع میں ابو یعلی اس طرح پر بیان کرتے ہیں :-

حدثنا محمد بن المنھال قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا عمارۃ بن ابی حفصة عن عکرمة عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت قلت یا رسول اللہ اخبرنی عن ابن عمر بن جدعان قال النبی صلی اللہ علیه وسلم وما کان قالت کان ینحر الکوماء ویکرم الجار ویقری الضیف و یصدق الحدیث ویوفی بالذمة ویصل الرحم ویفك العانی ویطعم الطعام ویؤدی الامانة

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو ابن عمر بن جدعان کے ساتھ جو کچھ معاملہ خدا کے یہاں ہوا ہو اس سے مطلع فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اس کا کیا حال تھا عرض کیا کہ بڑی بڑی اونٹنیوں کی قربانی کرتا تھا۔ اپنے ہمسایوں کی خبرگیری رکھتا تھا۔ مہمان نوازی اسکی عادت تھی۔ بات سچی کہتا تھا۔ عہد کو پورا کرتا تھا۔ کھانا تقسیم کرتا تھا۔ امانت میں خیانت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ کسی دن اس نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ!

قال هل قال یومًا واحدًا اللهم انی اعوذ بك من نار جهنم قلت لا وما كان یدری وماجهنم قال فلا اذًا۔

دوزخ کی آگ سے مجھے اپنی پناہ میں رکھئے۔ میں نے کہا نہیں اُسے تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ دوزخ کیا چیز ہی۔ آپنے فرمایا کہ تواب (خدا تعالیٰ کے یہاں) اُسکے لئے کچھ نہیں ہے۔

ابو یعلیٰ جزیرہ کے محدثین میں سے تھے۔ ان کا نام احمد بن علی بن المثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال تمیمی موصلی ہے۔ علی بن الجعد اور یحییٰ بن معین اور دیگر عمدہ محدثین کے شاگرد ہیں۔ ابن حبان۔ ابو حاتم اور ابو بکر اسماعیلی انکے شاگرد ہیں مخلوق کو اُن کے صدق دیانت اور امانت اور علم و تقویٰ اور دیگر صفاتِ محمودہ پر بڑا اعتقاد تھا جس روز ان کا انتقال ہوا ہی موصل کے تمام بازار بند ہو گئے تھے۔ اور تمام لوگ گریاں اور سوزاں ان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ تھے۔ اپنی تصنیف و ترویج علم میں نیت صالحہ رکھتے تھے محض حسبۃً للہ علم حدیث کے تعلم میں مشغول رہتے تھے۔ انکے ثلاثیات بھی ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ثلاثیات ان روایتوں کو کہتے ہیں جنمیں ان محدث اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطہ ہوں۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ حافظ اسمٰعیل بن محمد بن الفضل تیمی کہتے تھے کہ میں نے مثل مسند عدنی اور مسند ابن منیع اور علاوہ انکے بہت سی مسندات پڑھی ہیں۔ لیکن تمام مسندات ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے نہریں اور ابو یعلیٰ کا مسند دریا نا پیدا کنار کی طرح ہے۔ ۲۲۰ھ میں آپ پیدا ہوئے پندرہ سال کی عمر میں علم حدیث کی طلب اور اس کے شوق میں سفر اختیار کیا۔ انکی عمر بہت ہوئی ۳۰۷ھ میں اس عالم سے رحلت فرمائی۔

صحیح ابو عوانہ

یہ صحیح مسلم پر مستخرج ہے اصطلاح محدثین میں مستخرج اس کو کہتے ہیں جو کسی دوسری کتاب کی حدیثوں سے ثابت کیا جائے اور ترتیب اور متون اور طرقِ اسناد میں اسی کتاب کے طرق کو ملحوظ رکھے اور اپنی سند کو اسی طریق سے بیان کرے کہ اس کتاب کا مصنف درمیان میں نہ رہے جس پر یہ مستخرج ہے بلکہ اپنے واسطہ کو اس کتاب کے مصنف کے شیخ یا شیخ الشیخ یا شیخ شیخ الشیخ یا اور اوپر تک بیان کردے اور جب اس طرح پر دوسرے طریق سے بھی یہ روایت ثابت ہو گئی تو اس کتاب کے مصنف کی روایت پر زیادہ وثوق اور اعتبار ہو جاتا ہی۔ لیکن اس مستخرج کو صحیح اس سبب سے کہتے ہیں کہ مسلم کے طرق و اسانید کے علاوہ اور طرق اسانید کا بھی اس میں اضافہ کر دیا ہے۔ بلکہ قدرے قلیل متون

میں بھی زیادتی کی ہے۔ پس گویا یہ ایک کتاب مستقل ہو گئی۔ ذہبی نے اس صحیح سے ایک کتاب علیحدہ انتخاب کی ہے جو منتقی الذہبی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دو سو تیس احادیث پر مشتمل ہے۔ صحیح ابو عوانہ کے شروع میں یہ خطبہ ہے :-

قال الحافظ ابو عوانة الحمد لله قبل كل مقالٍ وامام كل رغبة وسوال بعد فان يوسف بن سعيد بن مسلم المَصِّيصى ومحمّد بن ابراهيم الطّرسوسى وابا العباس العنزى والعباس بن محمد حدثونا قالوا حدثنا عبيد الله بن موسى قال اخبرنا الاوزاعى عن مرة بن عبد الرحمٰن عن الزهرى رحمه الله عن ابى سلمة عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلّم قال كل امرذى بال لم يبدأ فيه بالحمد فهو اقطع حدثنى يزيد بن عبد الصمد الدمشقى وسعد بن محمّد قالا حدثنا هشام بن عمار قال حدثنا عبد الحميد عن الاوزاعى باسنادٍ مثله

حافظ ابو عوانہ نے فرمایا ہے کہ ہر قسم کی گفتگو سے پہلے اور ہر ایک مطلوب ومرغوب چیز سے اوّل خدا کی حمد کرتا ہوں اس کے بعد یہ ہے کہ مجھکو یوسف بن سعید بن مسلم مَصِّیصی۔ محمد بن ابراہیم طرسوسی۔ ابو العباس عنزی اور عباس بن محمد نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن موسی نے یہ کہا کہ ہمکو اوزاعی نے خبر دی ہے اور وہ مرہ بن عبد الرحمٰن سے اور یہ زہری رح سے اور یہ ابی سلمہ سے اور یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرمایا کہ جس قابل اہتمام کام کا آغاز بغیر حمد وثنا کے کیا جاتا ہی اس میں خیر وبرکت نہیں ہوتی بلکہ ادھورا اور نکما رہتا ہے اور پھر اسی حدیث کی دوسری سند فرمائی جسکے راوی یہ ہیں یزید بن عبد الصمد دمشقی اور سعید بن محمد ان دونوں نے کہا کہ ہمسے حدیث بیان کی ہشام بن عمار نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی۔ عبد الحمید نے انہوں نے اوزاعی سے۔

اور میں نے بعض صحابے اس تحمید کے بجائے یہ خطبہ سُنا ہے :-

فقال الحمد لله الّذى ابتدأ الخلق بنعمائه وتغمدهم بحسن بلائه فوقف كل امرٍ مهتم فى حبائه على طلب مايحتاج اليه من غذائه وسخر له من يكلائه الى استغنائه ثم احتج على من بلغ منهم بالائه۔ واعذر اليهم بانبيائه فشرح صدر من احب من اوليائه وطبع على قلب من لم يرم ارشاده من اعدائه الّذى لم يزل بصفاته واسمائه۔ الّذى لا يشتمل عليه زمان ولا يحيط به مكان فخلق الاماكن

اس اللہ کے لئے حمد وثنا ہی جس نے اپنے فضل سے مخلوق کو پیدا کیا اور جس نے بہتر آزمایش کیساتھ انکی پردہ پوشی فرمائی جس نے اُن امور مہتم بالشان کی طلب کو (جو اسکے خزینہ میں مدفون ہیں) انکے وسائل وذرائع پر موقوف رکھا جس نے اسکے لئے ایسے لوگونکو مسخر کیا جو اسکی حفاظت اسوقت تک کریں جبتک اسکی ضرورت پوری ہو جائے اور جس نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے جنکو اپنی نعمتوں اور احسانات کی تبلیغ فرمائی انبیاء کو بھیجکر حجت کو پورا اور انکے عذر ذکو زائل کر دیا جسنے اپنے اولیا میں سے جس کا چاہا شرح صدر کر دیا جسنے اُن قلوب پر مہر لگا دی جنکی ہدایت

والازمان ثم استوىٰ الى السماء وهى دخان۔
فقال لها وللارض ائتيا طوعًا او كرهًا قالتا
اتينا طائعين۔ فقدرها احسن تقدير و
اخترعها من غير نظير لم يرفعها بعمد
ولم يستعن عليها باحد۔ زينها للناظرين۔
وجعل فيها رجومًا للشياطين۔ فتبارك الله
احسن الخالقين وتعالىٰ ان يطلبوا فى وصفه
آراء المتكلمين وان يحكم فى دينه اهواء
المتقلدين فجعل القرآن امامًا للمتقين
وهدى للمؤمنين وملجاء للمتنازعين
وحاكما بين المختلفين ودعا اولياءه المؤمنين
الى اتباع تنزيله وامر عباده عند التنازع
فى تاويله بالرجوع الى قول رسول الله صلى الله
عليه وسلم بذلك نطق محكم كتابه اذ
يقول جل ثناؤه يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله
واطيعوا الرسول واولى الامر منكم فان تنازعتم
فى شيئ فردوه الى الله والى الرسول ان كنتم
تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير واحسن
تاويلا احمده كحمد ابلغ رضاه۔

منظور نہ تھی اور جو لوگ دشمن تھے۔ وہ اللہ جو ازل سے ابد تک اپنے اسما کے ساتھ موسوم اور اپنی صفات کے ساتھ متصف رہا۔ وہ اللہ جسکو نہ زمانہ شامل ہے۔ نہ مکان محیط ہے۔ وہ اللہ جسنے مکانوں اور زمانوں کو پیدا فرمایا۔ اور پھر آسمان پر تجلی فگن ہوا درآنحالیکہ وہ ایک دہواں تھا۔ اور آسمان و زمین کو جب یہ حکم فرمایا کہ تم بطیب خاطر یا بکراہت (جس طرح ممکن ہو) آؤ۔ تو انھوں نے کہا ہم خوشی (فرمانبرداری) سے حاضر ہیں وہ اللہ جسنے آسمان کا بھلا اندازہ کیا۔ جسنے اسکو بے نظیر پیدا کیا جس نے بغیر ستون کے اسکو قائم کیا۔ جسنے اسکے بنانے میں کسی سے مدد نہیں لی اور ستاروں سے اسکو رونق دی اور شیاطین کیلئے اسمیں رجم کا سامان مہیا کیا۔ پس بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین خالق ہے جو ایسا بالا و برتر ہے کہ متکلمین کی عقلیں اسکی حقیقت کو طلب نہیں کرسکتیں۔ اور متقلدین کی خواہشیں اسکے دین میں حکم نہیں لگا سکتیں۔ اسلئے قرآن کو ایماندار بندوں کے لئے ہدایت اور ڈرنیوالوں کے لئے پیشوا جھگڑا کرنیوالوں کے لئے جائے پناہ۔ اور اختلاف کرنیوالوں کے لئے فیصلہ کن بنایا جسنے اولیاء مومنین کو قرآن کے اتباع کیطرف بلایا اور اپنے بندوں کو یہ حکم فرمایا کہ اگر اسکی تاویل اور صحیح معنی میں کوئی جھگڑا پیش آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کیطرف رجوع کریں اور اسکو اپنا حکم بنائیں اور اسکی راسخ کتاب نے بھی اسکی شہادت دی۔ چنانچہ فرماتا ہے اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اور ان اختیار والے حاکموں کی جو تم میں سے ہیں اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور اسکے رسول کے قول کی طرف رجوع کرو بشرطیکہ تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو۔ یہ تحقیق کرنا بہتر اور خوب ہے۔

ف۔ مترجم کہتا ہے اولوالامر سے بادشاہ۔ قاضی۔ حاکم اور جو کسی کام پر مقرر ہوں۔ سب مراد ہیں۔ جب تک یہ خلافِ خدا اور خلافِ رسول حکم نہ فرمائیں انکا حکم ماننا بھی ضروری ہے۔ اور کوئی ان میں سے اگر اللہ و رسول کے خلاف حکم کرے تو اس کو نہ مانے۔ اگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہوا۔ ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع

کرکے جو فیصلہ ہو اُسپر عملدرآمد کریں اور اسکے جواب میں دوسرے نے یہ کہا کہ میں شرع کو نہیں سمجھتا یا مجھے شرع سے کچھ کام نہیں تو وہ شخص اسلام سے خارج ہے (عیاذاً باللہ)

" ابو عوانہ کا نام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہے اور وہ اسفرائن کے رہنے والے ہیں۔ بعد میں نیشاپور میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ خراسان۔ عراق۔ یمن۔ حجاز۔ شام۔ جزیرہ۔ فارس۔ اصفہان مصر اور ثغور میں گشت کرکے ہر دیار کے علماء سے حدیثوں کو جمع کیا۔ شافعی المذہب تھے۔ اسفرائن میں مذہب شافعی کی ابتدا ان سے ہی ہوئی۔ اور انھوں نے ہی اس کا رواج دیا۔ فقہ میں مزنی اور ربیع کے شاگرد تھے۔ جو امام شافعیؒ کے فضل اور اعلیٰ شاگردوں میں سے ہیں۔ اور حدیث میں مسلم بن الحجاج اور یونس بن عبدالاعلیٰ اور محمد بن یحییٰ ذہلی کے شاگرد ہیں۔ اور طبرانی و ابوبکر اسمٰعیلی و ابو علی نیشاپوری اور دیگر محدثین ان کے اعلیٰ شاگردوں میں سے ہیں۔ حاکم نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے

ابو عوانۃ من علماء الحدیث و اثباتھم سمعت ابنہ محمدا یقول انہ توفی سنۃ ست عشرۃ وثلث مائۃ۔

ابو عوانہ علماء حدیث کے فضل علماء میں سے تھے اور میں نے ان کے بیٹے محمد سے یہ سنا ہے کہ ابو عوانہ کی وفات ۳۱۶ھ میں ہوئی۔

صحیح اسمٰعیلی

یہ مستخرج بر صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہے شیخ السنۃ ابو الفضل بن حجر نے تعلیقات بخاری کو جسکو اسمٰعیلی نے ملا دیا تھا اُس سے انتخاب کرکے جُدا لکھا ہے۔ اور اس کو منتقی ابن حجر کہتے ہیں میں عوالی اسماعیلی سے یہ حدیث ہے۔ اصطلاح محدثین میں عوالی اُن احادیث کو کہتے ہیں جنکی سندوں میں ایک صاحب کتاب کو دوسری کتاب والوں کے اعتبار سے یا بہ نسبت اپنی باقی مرویات کے علو واقع ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محدث ان کے درمیان کے واسطے بہت کم ہوجائیں اسکو علو مطلق کہتے ہیں اور اگر شیوخ و ائمہ حدیث میں سے کسی ایک شیخ یا امام کی نسبت واسطوں کی کمی ہو تو اسکو علو نسبتی کہتے ہیں

قال الاسمٰعیلی فی حدیث من کذب علیّ	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو
اخبرنا ابو خلیفۃ قال حدثنا عبدالوارث عن	زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے سوائے اس کے اور
عبدالعزیز بن حبیب عن انس بن مالک	کوئی مانع نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

رضی اللہ عنہ قال ما منعنی ان احدثکم حدیثاً کثیراً الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تعمد الکذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار
نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص عمداً میری طرف جھوٹ لگائے اُس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تجویز کر رکھے۔

چونکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چار واسطوں سے یہ حدیث پہنچی ہو اور اسمٰعیلی کو بھی باوجود بخاری سے متاخر ہونے کے چار ہی واسطوں سے پہنچی ہے۔ اسواسطے اسماعیلی کو علو اسناد حاصل ہو گیا۔

"اسماعیلی کی کنیت ابو بکر ہی۔ اور احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس الاسماعیلی نام ہے" شہر جرجان میں اپنے وقت کے امام تھے۔ فقہ اور حدیث میں ان کو لوگ مقتدا سمجھتے تھے۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اکیس سال بعد ۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور ابتدا ہی سے علم حدیث کی طلب کا شوق دامنگیر ہوا۔ مگر انکے رشتہ دار اور عزیز واقارب ان کو سفر کرنے کی خوشی سے اجازت نہیں دیتے تھے۔ اور طرح طرح کے حیلہ بہانہ اور نہایت چاپلوسی کے ساتھ ان کو اس ارادہ سے روکتے رہے یہانتک کہ جب محمد بن ایوب رازی کا (جو اپنے وقت کے عمدہ محدث تھے) انتقال ہو گیا تو انکی حالت ایسی غیر ہوئی کہ اپنے گھر میں آکر تمام کپڑے پھاڑ ڈالے اور آہ و بکا شروع کر دیا۔ تمام رشتہ دار اُن کو خاک بسر دیکھکر مجتمع ہو گئے اور جب انھوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ دیکھو کیسے زبردست عالم کا اس عالم سے انتقال ہو گیا ہے۔ تم لوگوں نے مجھ کو ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی مجھکو اس امر کا زیادہ صدمہ ہے کہ میں اُن سے مستفید نہ ہوا اور انکی دولت علمی سے محروم رہ گیا جب انکے رشتہ داروں نے اُن کے حال کو ایسا متغیر پایا تو اس طرح پر ان کو تسلی دی کہ اب بھی بہت سے عالم زندہ ہیں۔ تمہارا جس طرف دل چاہے سفر کرو۔ جس محدث کی خدمت میں چاہو رہ کر انسے فیض حدیث حاصل کرو۔ تمہارے ماموں تمہارے ساتھ ہیں چنانچہ انھوں نے اپنے وطن سے سفر اختیار کیا۔ اور اول شہر نسار (نسی) میں حسن بن سفیان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر وہاں سے بغداد۔ کوفہ۔ اہواز بصرہ انبار۔ موصل۔ جزیرہ اور دوسرے بلاد اسلام میں پھرتے رہے۔ ابو یعلی۔ عبدان۔ ابو خلیفہ جمحی محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔ شیخ زاہد محمد بن عثمان مقابری۔ ابراہیم بن زہیر حلوانی فریابی اور دوسرے اعلیٰ محدثین سے علم حدیث کو حاصل کیا اور فقہ و حدیث کے جامع اور دین و دنیا کی ریاست کے مالک ہوئے۔

بعض فاضل محدثوں نے اُن کے بارے میں یہ کہا ہو کہ چونکہ اسماعیلی کو درجہ اجتہاد حاصل تھا اور کتابیں بہت یاد تھیں۔ حق تعالیٰ نے ذہن سلیم اور علم وافر بھی انکو عطا فرمایا تھا اسواسطے ان کو مناسب تھا

ہ حافظ حسن بن علی۔

کہ سنن میں کوئی کتاب مستقل تصنیف فرماتے نہ کہ بخاری کے تابع ہو کر صرف انکے مرویات اور اسانید کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس مستخرج کے علاوہ اسمٰعیل کی اور بھی تصانیف ہیں۔ چنانچہ مسند کبیر جو نہایت ضخیم قریب ایکسو جلد کے ہے۔ وہ اور ایک معجم بھی انہیں کی تصنیف کردہ ہیں۔ البتہ یہ مسند مشہور نہیں ہوا۔ آغاز ماہ صفر ۳۷۱ھ میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔

صحیح ابن حبان

اس کو تقاسیم اور انواع بھی کہتے ہیں اس کی ترتیب نئی طرح کی ہے۔ نہ مبوب بہ ابواب ہی ہے اور نہ مثل مسانید صحابہ و معاجم شیوخ ہے۔ اول اقسام کو ذکر کرتے ہیں اور ان اقسام میں انواع بیان کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں النوع السادس والاربعون من القسم الثانی فی النواھی یعنی دوسری قسم کی چھیالیسویں نوع نواہی کے بیان میں ہے۔ علیٰ ہذا سب اقسام اسی طرح پر ہیں۔ اس کتاب میں خطبہ طویل لکھا ہے اور اسکے بعض فقرات نہایت دلچسپ ہیں۔ چنانچہ اس خطبہ کی حمد و ثنا نقل کیجاتی ہے

الحمد للہ المستحق الحمد لآلائہ۔ المتوحد بعزہ وکبریائہ۔ القریب من خلقہ فی اعلیٰ علوہ۔ البعید منہم فی ادنی دنوہ۔ العلیم بکنین النجوی۔ والمطلع علی افکار السر واخفی۔ وما استجن تحت عناصر الثری۔ وما جال فی خواطر الوریٰ الذی ابتدع الاشیاء بقدرتہ۔ وذرأ الانام بمشیتہ من غیر اصل علیہ افتعل ولا رسم مرسوم امتثل ثم جعل العقول مسلکا لذوی الحجا وملجأ فی مسالک اولی النہی وجعل اسباب الوصول الی کیفیۃ العقول۔ وما شق لہم من الاسماع والابصار والتکلف لبحث والاعتبار فاحکم لطیف ما دبر۔ واتقن جمیع ما قدر۔ ثم فصل بانواع الخطاب

مکنون

تمام محامد اس خدا کے لئے ہیں جو اپنے احسانات کیوجہ سے حمد کا مستحق ہے جو اپنی عزت اور کبریائی میں یگانہ ہے اور جو باوجود ہر قسم کی بلندی اور برتری کے اپنی مخلوق سے بہت زیادہ نزدیک ہے۔ اور جو باوجود زیادہ سے زیادہ نزدیک ہونیکے پھر ان سے دور ہے۔ اور جو پوشیدہ سرگوشیوں پر مطلع ہے اور جو ہر قسم کے اسرار اور چھپے ہوئے افکار سے آگاہ ہے وہ چیزیں بھی اس کے سامنے حاضر ہیں جو تحت الثری میں چھپی ہوئی ہیں اور وہ بھی جو لوگوں کے دلوں میں گزرتی رہتی ہیں۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے تمام اشیاء کو محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا۔ اور ساری کائنات کو محض اپنی مشیت سے پھیلا دیا۔ بغیر کسی ایسے نمونہ کے جس پر یہ عمارت بنائی جاتی اور بغیر کسی ایسے نقشے کے کہ جو تیار شدہ ہوتا۔ پھر اس خدا نے دانشمندوں کے لئے رستہ بنایا اور عقلمندوں کے راستوں کی جائے پناہ اور اس خدا نے ایسے اسباب پیدا کئے جنکے ذریعہ سے عقول کی کیفیات تک ہم پہنچ سکیں اور اسی خدا نے بشرہ انسانی کو

اهل التمييز والالباب۔ ثم اختار طائفة لصفوته
وهداهم لزوم طاعته۔ من اتباع سبيل الابرار
في لزوم السنن والآثار فزين قلوبهم بالايمان
وانطق السنتهم بالبيان۔ من كشف اعلام دينه
واتباع سنن نبيه صلى الله عليه وسلم بالدؤوب
بالترحل والاسفار وفراق الاهل والاوطان
في جمع السنن ورفض الاهواء۔ والتفقه فيها
بترك الآراء فتجردوا القوم للحديث وطلبوه
ورحلوا فيه وكتبوه۔ وسألوا عنه واحكموه۔
وذاكروا فيه ونشروه۔ وتفقهوا فيه واصلوه
وفرعوا عليه وابدلوه۔ وبينوا المرسل من المتصل
والموقوف من المنفصل۔ والناسخ والمنسوخ
والمفسر من المجمل والمستعمل من المهمل
والمختصر من المتقصى۔ والملزوق من المتقصى
والعموم والخصوص۔ والدليل عن المنصوص
والمباح من المزجور۔ والغريب من المشهور
والفرض من الارشاد۔ والحتم من الايعاد۔ والعدول
من المجروحين۔ والضعفاء من المتروكين
وكيفية المعلول والكشف عن المجهول وما
حرف عن المجبول اوقلب من المنحول۔ من
مخامل التدليس۔ وما فيه من التلبيس حتى
حفظ الله بهم الدين على المسلمين۔ وصانه
عن ثلب القادحين۔ وجعلهم عند التنازع ائمة
الهدى وفي النوازل مصابيح الدجى۔ فهم
ورثة الانبياء ومأنس الاصفياء وملجاء الاتقياء

شق کرکے کان اور آنکھیں پیدا کیں۔ اور بحث اور اعتبار کا
محل بنایا۔ پھر اپنی تدبیرات لطیفہ کو محکم کیا اور جملہ ان چیزوں کو
جو مقدور تھیں مضبوطی کیساتھ قائم رکھا بعدہٗ ہوشمندوں اور
عاقلوں کو خاص طرح کے خطابات کیساتھ ممتاز فرمایا۔ پھر ان میں سے
بھی ایک برگزیدہ جماعت کو چن لیا۔ اور انکو اپنی طاعت پر پابند
رہنے کی ہدایت کی یعنی یہ کہ وہ نیک بندوں کے رستہ کا
اتباع کریں۔ اور سنن[1] و آثار[2] کو لازم سمجھیں پس خدا نے ہی انکے
قلوب کو ایمان سے مزین فرمایا۔ اور انکی زبانوں کو بیانات کے ساتھ
گویا کیا۔ تاکہ وہ دین کے نشانات کو ظاہر کرسکیں۔ اور اپنے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع کریں۔ احادیث کے جمع کرنے
اور خواہشات کے چھوڑنے اور آراء کو ترک کرکے فقیہ بننے کے لئے اپنے
اہل وعیال اور جملہ حاجات سے علیحدہ ہوکر سفر اور راہ پیمائی میں اپنے
کو گھلا دیں تو ایک قوم خاص حدیث کیلئے علیحدہ ہوئی اس نے حدیث کو
تلاش کیا اسکے لئے سفر کئے۔ کتابیں لکھیں لوگوں سے معلومات کیں
اس فن کو مضبوط کیا۔ اسمیں مذاکرے جاری رہے۔ اسکو پھیلایا فقیہ
بنے اسکے اصول وفروع کو قائم کیا اور ذرا سی بھی اسمیں تبدیلی نہیں کی
مرسل[3] اور متصل۔ موقوف اور منفصل[4]۔ ناسخ اور منسوخ مفسر اور مجمل
مستعمل اور مہمل مختصر اور متقصی۔ ملزوق اور متقصی۔ عموم اور خصوص
دلیل اور منصوص۔ مباح اور منہی۔ غریب اور مشہور۔ فرض اور ارشاد۔
حتم اور ایعاد کو الگ الگ کیا۔ اور رواۃ ثقات کو مجروحین سے اور
ضعفاء کو متروکین سے جدا کیا معلول کی کیفیت بیان کی۔
مجہول کی جہالت سے پردہ اٹھایا اور مجبول ومنحول کی تدلیس و
تلبیس کے مواقع بتائے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے
دین کی حفاظت انکے ذریعہ سے کرائی اور رخنہ ڈالنے والوں کے
رخنہ سے بچایا اور جھگڑوں کے وقت ان لوگوں کو ہدایت کا امام مقرر
کیا۔ اور پیش آنیوالی باتوں میں ان سے چراغ ہدایت کا کام لیا تو حقیقت
میں یہی لوگ انبیاء کے وارث اور اتقیا کی جائے پناہ اور اصفیا کے
انس کا سبب اور اولیا کے مرکز ہیں پس اسی خدا کیلئے ہے حمد اس کی

[1] اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2] اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم۔
[3] وہ حدیث ہے جو تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے کہ آپ نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا یعنی صحابی کا ذکر نہ کرے۔ [4] وہ حدیث ہے جسکی سند برابر ملی ہوئی ہو کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

ومرکز الاولیاء فلله الحمد علی قدرہٖ وقضائہٖ — قضاؤقدر پر اسکے انعام پر اسکی عطاؤں پر اسکے حسن سلوک پر
وتفضلہ بعطائہٖ - وبرہٖ ونعمائہٖ ومننہٖ والآئہٖ — اسکی نعمتوں پر اس کے تمام احسانات اور بخششوں پر۔

" ان کی کنیت ابوحاتم ہے۔ اور نام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد ہے نسب انکا زید مناۃ بن تمیم تک پہنچتا ہے۔ اسوجہ سے وہ تمیمی ہیں اور بستی بھی کہلاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ سیستان میں جو شہر بست ہے اسکے رہنے والے تھے۔ نسائی کے شاگرد ہیں۔ ابویعلی موصلی حسن بن سفیان اور ابوبکر بن خزیمہ سے بھی جو صاحب صحیح ہیں تلمذ حاصل کیا۔ اور خراسان سے مصر تک سیر کرکے ہر عالم کے فیض سے مستفیض ہوئے علم حدیث کے علاوہ دوسرے علوم بھی جانتے تھے۔ فقہ۔ لغت۔ طب اور نجوم میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ حاکم نے بھی ان کی شاگردی اختیار کرکے ان سے علم کو حاصل کیا ہے۔ خود ابن حبان نے ہی کتاب الانواع میں یہ بیان کیا ہے کہ لعلنا کتبنا عن الفی شیخ۔ یعنی یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم نے دو ہزار شیوخ سے علم حدیث کو لکھا ہے۔

فائدہ ۔ یہ جاننا چاہیئے کہ چونکہ ابن حبان نے اپنی بعض کتابوں میں یہ بیان کیا ہے کہ:۔ النبوۃ العلم والعمل یعنی نبوت علم وعمل کا نام ہے۔ اسوجہ سے وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اُس زمانہ کے آدمیوں نے اس کا انکار کیا اور انکو زندیق بتایا۔ ان سے روایت حدیث اور ملاقات ترک کردی۔ خلیفہ وقت تک بھی قصہ پہنچ گیا۔ اور خلیفہ نے تحقیق کرکے انکے قتل کا حکم دیدیا۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ بعض ثقات محدثین بھی اسکے حق میں یہ کہنے لگے کہ ذٰلک نفس فلسفی۔ یہ فلسفی ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ان کا یہ کلام عقائد حقہ سے چنداں دور نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ نبوت ایک کسبی چیز ہے اس کو علم وعمل کی ریاضت سے حاصل کرسکتے ہیں۔ جیساکہ فلاسفہ کہتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے لئے ایسا نفس ناطقہ چاہیئے جو علم وعمل میں بین زیادتی رکھتا ہو۔ اسکے بعد وہی طریق سے اس کو نبوت عطا ہوتی ہے۔ چنانچہ کلام مجید کی اس آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رسالت اور پیغمبری جس کو دیتا ہے اس کو خوب جانتا ہے۔ ورنہ یہ اعتقاد کس کا ہوسکتا ہے کہ انبیاء قوت علمیہ وعملیہ میں سب افراد کے برابر ہوتے ہیں اور ان افراد متساویہ میں سے کسی ایک کو زبردستی سے نبوت کے ساتھ سرفراز کردیا جاتا ہے۔ یہ بات ہرگز شریعت اور دین سے ثابت نہیں ہوتی۔ اور یا اس کلام کا یہ مطلب ہے کہ انبیاء کو نبوت کے ملنے کے بعد علم وعمل کے ہر دونوں جانب میں تفوق حاصل ہوجاتا ہے اور اسیوجہ سے وہ خطاء وگناہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور جمیع اہل اسلام کا ان معنی پر اتفاق ہے۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔

هذا له محمل حسن ولم يرد حصر المبتدأ في الخبر ومثله الحج عرفة فمعلوم ان الرجل لا يصير حاجا بمجرد الوقوف بعرفة وانما ذكر معهم الحج

یعنی اس کلام کا یہ عمدہ محمل ہے کیونکہ انکا یہ خیال نہیں ہے کہ مبتدا کا خبر میں حصر ہو رہا ہو بلکہ یہ قول تو الحج عرفۃ کی طرح ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مجرد وقوف عرفہ سے کوئی شخص حاجی نہیں ہوجاتا بلکہ اسکے مہتم بالشان ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

آپ کی وفات ۲۲ شوال ۳۵۴ھ کو جمعہ کے روز ہوئی۔ بہت سی تصانیف انکی یادگار میں مشہور ہیں منجملہ انکے کتاب تاریخ الثقات ہے جو رائج ہے اور کثرت سے ملتی ہے۔ اور اس کے حوالے بھی نقل کرلئے جاتے ہیں۔ اسی طرح کتاب الضعفا بھی متداول ہے۔

ازانجملہ علل حدیث الزہری۔ علل حدیث مالک۔ ما انفرد به اہل المدینۃ من الشامیین۔ ما انفرد به المکیون۔ ما انفرد به اہل العراق۔ ما انفرد به اہل خراسان۔ اور ایک معجم ہے جو شہروں کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے اور ایک کتاب مناقب امام مالک میں۔ اور ایک مناقب امام شافعی میں اور ایک کتاب ہے جو انواع العلوم واوصافہا۔ کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس کی تین جلدیں ہیں اور ایک کتاب ہے جو الہدایۃ الی علم السنن کے نام سے موسوم ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں۔

صحیح حاکم

اسی کو مستدرک حاکم بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب مشہور و معروف ہے اس کتاب کے خطبہ میں اس کی تالیف کا سبب اس طرح بیان کیا ہے:۔

وقد نبغ في عصرنا هذا جماعة من المبتدعة يشمتون برواة الآثار بان جميع ما يصح عندكم من الحديث لا يبلغ عشرة آلاف حديث وهذه الاسانيد المجموعة المشتملة على الف جزء او اقل او اكثر منه كلها سقيمة غير صحيحة (وقد) سألني جماعة من اعيان اهل العلم بهذه المدينة وغيرها ان اجمع كتابا يشتمل على الاحاديث المروية باسانيد

اور ہمارے اس زمانے میں مبتدعین کی ایک اور جماعت پیدا ہوئی ہے جو حدیث کے راویوں پر یہ کہکر سب و شتم کرتی ہے کہ کل وہ حدیثیں جو تمہارے نزدیک صحت کو پہنچ چکی ہیں وہ دس ہزار سے زیادہ نہیں ہیں اور یہ اسانید جو جمع کیگئی ہیں اور ہزار یا کم و بیش پر مشتمل ہیں وہ سب سقیم اور غیر صحیح ہیں اور مجھسے اس شہر کے عالموں کی ایک ممتاز جماعت نے یہ خواہش کی کہ میں ایک ایسی جامع کتاب لکھوں کہ جسمیں وہ حدیثیں جمع کیجائیں جنکی سی سندوں سے امام بخاری اور امام مسلم نے استدلال کیا ہو اور جو کہ جو سند علت

يحتج محمد بن اسماعيل ومسلم بن الحجاج بمثلها. اذ لا سبيل الى اخراج ما لا علة له فانهما رحمهما الله لم يدعيا ذلك لانفسهما وقد خرج جماعة من علماء عصرهما ومن بعدهما عليهما احاديث قد اخرجاها وهي معلولة وقد جهدت في الذب عنهما في المدخل الى الصحيح بما رضيه اهل الصنعة وانا استعين الله تعالى اخراج احاديث رواتها ثقات قد احتج بمثلها الشيخان رضي الله عنهما او احدهما وهذا شرط الصحيح عند كافة فقهاء اهل الاسلام ان الزيادة في الاسانيد والمتون من الثقات مقبولة والله المعين على ما قصدته وهو حسبي ونعم الوكيل

قادح سے خالی ہو اسکے نکالنے کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ ادھر ان دونوں کے معاصرین اور انکے بعد آنیوالے علماء کی ایک جماعت نے چند ایسی احادیث کی تخریج کی تھی جنکا اخراج ان دونوں نے کیا تھا۔ ہو جسکے وہ حدیثیں معلول تھیں۔ تو میں نے ایسی احادیث کی جانب سے مدافعت کرنے میں اپنی اس کتاب کے اندر جس کا نام المدخل الی الصحیح بما رضیہ اهل الصنعة ہے۔ پوری کوشش کی۔ اور میں اللہ سے ایسی احادیث کے اخراج پر جنکے راوی ایسے ثقہ ہوں جن سے شیخین بھی استدلال کرسکتے ہوں امداد کا طالب ہوں۔ اور تمام فقہائے اسلام کے نزدیک اسانید و متون میں ثقات کی زیادتی مقبول ہے اور اللہ ہی اس چیز پر مددگار ہے جس کا میں نے قصد کیا ہے اور وہ کافی ہے اور اچھا وکیل ہے۔

" اس کے بعد کتاب الایمان سے آخری ابواب تک حدیث کو اپنی سند سے بیان کیا ہے لیکن خطیب بغدادی نے انکے حال میں لکھا ہے کان الحاکم ثقة وکان یمیل الی التشیع۔ یعنی حاکم ثقہ تھے اور تشیع کی جانب میلان رکھتے تھے۔ اور بعض علماء نے ان کے تشیع کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتے تھے۔ اور سلاف میں سے بھی ایک جماعت کا یہ مذہب تھا۔ مستدرک کی بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جنکو انھوں نے ایسا صحیح بتایا ہے جیسا صحیحین کی حدیثیں۔ مگر بڑے بڑے عالموں نے انکا تخطیہ کرکے اس کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ منجملہ اُن کے حدیث الطیر ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں مشہور و معروف ہے۔ اور اسی واسطے ذہبی نے فرمایا ہے کہ جب تک میری تعقیبات و تلخیصات کو نہ دیکھے اُس وقت تک کسی کو جائز نہیں ہے کہ حاکم کی تصحیح پر مغرور ہو جائے اور یہ بھی فرمایا کہ مستدرک میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جو شرط صحت پر نہیں ہیں۔ بلکہ بعض احادیث موضوعہ بھی درج ہیں جنکی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہو گئی۔ البتہ حدیث الطیر کے بہت طرق ہیں جنکو ذہبی نے ایک جلد رسالہ میں جمع کیا ہے ان تمام طرق سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ فی الجملہ

له المستدرک ج ۲ ص ۱۲۰ - ۱۲۲

حدیث کی کچھ اصلیت ہے۔"

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حاکم کے زمانے میں چار شخص مملکت اسلام میں چوٹی کے محدثین شمار ہوتے تھے۔ دارقطنی بغداد میں۔ حاکم نیشاپور میں۔ ابو عبداللہ بن مندہ اصفہان میں اور عبدالغنی مصر میں محققین اہل حدیث نے ان چاروں میں یہ نسبت بیان کی کہ دارقطنی معرفت علل حدیث میں ممتاز اور مستثنیٰ تھے۔ اور حاکم کو فن تصنیف اور ترتیب میں دخل تام حاصل تھا۔ اور ابن مندہ کثرت حدیث اور معرفۃ واسعہ میں فضیلت رکھتے تھے۔ اور عبدالغنی کو اسباب کی معرفۃ میں تبحر حاصل تھا۔ حاکم کی تصانیف اسقدر زیادہ ہیں کہ تقریباً ہزار جزو تک پہنچتی ہیں۔ ان سب میں عمدہ معرفت علوم الحدیث ہے۔ یہ کتاب نافع اور مفید ہے۔ اور اس کتاب کی نوع عالی میں جو سب سے اول نوع ہے یہ بیان کیا ہے۔

واقرب ما یصح لاقراننا من الاسانید بعدد الرجال ماحدثونا عن احمد بن شیبان الرملی وغیرہ قالوا حدثنا سفیان بن عیینۃ عن عمرو بن دینار عن ابن عمر وعن الزہری عن انس بن مالک، وعن عبید اللہ بن ابی یزید عن ابن عباس، وعن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمرو عن زیاد بن علاقۃ عن جریر فہذہ الاسانید لابن عیینۃ صحیحۃ ومن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریبۃ۔

ہمارے ہم عصروں کی جو سندیں رجال کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب ہیں وہ یہ ہیں۔ احمد بن شیبان رملی وغیرہ۔ سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ (۱) عمرو بن دینار سے اور وہ حضرت ابن عمر سے (۲) سفیان بن عیینہ زہری سے اور وہ حضرت انس بن مالک سے (۳) سفیان بن عیینہ عبیداللہ بن ابی یزید سے اور وہ حضرت ابن عباس سے (۴) سفیان بن عیینہ عبداللہ بن دینار سے اور وہ حضرت ابن عمر سے (۵) سفیان بن عیینہ زیاد بن علاقہ سے اور وہ حضرت جریر بجلی سے سفیان بن عیینہ کی یہ سب سندیں

ان کی تصانیف میں سے تاریخ نیشاپور، کتاب مزکی الاخبار اور کتاب المدخل الی علم الصحیح ہیں۔ ایک کتاب الاکلیل ہے۔ یہ کتاب بھی بہت مفید ہے اور مفسر کو اس کی سخت ضرورت ہے۔ انکی ایک کتاب امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں بھی ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ انکی تصانیف ایک ہزار پانچسو جزو کے قریب پہنچی ہیں۔ وہ اگرچہ دوسرے علوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ مگر علم حدیث میں زیادہ مشغلہ رکھنے کی وجہ سے اسی فن میں زیادہ مشہور ہو گئے تھے۔" انکی کنیت ابو عبداللہ ہے اور نام و نسب یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن محمد ابن حمدویہ بن نعیم الضبی اور انکو طہمانی بھی کہتے تھے۔" یہ نسبت جد کی ہے یعنی اجداد میں سے کسی کا نام طہمان تھا اسکی طرف نسبت کی گئی ہے۔ یہ نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ اپنے زمانہ میں ابن البیع کے ساتھ مشہور تھے۔

لفظ بیّع بار کے زبر اور یا مشددہ کے زیر سے ہے۔ ہندی لغت میں بیع بیوپاری کو کہتے ہیں
اُن کی پیدائش ۳۲۱؁ھ ماہ ربیع الثانی میں ہوئی۔

ان کے باپ اور ماموں کی تاکید بھی اس فن کی تحصیل کے لئے زیادہ تھی اور وہ اہتمام کے ساتھ اس فن کی طرف اُن کو ترغیب دیتے تھے۔

چنانچہ انہوں نے خراسان اور ماوراءالنہر اور دیگر بلاد اسلام میں گشت کرکے دو ہزار شیوخ سے حدیث کی سند کو حاصل کیا۔ انکے والد امام مسلم کے دیکھنے والوں میں تھے۔ اور وہ خود اپنے باپ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم۔ ابوعبداللہ بن یعقوب بن الاخرم۔ ابوالعباس بن محبوب۔ ابوعمرو عثمان بن سماک اور ابوعلی حافظ نیشاپوری جو اپنے زمانہ کے حافظ حدیث تھے۔ اور انکے ماسوا اس فن کے بڑے بڑے عالموں سے اس فن کو حاصل کیا۔ اور دارقطنی و ابوذر ہروی (جو بخاری کے راویوں میں ہیں) ابویعلی خلیلی۔ ابوالقاسم قشیری۔ اور بیہقی اور اس صفت کے ساتھ جو دوسرا استاد متصف ہیں اُنسے روایت کرتے ہیں چونکہ وہ عہدہ قضا پر مامور تھے۔ اسوجہ سے ان کا لقب حاکم پڑگیا تھا ان کی وفات عجیب طور پر واقع ہوئی۔ ایک روز حمام میں غسل کی غرض سے تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد وہاں سے نکلے تو ایک آہ کھینچی اور جاں بحق ہو گئے۔ تہ بند بندھا ہوا تھا۔ کپڑے بھی پہنے ہوئے تھے۔۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۴۰۵؁ھ میں ہوا۔ انتقال کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا تو یہ فرما رہے تھے کہ میں نے نجات پائی۔ دیکھنے والے نے دریافت کیا کہ کس سبب سے تو جواب دیا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر سے" ذہبی نے تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ابوسعید مالینی نے ان کی کتاب کے بارے میں حد سے زیادہ تجاوز کرکے یہ کہدیا ہے کہ میں نے مستدرک اوّل سے آخر تک دیکھا ہے مگر ایک حدیث بھی بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق نہ پائی۔ مگر انصاف یہ ہے کہ بہت سی حدیثیں ان دونوں بزرگوں یا دونوں میں سے ایک کی شرط کے مطابق پائی جاتی ہیں۔ بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ بقدر نصف کتاب کے اس قسم سے ہو۔ اور چوتھائی کے بقدر ایسی ہو کہ بظاہر اُس کا اسناد درست ہے لیکن ان دونوں کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔ اور باقی ربع کے بقدر واہیات اور منکرات بلکہ محض موضوعات سے پُر ہے۔ چنانچہ میں نے تلخیص ذہبی میں جو اسی کتاب کے اختصار میں ہے لوگوں کو اسپر مطلع کر دیا ہے۔

اسی وجہ سے علماء حدیث نے بیان کر دیا ہے کہ حاکم کی مستدرک پر تلخیص ذہبی کے دیکھے بغیر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔"

کتاب مستخرج
علی صحیح مسلم لابی نعیم الاصبہانی

اس کے شروع میں کتاب الایمان ہے اور اوّل میں یہ حدیث جبرائیل ہے:-

حدثنا احمد بن یوسف خلاد قال حدثنا الحارث بن ابی اسامۃ قال حدثنا ابوعبدالرحمٰن بن یزید المقری وحدثنا ابوعلی بن الصواف قال حدثنا بشر بن موسیٰ قال حدثنا ابوعبدالرحمٰن المقری قال حدثنا کھمس بن الحسن عن عبداللہ بن بریدۃ الاسلمی عن یحیی بن یعمر القرشی قال کان من اوّل من قال بالقدر معبد الجھنی۔ بالبصرۃ فانطلقت انا وحمید بن عبدالرحمٰن الحمیری حاجا الی اٰخر الحدیث المذکور فی اوائل صحیح مسلم

عبداللہ بن بریدہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن یعمر القرشی نے یہ بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے مقام بصرہ میں معبد جہنی نے قدر کے بارے میں کچھ کہا تھا۔ اس کو سنکر میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری حجاج کے پاس گئے۔ اس کے بعد وہ حدیث پوری نقل کی جو صحیح مسلم کے شروع میں ہے۔

ان کا نام ونسب یہ ہے:-

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن (دائل بن) مہران اصبہانی صوفی۔

یہ ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ چھ سال کی عمر میں مشائخ عمدہ نے بطریق تبرک ان کو حدیث کی اجازت دیدی۔ جن مشائخ نے ان کو اجازت دی تھی ان میں سے ابوالعباس اصم۔ خیثمہ بن سلیمان طرابلسی۔ جعفر خلدی اور شیخ عبداللہ بن عمر بن شوذب بھی ہیں۔ اور یہ ابونعیم اس خصوصیت کے ساتھ متفرد ہیں۔ اس کے بعد جب وہ جوان ہو گئے تو بڑے بڑے مشائخ سے سماع کیا۔ اور جو تخم انکی زمین استعداد میں لڑکپن سے ڈالا گیا تھا وہ جم کر بار آور ہوا۔ نیز طبرانی۔ ابوالشیخ۔ جعابی۔ ابوعلی بن صواف۔ ابوبکر آجری۔ ابن خلاد نصیبی اور فاروق بن عبدالکریم خطابی سے استفادہ تامہ کیا۔ اس کے بعد شیخوخت اور افادہ کے مرتبہ کو پہنچے تو فن حدیث کے حفاظ عجز ونیاز کے ساتھ در دولت پر حاضر ہو کر فائدہ حاصل کر کے مرتبہ علیا پر پہنچ گئے۔ ان کے اسانید بلند ہونے اور وفور حفظ اور فضیلت علم کی وجہ سے ان لوگوں کی رغبت ایک عرصہ تک انکی جناب میں رہی۔ خطیب بغدادی ان کے خاص الخاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ابوسعید مالینی۔ ابوصالح مؤذن۔ ابوعلی حسن

بن احمد حداد. ابوسعید محمد بن محمد بن المطرز. ابو منصور محمد بن عبداللہ شرطی اور انکے علاوہ دیگر بہت سے محدثین کو انکی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ اُن کی نادر و عجیب کتابوں میں سے کتاب حلیۃ الاولیا ایسی نادر کتاب ہے جس کی نظیر اسلام میں نصیب نہیں ہوئی۔ اگرچہ صبح سے ظہر تک ان کے یہاں حدیث کا درس ہوا کرتا تھا لیکن جب مجلس افادہ سے اٹھکر مکان میں تشریف لیجاتے تھے تو راستہ میں بھی بقدر ایک جزو کے آدمی ان سے پڑھ لیا کرتے تھے۔ باایں ہمہ ہرگز ملول اور تنگ دل نہ ہوتے تھے علم حدیث میں مشغولی کی نوبت اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ گویا کتابوں کا تصنیف کرنا اور حدیث کا پڑھانا انکی غذا میں داخل ہو گیا تھا۔

کتاب حلیۃ الاولیا نے انکی زندگی میں ہی اس قدر شہرت اور رواج حاصل کیا تھا کہ نیشاپور میں اس کا ایک نسخہ چار سو دینار میں خرید اگیا تھا۔ اول وہ شخص جو انکے اجداد میں سے شرف اسلام سے مشرف ہوئے مہران تھے۔ اور وہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے غلام تھے اصفہان اصبہان کو جو سپاہان کا معرب ہے عجم کے بعض بادشاہوں نے اپنے لشکر کے لئے تیار کر کے شہر اسپاہان کے نام سے موسوم کیا تھا اور بالفعل وہ عراق اور عجم کی دار السلطنت اور اسکے مشہور شہروں میں ہے۔ ابو نعیم کی تصانیف بہت ہیں منجملہ انکے کتاب معرفۃ الصحابہ، دو جلدوں میں کتاب دلائل النبوۃ۔ کتاب المستخرج علی البخاری۔ کتاب المستخرج علی مسلم۔ کتاب تاریخ اصفہان۔ کتاب صفۃ الجنۃ۔ کتاب الطب۔ کتاب فضائل الصحابہ اور کتاب المعتقد ہیں۔ ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے بہت سے رسالے ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ بیس۲۰ محرم سن ۴۳۰ھ میں اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ کل چورانوے سال کی عمر ہوئی۔ اسی سال عبدالملک بن بشر بغدادی نے جو عراق کے مستند محدث تھے انتقال فرمایا۔ اور مشہور مفسر ابو عبدالرحمٰن اسماعیل بن احمد الحیری نے بھی اسی سال وفات پائی۔ ابو بکر خطیب نے ان سے بھی علم حاصل کیا تھا چنانچہ صحیح بخاری کو بتمامہ تین مجلسوں میں انکے سامنے پڑھا۔ ابو عمران فارسی محدث دیار مغرب بھی اسی سال واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مسند دارمی

یہ اصطلاح کے خلاف مسند کے ساتھ مشہور ہو گئی۔ اس مسند کی ثلاثیات میں سب سے پہلے باب البول فی المسجد میں یہ حدیث ہے:۔

اخبرنا جعفر بن عون قال اخبرنا یحییٰ بن سعید
عن انس قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فلما قام بال فی ناحیۃ المسجد قال
فصاح بہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فکفھم عنہ ثم دعا بدلو من ماء
فصبہ علیٰ بولہ ۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک شخص بیابان کا رہنے والا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب وہ کھڑا ہوا تو مسجد کی ایک جانب میں پیشاب کرنے لگا انس فرماتے ہیں کہ اسکی یہ حرکت نا گوار خلاف آداب مسجد دیکھکر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شور وشغب مچانا شروع کیا اور اسپر لے دے کرنے لگے حضور سرور کائنات نے صحابہ کو برا بھلا کہنے سے روکدیا اور پانی کا ڈول اسپر ڈلوا کر مسجد کو پاک کروا دیا۔

" ان بزرگ کا نام ونسب عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد تمیمی دارمی سمرقندی ہے (ان کی کنیت ابو محمد ہے) کثرت سے سفر میں رہتے تھے۔ اکثر بلاد اسلام کا سفر کرکے دور دراز شہروں میں گشت کرکے علم حدیث کو جمع کیا۔ مسلم بن حجاج قشیری صاحب صحیح مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ عبداللہ امام احمد بن حنبل کے بیٹے اور محمد بن یحییٰ ذہلی ان سے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ پسر امام احمد بن حنبل اپنے والد بزرگوار سے یہ نقل کرتے ہیں کہ خراسان میں علم حدیث کے حافظ چار شخص تھے۔ ابو زرعہ رازی۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سمرقندی اور حسن بن شجاع بلخی۔ جسوقت دارمی کی وفات کی خبر محمد بن اسمعیل بخاری کو پہنچی تو (انتہائی صدمہ سے) سر جھکا لیا۔ اور اشک جاری کرتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگے اور بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ (حسرت آمیز) شعر نکل گیا۔ حالانکہ بجز ان اشعار کے جو حدیث میں روایت کئے گئے ہیں آپ کبھی کوئی شعر نہیں پڑھتے تھے :-

ان تبق تفجع بالاحبۃ کلھا   وفناء نفسک لا اباللہ افجع

اگر تو زندہ رہیگا تو تمام دوستوں کی مفارقت کا درد تجھ ہی کو اٹھانا پڑیگا۔ مگر تیری موت کا سانحہ ان سب سے دردناک ہے

دارمی کی ولادت سنہ ۱۸۱ھ میں اور وفات پنجشنبہ کو عرفہ کے روز سنہ ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ جمعہ کے روز جو یوم النحر واقع ہوا تھا دفن کئے گیے اور یہی سال عبداللہ بن المبارک کی وفات کا ہے" نسخہ ابوالوقت مسند دارمی میں تین ہزار پانسو پچپن (۳۵۵۵) حدیثیں مندرج ہیں۔ یہ حدیثیں ایک ہزار چارسو آٹھ (۱۴۰۸) باب میں متفرق طور پر جمع کی گئی ہیں۔ "

سنن دارقطنی

ان کی سند کو بلند کرنے والی سند خماسی ہے۔ اس کتاب کے چند نسخے ہیں۔ بروایت ابن بشران

از دارقطنی اور بروایت ابوطاہر کاتب از دارقطنی اور بروایت توقانی اور ان تینوں نسخوں میں بھی اختلاف اور تفاوت موجود ہے لیکن یہ اختلاف صرف بعض راویوں کے نسب اور نسبت کی کمی اور زیادتی میں ہے اور بعض جگہ بعض الفاظ بھی مختلف ہیں۔ اصل حدیث میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ ہر نسخہ میں حدیثیں بالاستیعاب مذکور ہیں۔ البتہ کتاب السبق بین الخیل ابن عبد الرحیم کے روایت کردہ نسخہ میں موجود نہیں ہے۔ اور اس کے اول سنن میں حدیث قلتین موجود ہے۔ اس حدیث کی سندوں کے طریقوں کو کثرت اور بعید مبالغہ سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ چوالیس سندیں اس حدیث کی ذکر کی ہیں۔ از آں جملہ نو سندوں میں ان الفاظ سے منقول ہے۔ اذا کان الماء اربعین قلۃ۔ اور ان میں سے اول جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے اور ان کی تضعیف بھی کی گئی ہے۔ اور باقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔ اور ان میں بھی بعض روایت میں تو لم ینجس واقع ہے اور بعض میں لم ینجسہ شئ آیا ہے۔ رہے دوسرے ۳۵ طریق جنمیں ایک ابوہریرہ بھی ہیں۔ وہ اس حدیث کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ما بلغ من الماء قلتین فما فوق ذلک لم ینجسہ شئ اور دوسرا ابن عباس سے مروی ہے۔ یہ اس حدیث کو ان الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔ اذا کان الماء قلتین فصاعدا لم ینجسہ شئ اور باقی ابن عمر سے مروی ہیں جنمیں بعض روایت میں تو اس طرح پر ہے۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض میں عن ابن عمر عن ابیہ اور دونوں میں یہی لفظ ہیں اذا کان الماء قلتین حاصل یہ ہے کہ یہ سب امور ان کی قوت حافظہ اور استیفا پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱) دارقطنی کا نام و نسب یہ ہے۔ علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبد اللہ اور کنیت ابوالحسن ہے۔ شافعی المذہب تھے[۱] اور بغداد میں جو دارقطن ہے وہاں رہتے تھے۔ یہ قاف کے ضمہ سے ہے اور بغداد کے ایک بڑے محلہ کا نام ہے۔ آپ سنہ ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابوالقاسم بغوی۔ ابو بکر بن ابی داؤد۔ ابن صاعد حسین بن محاملی اور نیز دوسرے بہت سے عالموں سے حدیث کی سماعت کی۔ اور علاوہ بغداد کے کوفہ۔ بصرہ۔ شام۔ واسط۔ مصر اور دوسرے اسلامی شہروں کی سیر و سیاحت کی۔ حاکم۔ عبد الغنی منذری صاحب ترغیب و ترہیب۔ تمام رازی صاحب فوائد مشہورہ اور ابونعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیا۔ یہ سب محدثین انکے شاگرد ہیں۔ علم نحو و فن تجوید میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ فن معرفت علل حدیث و اسماء الرجال میں بے نظیر اور اپنے وقت کے یگانہ تھے۔ چنانچہ خطیب اور حاکم اور اس فن کے دوسرے اماموں نے ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے۔ نیز مذاہب فقہاء سے بھی باخبر تھے۔ علم ادب و شعر سے بھی

---

[۱] یعنی جب پانی بقدر دو قلوں یا اس سے زیادہ کو پہنچ جائے تو اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

خوب باخبر تھے۔ بیان کیا جاتا ہو کہ بہت سے شاعروں کے دیوان ازبر یاد تھے۔ جوانی کے زمانہ میں اسماعیل صفار کی مجلس میں نشست رہا کرتی تھی۔ ایک دن صفار مذکور اُن کو حدیثیں لکھوا رہے تھے جب ایک جزو کے قریب لکھوا چکے تو صفار نے یہ کہا کہ تمہارا سماع صحیح نہیں ہو کیونکہ تم لکھنے میں ایسے مشغول رہتے ہو کہ حدیث کو اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ تو دارقطنی نے انکے جواب میں یہ عرض کیا کہ جناب کو یاد ہے کہ اسوقت تک مجھ کو کتنی حدیثیں لکھوائی ہیں۔ صفار نے کہا مجھ کو تو یاد نہیں دارقطنی نے عرض کیا کہ اسوقت تک اٹھارہ حدیثیں لکھوائی ہیں۔ اول حدیث فلاں از فلاں تا آخر سند علیٰ ھذا ثانی حدیث از فلاں از فلاں الخ اسی طرح سب حدیثوں کی سندوں کے راویوں کے نام اول سے آخر تک مع متن حدیث انکو حفظ پڑھکر سنائے۔ تمام اہل مجلس کو ان کی قوت حافظہ پر تعجب ہوا۔ ایک روز دارقطنی سے یہ دریافت کیا گیا کہ تم نے اپنا جیسا کبھی کوئی دوسرا شخص دیکھا ہے۔ تو خاموش ہو رہے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ صرف یہ آیت پڑھی۔ فلا تزکوا انفسکم۔ دارقطنی کے لطائف وظرائف میں سے یہ واقعہ ہے کہ ایک دن ابوالحسن بیضاوی کسی ایسے شخص کو جو دور دراز سے حدیث کی طلب میں آیا تھا اُن کے پاس لائے اور یہ کہا کہ یہ شخص غریب دُور دراز سے سفر کرکے آیا ہے آپ اس کو کچھ حدیثیں لکھوا دیجئے۔ تو آپ نے لطائف الحیل سے ٹالنے کے لئے یہ جواب دیا کہ مجھ کو فرصت نہیں۔ جب ابوالحسن بیضاوی نے بہت اصرار کیا تو اس کو بیس سندیں ایسی لکھوائیں جنکا متن یہ تھا کہ نعم الشئ الھدیۃ[1] امام الحاجۃ دوسرے دن وہ مرد غریب کوئی مناسب ہدیہ لیکر حاضر ہوا تو اس کو سترہ سندیں لکھوائیں اور ان سب کا متن یہ تھا اذا اتاکم[2] کریم قوم فاکرموہ منجملہ اور لطائف کے ایک یہ لطیفہ بھی ان کا مشہور ہو۔ ایک روز نوافل ادا کر رہے تھے اور ایک دوسرا شخص اُن کے متصل بیٹھا ہوا کسی حدیث کا کوئی نسخہ پڑھ رہا تھا۔ اس نسخہ کے راویوں کے ناموں میں ایک نام نُسَیر آیا۔ جو نون اور سین مہملہ اور یا تصغیر سے ہے۔ اُس پڑھنے والے نے بَشیر با موحدہ اور شین معجمہ سے پڑھا۔ تو دارقطنی نے اسکو اس غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے نماز میں ہی سبحان اللہ کہا۔ پڑھنے والے نے دوسری مرتبہ یَسیر بضم یا تحتانی پڑھا جب دارقطنی نے خیال کیا کہ صحیح لفظ پر متنبہ نہیں ہوا۔ پھر دارقطنی نے سبحان اللہ کہا۔ مگر وہ نہ سمجھا تو آپ نے یہ آیۃ پڑھی نٓ والقلم وما یسطرون تاکہ وہ سمجھ جائے کہ اس راوی کا نام نون کے ساتھ ہو۔

ف۔ نماز میں اسطرح پر تلقین کرنا شوافع کے ہاں جائز ہو مگر ابوحنیفہ کے نزدیک درست نہیں مترجم۔

---

[1] اپنی حاجت ظاہر کرنے سے قبل کچھ ہدیہ پیش کرنا بہت اچھا ادب ہے۔

[2] جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی توقیر کیا کرو۔

اسی طرح ایک دن پھر نقل ادا کر رہے تھے۔ ایک پڑھنے والے نے حدیث عمرو بن شعیب کو عمرو بن سعید پڑھا تو دارقطنی نے سبحان اللہ کہا۔ پڑھنے والے نے پھر سند کا اعادہ کیا اور اس نام پر رک گیا تو دارقطنی نے یہ آیۃ تلاوت کی یا شعیب اصلوتك تامرك وہ سمجھ گئے اور بجائے سعید کے شعیب پڑھنے لگے۔

دارقطنی کی وفات آٹھویں ذی قعدہ ۳۸۵ھ میں جمعرات کے روز ہوئی۔ حافظ ابونصر بن ماکولا کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ گویا دارقطنی کا حال فرشتوں سے دریافت کرتا ہوں۔ اور پوچھتا ہوں کہ آخرت میں دارقطنی کے ساتھ کیا معاملہ گزرا۔ تو فرشتوں نے یہ جواب دیا کہ جنت میں انکا لقب امام ہے۔

سنن ابی مسلم الکشی

اس کتاب میں ثلاثیات بہت ہیں۔ ان کو کشی بفتح کاف عجمی اور کجی بھی کہتے ہیں۔ انکی ثلاثیات کی پہلی حدیث باب فضل الصدقہ میں یہ ہے :-

حدثنا عمر بن محمد العثمانی قال حدثنا عبد اللہ بن نافع الانصاری انہ اخبر عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احیٰی ارضا میتۃ فلہ منہا اجر وما اکلت العافیۃ منہا فہو لہ صدقۃ۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو خراب زمین کو آباد کرے گا تو اس کے لئے اس میں سے اجر ہے اور اس میں سے جو کچھ جانوروں نے کھالیا ہے وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

ان کی کنیت ابو مسلم ہے اور نام ابراہیم ہے۔ عبد اللہ کے بیٹے ہیں اور بصرہ کے رہنے والے ہیں ان کی یہی کتاب مشہور ہے مسلم کشی نے جب اس سنن کے جمع کرنے، استاد کو سنانے اور محدثین کو دکھلانے سے فراغت پائی تو اس نعمت کے شکرانہ میں ہزار درہم مفلسوں کو صدقہ میں دئے۔ اور جو علم حدیث کا مشغلہ رکھنے والے تھے ان میں سے ایک کثیر التعداد جماعت اور دیگر امراء ملک کی دعوت کرکے پرتکلف کھانے پکوا کر کھلائے غرض ہزار دینار اس دعوت میں صرف کئے۔ جس روز مسلم کشی بغداد میں آئے تو بہت سے آدمی ان سے سند حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ رحبہ غسان جو بغداد کے فراخ ترین مکانوں میں سے تھا مکانِ جلوس قرار پایا۔ چونکہ چاروں طرف کثرت سے آدمیوں کا ہجوم تھا اس لئے سات آدمی ان کی آواز کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے متعین ہوئے تاکہ دور دست کے آدمیوں کو بھی نفع حاصل ہو۔ فارغ ہونیکے بعد جب اس مجلس کے آدمیوں کو شمار کیا گیا تو علاوہ دیگر سامعین و ناظرین کے

تقریباً ایک ہزار چالیس آدمی صاحب دوات و قلم وہاں موجود تھے۔ جو اُن کے فرمودہ کو لکھ رہے تھے۔ خطیب بغدادی نے بھی اس واقعہ کو تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے۔ ۲۶۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

سنن سعید بن منصور

اس کتاب میں بھی ثلاثیات بہت ہیں۔ چنانچہ ابتدا سے سنن کے باب الاذان میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

حدثنا هُشَیم بن بشیر قال حدثنا حصین بن عبد الرحمن قال اخبرنا عبد الرحمن بن ابی لیلی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اهتم للصلوة کیف یجمع الناس لها قال لقد هممت ان ابعث رجالا فیقوم کل رجل منهم علی اطم من اطام المدینة فیؤذن کل رجل منهم من یلیه فلم یعجبه ذلک فذکروا الناقوس فلم یعجبه ذلک فانصرف عبد الله بن زید مهتما لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فاُرِیَ الاذان فی منامه فلما اصبح غدا فقال یا رسول الله رأیت رجلا علی سقف المسجد علیه ثوبان اخضران ینادی بالاذان فزعم انه اذن مثنی مثنی الاذان کله فلما فرغ قعد قعدة ثم دعا فقال مثل قوله الاول فلما بلغ حی علی الصلوة حی علی الفلاح قال قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله فقام عمر بن الخطاب فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا قد اطاف بی اللیلة مثل الذی اطاف به فقال

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے متفکر ہوتے (یعنی آپکو یہ فکر ہوا کہ) نماز کیلئے لوگوں کو کس طرح پر جمع کیا جائے آپنے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس امر کا قصد کیا تھا کہ چند لوگوں کو بھیجدوں اور انمیں سے ہر ایک شخص مدینہ کے ٹیلوں میں سے کسی کسی ٹیلہ پر کھڑا ہو جائے اور ہر آدمی اُس شخص کو مطلع کر دیا کرے جو اسکے قریب ہے۔ مگر آپنے اس کو پسند نہ کیا تو لوگوں نے ناقوس بجانیکی رائے پیش کی۔ آپنے اسکو بھی ناپسند کیا۔ عبداللہ بن زید واپس ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر کی وجہ سے خود بھی فکرمند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اذان کا طریقہ اور کیفیت اُن کو خواب میں دکھلائی جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے ایک شخص کو مسجد کی چھت پر دیکھا وہ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا اور اذان کہہ رہا تھا اور یہ بھی کہا کہ اس نے اذان کے کل کلموں کو دو دو مرتبہ کہا۔ اور جب فارغ ہو گیا تو وہ بیٹھ گیا اور دعا مانگی پھر اوّل کی طرح انہیں کلمات کو کہا اور جب حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہا تو اسکے بعد قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہا۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ انہوں نے۔ آپنے فرمایا کہ تمکو کیا چیز مانع

ھ بعض نے ان کا سن وفات ۲۹۲ھ لکھا ہے۔

ما منعك ان تخبرنا فقال سبقني عبد الله بن زيد فاستحييت فاعجب بذلك المسلمون فكانت سنة بعد وامر بلال فاذن۔

ہوئی جو تم نے ہمکو خبر دی تو یہ عرض کیا کہ عبداللہ بن زید جب مجھ سے سبقت لے گئے تو مجھکو شرم دامنگیر ہوئی۔ تمام مسلمان اس کو خوش ہوئے اسکے بعد یہ طریقہ جاری ہوگیا اور بلال اذان دینے کے لئے مامور ہوئے۔

ان کی کنیت ابو عثمان ہے۔ اور نام سعید بن منصور بن شعبہ مروزی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دراصل طالقانی ہیں مگر بلخ میں رہنے لگے تھے۔ اور آخر عمر میں مکہ معظمہ کو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ اور اسی جگہ ماہ رمضان المبارک ۲۲۹ھ میں انتقال ہوا۔ تقریباً اسی نوے سال کے درمیان عمر پائی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا اور دوسری حدیثوں کی سماعت حاصل کی۔ علاوہ ازیں لیث بن سعد ابو عوانہ۔ فلیح بن سلیمان اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے استفادہ فرمایا اور امام احمد اور مسلم اور ابو داؤد وغیرہ بہت سے لوگوں سے روایت کرتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کی بہت تعظیم اور بے حد تعریف و توصیف کیا کرتے تھے۔ قوی الحفظ تھے۔ اپنی یاد سے دس ہزار احادیث کے قریب لکھوایا کرتے تھے۔ ابو حاتم نے بھی ان کی توثیق و تعدیل کی ہے۔

مُصنّف عبد الرّزاق

اس کی اکثر حدیثیں ثلاثی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مصنف کو شمائل پر ختم کیا ہے۔ اور شمائل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے ذکر پر تمام کیا۔ چنانچہ اسکے آخر میں یہ حدیث ہے۔

حدثنا معمر عن ثابت عن انس رضی قال كان شعر النبی الی انصاف اذنیہ۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آپ کے کانوں کے نصف حصے تک پہنچتے تھے۔

ان کی کنیت ابوبکر ہے اور نام و نسب یہ ہے۔ عبد الرزاق بن ہمام بن نافع اور ولاء کے اعتبار سے حمیری ہیں۔ صنعا کے رہنے والے ہیں جو یمن کا دار السلطنت ہے۔ عبید اللہ بن عمر (بن حفص) عمری سے بہت کم اور ابن جریج اوزاعی اور ثوری سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین ان کے شاگرد ہیں۔ آپ معمر کے ممتاز اور بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ سات سال تک انکی صحبت میں رہے اور اسی وجہ سے معمر کی حدیثوں کو یاد رکھنے میں مشہور اور ممتاز ہیں۔ صحاح ستہ میں بھی انکی روایات موجود ہیں۔ کسی نے ان میں کوئی عیب بیان نہیں کیا۔ مگر فی الجملہ تشیع تھا۔ البتہ زیادہ غلو نہ تھا اور باوجود اس وصف تشیع کے یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو یہ جرأت نہیں ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امیر المومنین

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ترجیح دوں اور میرا دل یاری نہیں کرتا کہ انکے تفاضل کو ثابت کروں کیونکہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بتواتر ثابت ہے اور یقین کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے مجھ کو ان دونوں حضرات پر فضیلت مت دو پس امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودہ سے تجاوز کرنا کار شیعی نہیں ہے نصف ماہ شوال ۲۱۱ھ میں رحلت فرمائی۔ عمر طویل پائی یعنی پچاسی سال زندہ رہے۔

مُصَنَّف ابی بکر بن ابی شَیبَہ

اس کے شروع میں کتاب الطہارۃ ہے۔ اور اس کے اوّل یہ ہے باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء (جب کوئی شخص پاخانہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو کونسی دعا پڑھے) اور اس باب میں یہ حدیث بیان کی ہے:-

حدثنا ھشیم بن بشیر عن عبد العزیز بن ابی صہیب عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اعوذ باللہ من الخبث والخبائث۔

انس بن مالک رضی فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ میں داخل ہوتے تو آپ یہ فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

ان کی کنیت ابوبکر ہے اور نام و نسب یہ ہے۔ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی یعنی ابن عبس کے (عین مہملہ کے بعد با، موحدہ ساکنہ) موالی میں سے ہیں۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث کی کتابوں میں اس طرح کی تین صورتیں باہم ملتبس و مشتبہ ہیں۔ ان تینوں میں امتیازی علامت یہ ہے کہ اگر وہ ساکن بصرہ ہیں تو عیشی یائے تحتانی اور شین معجمہ سے۔ اور کوفہ کے رہنے والے ہیں تو عبسی با، موحدہ اور سین مہملہ سے۔ اور اگر شام کے باشندے ہیں تو عنسی نون اور سین مہملہ سے پڑھنا چاہیے۔ ابوبکر کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ اس مصنف کے علاوہ انکا ایک مسند اور بعض تصانیف اور بھی ہیں۔ انہوں نے شریک بن عبد اللہ قاضی کوفہ۔ ابو الاحوص۔ عبد اللہ بن المبارک۔ سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبد الحمید اور ان کے ہم عصروں سے علم حدیث کو حاصل کیا ہے۔ ابو زرعہ۔ بخاری۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ اور دوسرے بہت سے عالموں نے ابوبکر سے استفادہ کیا ہے۔ ابوبکر فن حدیث کے امام ہیں۔ ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں چار شخصوں پر نظر پڑتی تھی۔ اور علم حدیث کا منتہا انہی کو خیال کرتے تھے۔ اول ابوبکر بن ابی شیبہ

جو حدیث کے بیان کرنے میں یکتا تھے۔ دوسرے احمد بن حنبل جو فقہ اور حدیث کے سمجھنے میں مستثنیٰ خیال کئے جاتے تھے۔ تیسرے ابن معین جو جمع و تکثیر حدیث میں ممتاز تھے۔ چوتھے علی بن المدینی جو مخرج حدیث اور اسکے علل کے علم میں یگانہ اور بے نظیر تھے لیکن مذاکرہ کے وقت ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے ہمعصروں میں حافظ ترین بتائے جاتے تھے۔ ترتیب اور تہذیب کے اعتبار سے بھی یہ کتاب ان کے ہمعصروں سے امتیاز تام رکھتی ہے۔ ماہ محرم ۲۳۵ھ میں اس خاکدان عالم سے دار القرار کو رحلت فرمائی۔

کتاب الاشراف فی مسائل الخلاف لابن المنذر

"یہ کتاب نہایت نفیس ہے اس میں علماء کا اختلاف معہ دلائل ذکر کیا گیا ہے۔ اور احادیث کو بھی اس طرز سے اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ اجتہاد و استنباط آسان ہو جائے۔" اس کتاب کی ابتداء یوں کی ہے:-

ذکر فرض الطهارة اوجب الله تعالى الطهارة للصلوٰة فی کتابه فقال جل ثناءه يا ايها الذين آمنوا اذا قمتم الى الصلوٰة فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا برؤسكم وارجلكم الى الكعبين وقال يا ايها الذين آمنوا لا تقربوا الصلوٰة وانتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون ولا جنبا الا عابرى سبيل حتى تغتسلوا ودلت الاخبار الثابتة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم على وجوب فرض الطهارة للصلوٰة واتفق علماء الامة على ان الصلوٰة لا يجزى الا بها اذا وجد السبيل اليها حدثنا الربيع بن سليمان قال حدثنا عبد الله بن وهب قال اخبرنا سليمان قال حدثني كثير بن زيد عن الوليد بن رباح عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله

طہارت یعنی وضو کی فرضیت کا ذکر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کے لئے طہارت کو واجب کیا۔ (چنانچہ ایک جگہ اس طرح فرمایا) کہ اے ایمان والو جب تم نماز کے ادا کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے تمام منھ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھو لو۔ اور اپنے سر کا مسح کرو۔ (اور ایک مقام پر یہ ارشاد فرمایا) کہ اے ایمان والو جب تم کو نشہ ہو تو نماز کے نزدیک (بھی) مت ہو۔ یہانتک کہ تم جو کہتے ہو اسکو سمجھنے لگو اور نہ اسوقت کہ جب جنابت کی حالت ہو یہانتک کہ غسل کر لو البتہ راہ چلنے کی حالت میں (سو وہ مجبوری ہے) علی ہذا احادیث مرفوعہ بھی اسپر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کیلئے وضو فرض ہے اور علماء امت کا اسپر اتفاق ہے کہ جبتک وضو کر سکتا ہے اور کوئی عذر و مانع موجود نہ ہو تو بغیر وضو کے نماز جائز نہ ہو گی۔ حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم قال لا یقبل اللہ صلوٰۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول

نماز بغیر وضو کے قبول نہیں فرماتا۔ اور مال غنیمت سے خیانت کرکے جو صدقہ ادا کیا جاتا ہے اسکو بھی حق تعالیٰ قبول نہیں فرماتا

ان کی کنیت ابوبکر ہے اور نام محمد ہے۔ ابراہیم بن المنذر نیشاپوری کے بیٹے ہیں چونکہ ابوبکر کو حرم محترم کی مجاورت حاصل تھی اور اسی متبرک زمین میں رہ کر تعلیم علم حدیث میں مشغول رہے اسوجہ سے ان کو شیخ الحرم بھی کہتے ہیں۔ اور چونکہ ان سے پہلے اسلام میں ان کے مثل کوئی مصنف نہیں گزرا۔ اس وجہ سے ان کی کتابیں نادر الوقت سمجھی جاتی تھیں منجملہ اور کتابوں کے ایک کتاب تو یہی ہے اس کے علاوہ کتاب المبسوط فقہ میں۔ کتاب الاجماع۔ کتاب التفسیر اور کتاب السنن وغیرہ بھی ان کی نادر کتابوں میں سے ہیں۔ ان کی سب تصنیفات مایۂ اجتہاد و تحقیق ہیں۔ علم فقہ اور معرفت اختلافات علماء اور ان کے ماخذ و دلیل کے شناخت کرنے میں بہت ماہر تھے۔ اگرچہ شیخ ابواسحاق نے اپنے طبقات میں ان کو زمرہ فقہاء شافعیہ میں لکھا ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام شافعی رح اور ان کے اجتہاد میں کثرت سے توارد تھا۔ نیز ان کا قیاس اکثر امام شافعی کے قیاس کے مطابق ہوتا تھا لیکن درحقیقت وہ کسی کے مقلد نہ تھے۔ شیخ ابواسحاق نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام علماء کو خواہ وہ انکے مذہب کے موافق ہوں یا مخالف ابن المنذر کی تصنیفوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ آئین استنباط اور طریق اجتہاد کو بتاتے اور سکھاتے ہیں۔ علم حدیث میں محمد بن میمون۔ ربیع بن سلیمان۔ محمد بن اسماعیل صائغ۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم ان کے علاوہ اور بزرگ و فضل ترین محدثین کے شاگرد ہیں۔ اور محمد بن یحییٰ بن عمار دمیاطی اور ابوبکر ابن المقری اور دیگر محدثین خود ان کے اعلیٰ اور عمدہ شاگردوں میں سے ہیں ۳۱۸ھ میں وفات پائی

سنن کبریٰ

یہ کتاب بیہقی رح کی تصنیف ہے جو مختصر مزنی کی ترتیب کے مطابق مرتب کی گئی ہے اس کتاب کے دو سو دو جزو ہیں۔ اس کے آخر میں یہ باب ہے:۔ باب[1] عدۃ الام الولد اذا توفی عنھا سیدھا اخبرنا ابوعبداللہ قال اخبرنا ابوالولید قال حدثنا محمد بن احمد بن زھیر قال حدثنا عبداللہ ھو ابن ھاشم عن وکیع عن مسعر وسفیان عن عبدالکریم عن مجاھد[2] قال ثلثۃ اشھر (وعن وکیع)

---

[1] اس باب میں ام ولد کی عدت کا بیان ہے جب اسکے سید کا انتقال ہو جائے تو اس کو کسقدر عدت کرنی چاہیئے

[2] مجاہد سے منقول ہے کہ اس کی عدت تین مہینے ہیں۔

عن سعید عن الحکم عن ابراھیم قال ثلاثۃ اشھر (وروینا) عن عطاء وطاوس وعمر بن عبد العزیز وابی قلابۃ رحمھم اللہ تعالیٰ۔

کتاب معرفۃ السنن والآثار

یہ کتاب بھی بیہقی کی تصنیف ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ اس نام کے معنی ہیں معرفۃ الشافعی بالسنن والآثار۔ اسی لئے تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ شافعی فقیہ کو اس کتاب کی سخت ضرورت پڑتی ہے بغیر اس کتاب کے اس کو چارہ نہیں ہے۔ اس کتاب کی چار جلدیں ہیں۔ اور سنن کبریٰ دس جلدوں میں مجلد ہے۔ اس کتاب یعنی معرفۃ السنن میں یہ حدیث ہے:۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ قال اخبرنا الزبیر بن عبد الواحد الحافظ قال حدثنی حمزۃ بن علی العطار بمصر قال حدثنی الربیع بن سلیمان قال سئل الشافعی رحمۃ اللہ علیہ عن القدر فانشاء یقول۔

یعنی حضرت امام شافعی رح سے تقدیر کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

اذا شئت کان وان لم اشأ — وما شئت ان لم تشاء لم یکن

اے اللہ جس چیز کو تو چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اگرچہ میری خواہش نہ ہو اور جس چیز کو آپ نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتی گو میری خواہش ہو

خلقت العباد علی ما علمت — ففی العلم یجری الغنی والمسن

اپنے علم کے موافق بندوں کو آپ نے پیدا کیا۔ اُس کے علم کے موافق ہی غنیٰ اور احسانات جاری ہوتے ہیں

علی ذا مننت وھذا ذللت — وھذا اعنت وذا لم تعن

اِس پر آپ نے احسان کیا اور اُس کو ذلیل اِس کی امداد کی اور اُس کی نہ کی

فمنھم شقی ومنھم سعید — ومنھم قبیح ومنھم حسن

پس اُن میں سے بعض بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت بعض بدصورت ہیں اور بعض خوبصورت

ان کی کنیت ابو بکر ہے۔ اور نام احمد بن الحسین ہے۔ (احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ) بیہقی کی نسبت بَیْہَق کی طرف ہے۔ اور بیہق چند گاؤں کا نام ہے جو باہم متصل ہیں اور نیشاپور سے تیس کوس کے فاصلہ پر ہیں اور یہ ایسا ہے جیسا نواح دہلی میں بارہ دہر یانہ۔ اُن دیہات میں سب سے بڑا گاؤں خسرو جرد ہے جیم کے کسرہ کے ساتھ جہاں بیہقی کی قبر ہے۔ ماہ شعبان ۳۸۴ھ

میں پیدا ہوئے۔ حاکم۔ ابوطاہر۔ ابن فورک متکلم اصولی۔ ابوعلی روذباری صوفی اور ابوعبدالرحمٰن سلمی صوفی سے علوم کو حاصل کیا۔ اور بغداد۔ خراسان۔ کوفہ۔ حجاز اور دوسری اسلامی آبادیوں میں گشت کیا۔ اور باوجود اس تبحر علمی وعلو اسناد کے جوان کو حاصل تھا سنن نسائی۔ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ ان کے پاس موجود نہ تھے۔ اور ان تینوں کتابوں کی حدیثوں پر کما ینبغی انکو اطلاع بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں بڑی برکت اور فہم میں کامل قوت عطا فرمائی تھی۔ انکی یادگار میں ایسی عجیب عجیب تصانیف موجود ہیں جو ان سے پہلے لوگوں سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ ان کی چیدہ اور نافع تصانیف میں سے کتاب الاسماء والصفات ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں مجلد ہے۔ سبکی کہتے ہیں کہ مجھکو اس کتاب کی نظیر نہیں ملتی۔ علیٰ ہٰذا دلائل النبوۃ تین جلدوں میں مجلد ہے۔ مناقب الشافعی اور کتاب دعوات الکبیر کی صرف ایک ایک جلد ہے۔ سبکی کہتے ہیں کہ میں قسم کھاکر بیان کرسکتا ہوں کہ دنیا میں یہ پانچوں کتابیں بے مثل ہیں۔ اور ان کی نظیر عالم میں موجود نہیں۔ کتاب الزہد۔ کتاب البعث والنشور اور ترغیب وترہیب کی بھی ایک ایک جلد ہے۔ ہاں کتاب الخلافیات بھی دو جلدوں میں ہے۔ اربعین صغریٰ۔ اربعین کبریٰ۔ کتاب الاسرار ان کے علاوہ اور بہت سی تصانیف بھی ہیں۔ ان کی تمام تالیفات ہزار جزو کے قریب ہوں گی۔ تورع اور زہد میں وہی خصائل رکھتے تھے جو علماء ربانیین میں ہونی چاہیئے۔ امام الحرمین نے ان کے بارہ میں یہ فرمایا ہے کہ دنیا میں سوا بیہقی کے اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ بیہقی نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی رح کے مذہب کی نصرت وتائید کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس مذہب کا رواج دوبالا ہوگیا۔ امام شافعیؒ کے فقہ اور فن حدیث وعلل حدیث میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کا اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا جب کتاب معرفۃ السنن کی تصنیف شروع کی ہے تو صلحاء وراستبازوں میں سے کسی نے امام شافعی رح کو خواب میں دیکھا کہ وہ کسی مقام پر موجود ہیں اور اس کتاب کے چند جزو ان کے ہاتھ میں ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ آج فقیہ احمد کی کتاب سے میں نے سات جزو پڑھے ہیں۔ ایک دوسرے فقیہ نے امام شافعی رح کو خواب میں دیکھا کہ جامع مسجد میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج میں نے کتاب فقیہ احمد یعنی بیہقی سے فلاں فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے۔ محمد بن عبدالعزیز مروزی جو مشہور فقیہ ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جارہا ہے اور اسکے گرداگرد ایک ایسا چمکتا ہوا نور ہے جو آنکھوں

کو خیرہ کرتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے تو فرشتوں نے جواب دیا کہ بیہقی کی تصنیفات کا یہ صندوق ہے جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہو گیا ہے۔ دسویں جمادی الاولی ۴۵۸ھ کو شہر نیشا پور میں بیہقی کا انتقال ہوا۔ ان کو تابوت میں رکھ کر بیہق لائے اور خسروجرد میں دفن کیا۔ کبھی کبھی شعر و اشعار کی طرف بھی طبیعت کا میلان ہوتا تھا۔ چنانچہ یہ چند بیت بھی انھیں کے ہیں:۔

من اعتز بالمولی فذاک جلیل ومن رام عزاً عن سواہ ذلیل

جس شخص کو خدا تعالیٰ نے عزت دی تو وہ بزرگ ہے۔ اور خدا کے سوا اگر کسی دوسرے سے عزت کا طالب ہوا تو وہ ذلیل ہے

ولو ان نفسی مذ براُھا ملیکھا مضی عمرھا فی سجدۃ لقلیل

میرے نفس کی جیسے اسکو اسکے مالک نے پیدا کیا ہے اگر تمام عمر سجدہ (عبادت) میں گزر جائے تو نہایت قلیل ہے

احب مُناجاۃ الحبیب باوجہ ولکن لسان المذنبین کلیل

میں اپنے حبیب کی مناجات کو عمدہ طریقہ سے پسند کرتا ہوں لیکن گنہگاروں کی زبان گونگی ہے

شرح السُنّۃ للبغوی

اس کتاب کے شروع میں یہ حدیث ہے انما الاعمال بالنیات اس روایت کے راوی حضرت عمرؓ ہیں۔ اور غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس واسطوں سے اور کبھی آٹھ و نو واسطوں سے بھی بغوی تک پہنچی ہے۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے اور نام حسین بن مسعود ہے۔ ان کو فرّاء وابن الفرا بھی کہتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی پوستین سیکر فروخت کرتا تھا۔ لغت عرب میں پوستین کو فرد کہتے ہیں۔ بغو جو ان کا وطن ہے اس کی طرف نسبت ہے بغو کی اصل بغشور ہے جو باغ کور کا معرب ہے، اور یہ ایک معمور و آباد شہر ہے جو ہرات اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ شور کو حذف کر کے بغ کی طرف نسبت کی تو بغوی ہو گیا۔ یہ لفظ ثنائی ہے مگر زیادت واؤ کی وجہ سے ثلاثی ہو گیا ہے۔ ان کو تین فنون میں مہارت حاصل تھی۔ اور ہر ایک فن کو معراج کمال پر پہنچایا ہے۔ بے نظیر محدث اور بے عدیل مفسر تھے۔ فقیہ بھی تھے۔ شافعی مذہب رکھتے تھے۔ تمام عمر تصنیف اور حدیث و تفسیر و فقہ کے درس میں مشغول رہے ہمیشہ باوضو درس دیتے تھے۔ فقہ میں قاضی حسین (بن محمد) کے شاگرد ہیں جو صاحب تعلیقہ اور اجل شوافع میں سے ہیں۔ اور حدیث میں ابوالحسن داؤدی کے شاگرد ہیں جنکا نام عبدالرحمن بن محمد ہے جو زمرۂ محدثین میں داخل ہیں اور

یعقوب بن احمد صیرفی۔ علی بن یوسف جوینی اور نیز دیگر محدثین سے فوائد بے شمار حاصل کئے۔ قائم اللیل اور صائم النہار رہتے تھے۔ زہد و قناعت میں زندگی گزارتے تھے۔ افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑے پر اکتفا فرماتے تھے۔ جب لوگوں نے بیحد اصرار کے ساتھ یہ عرض کیا کہ خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی ہو جائے گی تو بطور نانخورش (سالن) کے روغن زیتون مقرر کیا۔ سنہ ۴۶۱ھ میں بمقام شہر مرو وزّوذ انتقال ہوا اور اپنے استاد قاضی حسین کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

معاجم ثلاثہ طبرانی

ان معاجم میں سے ایک کبیر۔ دوسرا اوسط اور تیسرا صغیر ہے۔ جاننا چاہیے کہ مسند معجم کبیر کو مرویات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے چونکہ یہ مدنظر تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسندات کو جدا مرتب کریں۔ اس وجہ سے ان کی مرویات میں سے کسی روایت کو اس میں بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن اس کا ان کو موقع نہ مل سکا یا اگر موقع ملا تو اس کو شہرت نصیب نہ ہوئی۔ معجم اوسط کی چھ جلدیں ہیں۔ ہر جلد ایک ضخیم کتاب ہے اور بہ ترتیب اسمار شیوخ مرتب ہے۔ انکے شیوخ کی تعداد تقریبًا ایک ہزار ہے۔ اپنے ہر شیخ سے جو عجائب و غرائب سنے تھے ان کو اس میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب دار قطنی کی کتاب الافراد کی مانند ہے۔ "اصطلاح محدثین میں افراد و غرائب ان حدیثوں کو کہتے ہیں جو اپنے شیخ کے سوا اور کسی کے پاس نہ ہوں"۔ طبرانی اس کتاب کی نسبت یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری جان ہے اور فی الواقع علم حدیث میں ان کی فضیلت علمی اور وسعت روایت کا پتہ اسی سے چلتا ہے لیکن محققین اہل حدیث نے فرمایا ہے کہ اس میں منکرات بہت ہیں۔ اس کا منشا۔ یہ ہے کہ غرابت اسی کو مقتضی ہے۔ اور تفرد ثقہ کا جس کو اصطلاح میں غریب صحیح بھی کہتے ہیں ایک باب ہے۔ معجم صغیر بھی شیوخ ہی کی ترتیب پر مرتب ہے۔ اور اس کتاب میں ان شیوخ کا بھی ذکر کیا ہے جنسے صرف ایک ایک حدیث کا استفادہ کیا معجم کبیر کے آخر میں حدیث حلب العنز کے سلسلہ میں یہ حدیث بیان کی ہے:۔

حدثنا عبید بن عنام قال حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ حدثنا وکیع عن الاعمش عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن زید الفایشی عن بنت خباب قالت خرج ابی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور ہماری بکری کا دودھ نکالا کرتے تھے۔ اس کو کٹیرے (لکڑی کا بڑا برتن)

فی غزاتہ فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعاھدنا فیحلب عنزالنا وکان یحلبھا فی جفنة فتمتلئ فلما قدم خباب کان یحلبھا فعاد حلابھا الاول۔

میں دوہتے تھے تو وہ بھر جاتا تھا۔ پھر خباب آتے اور وہ دوہنے لگتے تو دودھ اپنی اصلی مقدار پر لوٹ آتا۔

معجم صغیر کے آخر میں فضیلت نسائی کے بارے میں یہ حدیث منقول ہے:-

حدثنا سمانة بنت محمد بن موسی بن بنت الوضاح بن حسان الانباریة بالانبار قالت حدثنا ابی محمد بن موسی قال حدثنا محمد بن عقبة السدوسی قال حدثنا محمد بن حمران قال حدثنا عطیة الدعاء عن الحکم بن الحارث السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اخذ من طریق المسلمین شبرا طوقه اللہ یوم القیامة عن سبع ارضین وسمعت صلیحة بنت ابی نعیم الفضل بن دکین تقول سمعت ابی یقول القرآن کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق۔

حکم بن حارث سلمی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے جو شخص مسلمانوں کے راستے میں سے ایک بالشت زمین کو بھی دبا لے گا تو قیامت کے روز ساتوں زمینوں سے اسی قدر لے کر طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ اور صلیحہ بنت فضل بن دکین فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا ہے وہ یہ کہتے تھے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ مخلوق (حادث) نہیں ہے۔

طبرانی کی کنیت ابوالقاسم ہے اور نام سلیمان ہے۔ احمد بن ایوب بن مُطَیر لخمی طبرانی کے بیٹے ہیں۔ ملک شام کے شہر عکہ میں بماہ صفر ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ میں آپ نے طالب علمی شروع کی۔ ملک شام کے اکثر شہروں اور حرمین شریفین اور یمن۔ مصر۔ بغداد۔ کوفہ۔ بصرہ۔ اصفہان۔ جزیرہ اور اسلام کی دوسری آباد بستیوں میں سیر وسیاحت کی علی بن عبدالعزیز بغوی بشر بن موسیٰ۔ ادریس عطار۔ ابوزرعہ دمشقی اور ان کے ہمعصروں سے حدیث شریف کی سماعت حاصل کی۔ طبرانی کے والد بزرگوار ان کو علم حدیث طلب کرنے کی بیحد ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور خود ان کو اپنے ہمراہ لیکر شہر بہ شہر پھرتے ہوئے استادوں کی خدمت میں پہنچاتے تھے۔ ان تینوں معجموں کے علاوہ جنکا ابھی ذکر ہوا ہے اور بھی بہت سی تصنیفات انکی موجود ہیں۔

کتاب الدعا للطبرانی

اسکے شروع میں ذیل کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اسی کتاب سے صاحب حصن حصین نے بھی نقل کیا ہے

قال الحافظ ابو القاسم هذا كتاب الفته جامعًا لادعية رسول الله صلى الله عليه وسلم حداني عليه اني رأيت كثيرًا من الناس قد تمسكوا بادعية سجع وادعية وضعت على عدد الايام مما الفها الوراقون لا يروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا عن احد من اصحابه رضي الله تعالى عنهم ولا عن احد من التابعين لهم باحسان مع ما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من الكراهة للسجع في الدعاء والتعدي فيه فالفت هذا الكتاب بالاسانيد المأثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وبدأت بفضائل الدعاء وآدابه ثم رتبت ابوابه على الاحوال التي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو فيها فجعلت كل دعاء في موضعه ليستعمله السامع له ومن بلغه على ما رتبناه انشاء الله تعالى۔

حافظ ابو القاسم نے فرمایا اس کتاب میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب دعاؤں کو جمع کیا ہے (چونکہ) میں نے بہت سے آدمیوں کو دیکھا کہ انہوں نے ایسی دعاؤں سے تمسک کیا ہے جو مقفا ہیں اور (نیز) ایسی دعائیں جو ہر دن کے لئے وضع کیگئی ہیں جنکو وراقوں یعنی واعظین وغیرہم نے بلا تحقیق جمع کر دیا ہے، حالانکہ وہ نہ جناب رسول اللہ صلعم سے مروی ہیں اور نہ صحابہ و نہ ان لوگوں سے جو احسان کیساتھ انکی پیروی میں یعنی تابعین سے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہے کہ دعا میں قافیہ بندی اور تعدی نہ کرو۔ لہذا مجھکو ان امور نے ایک ایسی کتاب کے جمع کرنیکی جرأت دلائی کہ جسمیں وہ اسانید ہوں جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ میں نے اس کتاب کی ابتدا فضائل دعا اور اسکے آداب سے کی ہے اور جس حال میں جو دعا رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے اسکے لئے علیحدہ علیحدہ باب لکھکے اس کتاب کو مرتب کیا اور ہر ایک دعا کو اس کے موقعہ پر لکھ دیا تاکہ وہ لوگ جو اس کو سنیں یا جنکو یہ پہنچے اس کی ترتیب کے موافق خدا کی توفیق سے استعمال کریں جس طرح ہم نے مرتب کیا ہے۔

باب تاويل قول الله تعالى ادعوني استجب لكم ان الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين۔ حدثنا عبد الله محمد بن سعيد بن مريم قال حدثنا محمد بن يوسف الفريابي ح وحدثنا علي بن عبد العزيز قال حدثنا ابو حذيفة قال حدثنا سفين عن منصور عن ذر بن عبد الله (الهمداني) المرهبي عن يسيع الحضرمي عن النعمان

(اس کے بعد ایک باب قائم کیا جسمیں اس آیۃ ادعونی استجب لکم الخ کی تفسیر فرمائی اور اسمیں ایک حدیث اسکے مناسب بیان کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ):-

نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عبادت دعا ہی ہے۔ پھر آپ نے اس کے استشہاد میں وہی آیۃ پڑھی جس کا ترجمۃ الباب منعقد کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے مجھے

بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العبادۃ هی الدعا ثم قرأ ادعونی استجب لکم الخ۔ دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ اور جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت وخواری کیساتھ جہنم میں داخل ہونگے

اس کتاب کی بھی بڑی ضخامت ہے۔ کتاب المسالک۔ کتاب عشرۃ النساء اور کتاب دلائل النبوۃ یہ سب کتابیں انہیں کی تصنیف کردہ ہیں۔ تفسیر میں بھی ایک بہت بڑی کتاب تالیف فرمائی ہے۔ انکے علاوہ اور بہت سی ایسی تصانیف بھی ہیں جو اس زمانہ میں نہیں پائی جاتیں چنانچہ حافظ یحییٰ بن مندہ نے ان سب کا ذکر کیا ہے۔ طبرانی نے علم حدیث کی طلب میں بہت محنت اور مشقت اٹھائی ہے اپنی راحت وآرام کو بالائے طاق رکھکر تیس برس تک بوریہ پر سوتے رہے اُستاد ابن العمید جو مشہور ومعروف وزیر اور علم عربیت واشعار ولغت میں اپنے وقت کے سردار ہیں اور دولت دیالمہ میں کوئی وزیر اس قابلیت اور لیاقت کا نہیں گزرا ہے۔ اور صاحب بن عباد جو منجملہ وزیران دولت دیالمہ کے ایک وزیر ہیں۔ طبرانی کے شاگرد اور انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ (ابن العمید سے اس طرح منقول ہے) میرا خیال یہ تھا کہ دنیا میں کوئی مرتبہ اور کوئی منصب وزارت کے برابر نہیں ہے اور مجھکو جو لذت اور ذائقہ اس مرتبہ میں حاصل ہوا وہ دنیا کی لذیذ چیزوں میں سے کسی چیز میں بھی میں نے نہیں پایا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ میں اسوقت مرجع خلائق تھا اور طرح طرح کے آدمی مجھ کو اپنا ملجا وماوی سمجھتے تھے۔ میں اسی گمان اور خیال میں مست رہتا تھا۔ ایک دن میرے روبرو مشہور محدث ابوبکر جعابی اور ابوالقاسم طبرانی کے مابین مذاکرہ حدیث واقع ہوا کبھی طبرانی اپنی کثرت محفوظات کے باعث ان پر غالب آتے تھے اور کبھی ابوبکر اپنی فطانت اور ذکاوت کے سبب سے اُن پر سبقت لیجاتے تھے۔ یہی قصہ دیر تک ہوتا رہا۔ نوبت بانیجا رسید کہ طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں اور جوش وخروش پھیل گیا۔ ابوبکر جعابی نے کہا۔ حدثنا ابو خلیفۃ قال حدثنا سلیمان بن ایوب ابوالقاسم طبرانی نے اسی وقت کہا کہ میں ہی سلیمان بن ایوب ہوں اور ابوخلیفہ میرا ہی شاگرد ہے اور وہ مجھ سے ہی حدیث کی روایت کرتا ہے پس تم کو مناسب ہے کہ خود مجھ سے اس حدیث کی سند حاصل کرو۔ تاکہ تم کو علو سند حاصل ہو ابن العمید کہتے ہیں کہ اسوقت ابوبکر جعابی شرم سے پانی پانی ہوگئے۔ اور جو خجالت ان کو اسوقت حاصل ہوئی دنیا میں کسی کو نہ ہوئی ہوگی۔ میں اپنے دل میں یہ کہتا تھا کہ کاش میں طبرانی ہوتا اور جو فرحت وغلبہ طبرانی کو حاصل ہوا ہے وہ مجھ کو ہوتا۔ میں وزیر ہوکر اس قسم کے تحصیل وفضائل اور اسباب جاہ

سے محروم ہوں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ ابن العمید کی اس تمنا کا سبب انکی ریاست اور وزارت تھی۔ ورنہ علماء ربانیین کو ایسے غلبوں کے سبب نہ کوئی تغیر پیش آتا ہے اور نہ ان کے نفوس کو کسی قسم کی کوئی جنبش ہوتی ہے۔ لیکن المرء[1] یقیس علی نفسہٖ۔ غرض یہ ہے کہ طبرانی علم حدیث میں کامل وسعت رکھتے تھے۔ اور کثرت روایت میں مستثنیٰ اور ممتاز تھے۔ ابو العباس احمد بن منصور شیرازی فرماتے ہیں کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ زنادقہ یعنی فرقہ قرامطہ اسماعیلیہ نے جو اس زمانہ میں اہل سنت کے دشمن تھے طبرانی پر ان کی آخر عمر میں اسوجہ سے سحر کرا دیا تھا کہ وہ احادیث سے ان کے مذہب کو رد کرتے تھے اسی وجہ سے انکی بصارت ظاہری جاتی رہی تھی۔ آپنے ماہ ذیقعدہ ٣٦٠ھ میں وفات پائی۔ جنازہ کی نماز حافظ ابونعیم اصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے پڑھائی۔ دو ماہ اور ایک سو سال کی عمر ہوئی۔

معجم اسماعیلی

صحیح اسماعیلی میں جو مستخرج بر بخاری ہے ان کا احوال مفصل لکھا گیا ہے اب انکے معجم کے ابتدائی چند فقرے لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ ان کی اس کتاب کا بھی حال روشن ہوجائے۔ وہ کہتے ہیں :۔

الحمد للہ حمداً کما ینبغی لکرم وجھہ وعز جلالہٗ وکما یقتضیہ تتابع نعمہ وافضالہ وصلی اللہ علی نبیہ محمد نبی الرحمۃ والرسالۃ وعلیٰ الہ وسلم کثیرًا۔ اما بعد فانی استخرت اللہ تعالیٰ فی حصر اسامی شیوخی الذین سمعت عنھم وکتبت عنھم وقرأت علیھم الحدیث وتخریجھا علی الحروف المعجمۃ لیسھل علی الطالب تناولہ ولیرجع الیہ فی اسم ان التبس او اشکل والاقتصار منھم لکل واحد علی حدیث واحد لیستغرب او یستفاد او یستحسن لہ وحکایۃ لتیضاف الی ما اردت

اللہ تعالیٰ کیلئے ہر قسم کی تمام ایسی تعریفیں ہیں جو اس بزرگ ذات اور عزت وجلال کے لائق ہیں اور جیسا کہ اس کی مسلسل نعمتیں اور مہربانیاں تقاضا کرتی ہیں اس نبی رحمت ورسالت پر جن کا نام محمد ہے اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرمائے اور (نیز) انکی اولاد پر اللہ کی رحمت وسلام کثرت سے نازل ہوتے رہیں اس کے بعد (یہ عرض ہے) کہ میں نے اللہ پاک سے اپنے ان شیوخ کے ناموں اور انکے تخریج کے احاطہ کرنے میں استخارہ کیا۔ جنسے میں نے کسی حدیث کو سنا اور لکھا اور سنایا تھا اور انکی ترتیب حروف تہجی کے مطابق اسوجہ سے دی گئی کہ طالبین کو اسکے حاصل کرنے میں آسانی ہو اور اگر کسی نام میں کوئی التباس یا اشکال واقع ہو تو اسکی طرف رجوع کر کے اپنا اطمینان کرلیں۔

[1] انسان اپنے نفس پر دوسروں کو بھی قیاس کرتا ہے۔

من (ذلك) جمع احاديث تكون فوائد في نفسها
وابين حال من ذممت طريقه في الحديث
بظهور كذب به او اتهامه به او خروجه عن
جملة اهل الحديث للجهل به والذهاب عنه
فمن كان عندي منهم ظاهر الحال لم اخرجه
فيما صنفت من حديثي واثبت اسامي من
كتبت عنه في صغري املاء بخطي سنة ثلاث
وثمانين ومائتين وانا يومئذ ابن ست سنين
فضبطه ضبط مثلي من يدركه المتامل
من خطي ذلك على اني لم اخرج من هذه الابابة
شيئا فيما صنفت من السنن واحاديث
الشيوخ والله اسال التوفيق لاستتمامه
في خير وعافية وان ينفعني به وغيري وفتحت
ذلك باحمد ليكون مفتحه باسم النبي
صلى الله عليه وسلم يتمنا به وليصح لي بالا
بتداء بالالف من الحروف المعجمه واذا كان
محمد واحمد يرجعان الى اسم واحد فان الله
عز وجل قال في كتابه في بشارة عيسى ومبشرا
برسول ياتي من بعدي اسمه احمد كما قال
محمد رسول الله وما محمد الا رسول وقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لي اسماء انا
محمد وانا احمد وقد كان ابو محمد عبد الله
بن محمد بن ناجية يقول حدثنا احمد
بن الوليد بن السرح فاقول محمد ايها الشيخ
فيقول محمد واحمد واحد وابتدأت

میں نے ہر ایک شخص سے فقط ایک ایک حدیث ایسی لی ہے جو غریب
سمجھی جاتی ہو یا جس سے جدید فائدہ حاصل ہوتا ہو یا عمدہ سمجھی گئی
اور اسکی کوئی حکایت یا قصہ بھی درج کیا تاکہ میں نے اپنے شیوخ
کے ناموں کے احاطہ کرنیکا جو ارادہ کیا ہے اسکے ساتھ ایسی احادیث
بھی جمع ہو جائیں جنمیں فی نفسہا کوئی فائدہ ہے اور میں نے انکا
حال بھی بیان کر دیا ہے جسکے طریق فی الحدیث کو میں نے ناپسند
کیا. خواہ اسکے کذب کے ظہور کیوجہ سے خواہ اسکے متہم ہونیکے سبب
یا محدثین کے زمرہ میں سے نکلجانیکی وجہ سے، جہالت فی الحدیث کے
باعث یا ذہول ہو جانیکے سبب سے۔ اور جو انمیں سے میرے
نزدیک ظاہر الحال تھے انکی حدیث کی تخریج میں نے اپنی
تصنیف میں نہیں کی ۲۸۳ھ میں جبکہ میری صغر سنی کی حالت
تھی اور میری عمر چھ سال کی تھی جن لوگوں سے میں نے بطور املا کے
اپنے ہاتھ سے حدیث لکھی تھی انکے نام بھی لکھ دیتا ہوں اور میں
ان لوگوں کے نام کو یاد رکھتا ہوں۔ جیسا کہ مجھ جیسا صغیر السن یاد
رکھ سکتا ہے اور وہ لوگ وہ ہیں جنکو غور کرنیوالا میرے اس خط سے
پہچان سکتا ہے اسکے علاوہ جو کتابیں سنن و احادیث شیوخ سے میں نے تالیف
کی ہیں انمیں کسی شے کو میں نے اس باب سے نہیں لکھا۔ اللہ تعالیٰ سے التجاء
کرتا ہوں کہ وہ خیر و عافیت سے اس کتاب کی تکمیل کی توفیق عنایت
فرمائے اور مجھکو اور دوسروں کو اس سے نفع پہنچائے میں نے
تین وجہ سے اس کتاب کو احمد کے نام سے شروع کیا ہے اول تو یہ کہ کتاب کا
افتتاح جناب رسول اللہ صلعم کے نام سے ہو کر موجب برکت ہو۔ دوسرے
یہ کہ حروف معجمہ میں سے الف کے ساتھ میرا شروع کرنا صحیح ہو جائے تیسرے یہ کہ
محمد و احمد کا مآل ایک ہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں
جیسے محمد رسول اللہ اور وما محمد الا رسول فرمایا ہے ایسے ہی
حضرت عیسے کی بشارت میں ومبشرا برسول یاتی من بعدی
اسمہ احمد ہے۔ اور (اسی طرح) جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے

ہٰذا الجمع فی الجمادی الاولیٰ من سنۃ احدیٰ وستین وثلثمائۃ عصمنا اللہ من الزلل فی القول والعمل۔

کہ میرے چند نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن ناجیہ فرمایا کرتے تھے "حدثنا احمد بن الولید بن السرح" میں کہتا تھا اے شیخ محمد (کہو) تو وہ کہتے تھے کہ محمد اور احمد ایک ہی ہیں۔ میں نے اس کتاب کو جمع کرنے کی ابتدا جمادی الاولی سنہ ۳۶۱ھ سے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو قول وعمل میں لغزشوں سے بچائے (آمین)

باب محدثین میں ترجمہ ابوبکر محمد بن صالح بن شعیب نمار کے تحت میں یہ بیان کرتے ہیں۔ چونکہ یہ سند جو ذیل میں درج ہے ان کے اعلیٰ اسنادوں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اس موقع پر لکھا جاتا ہے :۔

حدثنا ابن صالح بن شعیب املاء بالبصرۃ حدثنا نصر بن علی عن یزید بن ہارون عن عاصم الاحول قال دخلنا علی انس بن مالک رضی اللہ عنہ نعزیہ علی ابن لہ فقلنا یا اباحمزۃ انا لنرجو لہ النعیم قال واکثر من ذلک سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الموت کفارۃ لکل مؤمن۔

عاصم احول فرماتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس ان کے فرزند کی تعزیت کی غرض سے گئے اور ہم نے کہا کہ اے اباحمزہ ہم اسکے لئے جنّت کی اُمید کرتے ہیں تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اس سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن چکا ہوں (یعنی آپ یہ فرماتے تھے) کہ موت ہر مومن کے گناہ کا کفارہ ہوتی ہے۔

کتاب الزہد والرقایق

یہ کتاب عبداللہ بن المبارک کی تصنیف ہے۔ جو کتاب اس وقت اس نام سے رائج ومشہور ہے وہ اس کا انتخاب ہے جس کو حافظ ضیاء الدین ابوعبداللہ بن محمد بن عثمان بن سلیمان صوفی زملانی نے کیا تھا جو عوام وخواص کی نظروں میں مقبول ہے۔ دراصل یہ کتاب بروایت حسین بن مروزی رائج اور مشہور ہے اور اُن سے ان کے شاگرد ابو محمد بن یحییٰ محمد بن صاعد نے روایت کیا ہے۔ بہت سے زیادات واقع ہیں اُن میں سے بعض زیادات وہ ہیں جنکو مروزی نے غیر ابن مبارک سے کیا ہے اور بعض وہ ہیں جنکو ابن صاعد نے اپنے شیوخ سے کیا ہے۔ بہرحال اسوقت کتاب الزہد والرقایق کا منتخب شدہ نسخہ ہے جو اجازت وسماعات میں کارآمد ہے۔ اسکی پہلی حدیث یہ ہے :۔

قال الامام الجلیل الحافظ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک الحنظلی المروزی اخبرنا یونس عن الزہری قال اخبرنا السائب

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ شریح حضرمی کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بن یزید ابن شریح الحضرمی ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ کے پاس ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ علیہ وسلم فقال ذٰلک رجلا لایتوسد القرآن۔ آدمی ہے جو قرآن کو تکیہ نہیں لگاتا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس کلمہ کے معنوں میں علماء حدیث کا کافی اختلاف ہے۔ میں نے اپنے شیخ سے جو کچھ سنا اور جو مجھ کو یاد ہے وہ یہ ہے کہ توسد کے معنی ہیں نیند میں تکیہ لگانا، غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ قوتِ حافظہ سر میں ہوتی ہے اور قرآن محفوظ بمنزلہ تکیہ کے ہے جو زیرِ سر رہتا ہے پس انسان کو مناسب نہیں ہے کہ تہجد کو ترک کرے اور قرآن کو گویا تکیہ بنا کر سو جائے۔ واللہ اعلم۔

اگرچہ ابن المبارک اس تعریف سے جو اس مختصر میں انکی کیجائے مثل ائمہ اربعہ بزرگ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں کے احوال ذکر کرنے سے کنارہ کیا گیا ہے مگر چونکہ ان بزرگ (ابن المبارک) کے مذہب کا باوجود اس جلالت وفضیلت کے رواج نہیں ہے اور نہ ان کے تابع و مقلد موجود ہیں۔ کہ لوگ ان کے احوال پر مطلع ہوتے اسوجہ سے ان کے حالات کا کچھ حصہ لکھا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ نام عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی باعتبار ولاء کے مرو کے رہنے والے ہیں اور اسیوجہ سے ان کو مروزی کہتے ہیں۔ انکے والد بزرگوار شہر حران کے ایک ترک تاجر کے غلام اور مملوک تھے۔ اور وہ تاجر بنی حنظلہ میں سے تھا جو بنی تمیم کا ایک قبیلہ ہے۔ تاریخ عامری میں مذکور ہے کہ انکے والد مبارک بہت متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کے مالک نے اپنے باغ کا داروغہ ان کو مقرر کیا تھا۔ ایک دن اسنے یہ کہا کہ اے مبارک باغ سے ایک ترش انار لے آؤ۔ وہ گئے اور ایک انار لائے جو شیریں نکلا۔ مالک نے کہا میں نے تم کو ترش انار لانے کے لئے کہا تھا۔ مبارک نے جواب دیا کہ میں کس طرح معلوم کر سکتا ہوں کہ کون سے درخت سے انار شیریں اترتے ہیں اور کونسے درخت سے ترش جس کسی نے ان درختوں سے کھایا ہے وہ جانتا ہے۔ مالک نے کہا کہ تم نے اب تک کوئی انار نہیں کھایا مبارک نے کہا کہ آپ نے میرے ذمہ اس باغ کی حفاظت اور نگہبانی لازم کی ہے، کھانے اور چکھنے کی اجازت نہیں دی۔ میرے ذمہ جو خدمت لازم ہے اس کو بجا لاتا ہوں۔ مالک ان کی اس دیانت اور امانت سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم اس قابل ہو کہ میری مجلس میں رہو اور باغبانی کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دی۔ ایک روز مالک نے اپنی نوجوان دختر کے نکاح کے بارے میں ان سے مشورہ کیا تو مبارک نے کہا کہ جاہلیت کے عرب تو اپنی لڑکی کا نکاح حسب و نسب کے اعتبار سے کرتے تھے۔ یہود مال کے عاشق ہیں نصاریٰ جمال پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ مگر اسلام میں دین کا اعتبار ہے۔ ان چاروں میں سے جو پسند خاطر ہو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مالک کو انکی یہ عاقلانہ بات بہت پسند آئی۔ گھر جا کر اس مشورہ کو اپنی بیوی سے بیان کیا اور کہا کہ میرا

دل چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح مبارک سے کردوں اگرچہ غلام ہے مگر پرہیزگاری۔ تقویٰ اور دینداری کے اعتبار سے وہ اپنے زمانہ کا سردار ہے۔ دختر کی ماں نے بھی اسکو پسند کیا تو اسکا نکاح ان سے کردیا۔ اسی لڑکی سے یہ عبداللہ پیدا ہوئے۔ اس تاجر کی وراثت سے بہت سا مال آنکو ملا۔ عبداللہ کا سال ولادت ۱۱۸ھ یا ۱۱۹ھ ہے۔ عبداللہ کی ساری زندگی سفر میں گزری۔ کبھی حج کے لئے جاتے تھے کبھی جہاد اور تجارت کے لئے۔ اسی طرح اسلامی ممالک میں گشت کرتے رہے امام مالک سفیان ثوری۔ سفیان بن عیینہ ہشام بن عروہ۔ عاصم احول سلیمان تیمی۔ حمید طویل خالد حذاء اور دوسرے علمار تبع تابعین اور صغار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ طبقات عمدہ محدثین میں سے مثل عبدالرحمٰن بن مہدی یحییٰ بن معین۔ ابوبکر و عثمان پسران ابی شیبہ۔ امام احمد بن حنبل اور حسن بن عرفہ انکے شاگرد ہیں۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ سفیان ثوری نے بھی جو انکے بزرگ ترین شیوخ میں سے ہیں ان سے کچھ باتیں اخذ کی ہیں۔ سفیان ثوری باوجود اُس کمال کے جسکو اہل کمال ہی سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے بہت کوشش کی کہ ایک سال ہی شب و روز ابن المبارک کی وضع پر گزار دوں۔ مگر نہ ہوسکا۔ کبھی کبھی یہ بھی فرماتے تھے کہ کاش میری تمام عمر ابن المبارک کے تین شبانہ روز کے برابر ہوتی۔ ابن المبارک کو حق تعالیٰ نے وہ مرتبہ عنایت فرمایا تھا کہ چیدہ چیدہ بزرگ ان کی محبت سے تقرب الٰہی کے متلاشی رہتے تھے۔ ذہبی جو حدیث کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور بہت بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ مجھ کو ابن المبارک تک از راہ اجازت چھ واسطے بہم پہنچے ہیں اور یہ میری انتہائی اونچی سند ہے۔ اسکے بعد یہ کہا کہ

واللہ انی لاحبہ للہ وارجو الخیر بحبہ لما منحہ
من التقویٰ والعبادۃ والاخلاص والجہاد
وسعۃ العلم والاتقان والمواساۃ
والفتوۃ والصفات
الحمیدۃ

چونکہ ابن مبارک تقویٰ۔ عبادت۔ اخلاص۔ جہاد
وسعت علم۔ دین کی مضبوطی۔ غم خواری۔ جواں مردی۔
اور نیز تمام صفات حمیدہ سے متصف تھے اسوجہ سے قسم اللہ
کی انکو اللہ کیواسطے دوست رکھتا ہوں اور انکی محبت سے
مجھکو بھلائی کی امید ہے۔

قتیبہ بن سعید بلخی بغلانی جو اصحاب ستہ کے شیخ ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ خیر اہل زماننا ابن المبارک ثم احمد بن حنبل (ہمارے زمانہ کے بہتر ابن المبارک ہیں اور پھر احمد بن حنبل) ثقات کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ایکدفعہ بزرگوں کی ایک جماعت ایک مقام پر مجتمع ہوئی۔ اور علم فقہ۔ ادب۔ نحو۔ لغت۔ زہد۔ شعرگوئی۔ فصاحت شب بیداری۔ تہجد گزاری۔ عبادت۔ حج۔ جہاد۔ شہسواری۔ ہتیار بندی۔ بیفائدہ باتوں سے اجتناب

انصاف کی پابندی۔ اپنے احباب سے حسن صحبت اوران کی مخالفت سے احتراز کرنا۔ان سب صفات حمیدہ میں اپنے زمانہ کا سردار ابن المبارک کو تسلیم کیا۔اوران باب بلسئے مذکورہ سے ہرباب میں ان کے تفوق اور بے نظیر ہونے کا اقرار کیا۔ابن المبارک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم کو جمع کیا ہے لیکن روایت صرف ایک ہزار شیوخ سے کرتا ہوں۔علی بن حسن بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابن المبارک کے ہمراہ عشار کی نماز سے فارغ ہوکر باہر آیا۔ابن المبارک اپنے مکان کو جانا چاہتے تھے۔رات سخت جاڑوں کی تھی۔جب ہم مسجد کے دروازہ پر پہنچے تو میں نے ان سے ایک حدیث کا ذکر کیا۔انھوں نے جواب دینا شروع کیا تو اسی مقام پر کھڑے کھڑے صبح ہوگئی اور موذن نے آکر فجر کی اذان دی۔فضیل بن عیاض تو ابن المبارک کے بارے میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ ورب ھذا البیت ما رأت عینای مثل ابن المبارک (اس بیت اللہ کی قسم میری نظروں نے تو ابن المبارک جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا) ایک روز چند اشخاص ابن المبارک کی خدمت میں بغرض طلب علم حدیث آئے اور یہ کہا کہ یا عالم المشرق حدثنا یعنی اے مشرق کے عالم ہم کو حدیث سنائیے۔سفیان ثوری اس جگہ تشریف فرما تھے انھوں نے فرمایا کہ ویحکم عالم المشرق والمغرب ومابینھما ان کنتم تعقلون۔(افسوس ہے تم پر کیا کہتے ہو۔وہ تو مشرق اور مغرب اوران کے مابین کے عالم ہیں اگر تم جانتے اور سمجھتے) ایک دن ابن المبارک شہر رقہ میں تشریف لے گئے۔ہارون رشید خلیفہ عباسی بھی وہاں موجود تھے۔تمام شہر میں شور اور غلغلہ بلند ہوا۔آدمی دوڑ دوڑ کر آرہے تھے۔ہارون رشید کی خواص عورتوں میں سے ایک عورت (کنیز) نے بالاخانہ پر سے یہ شور وغوغا سنکر دریافت کیا کہ یہ کیا غل مچ رہا ہے،اور کس لئے۔لوگوں نے کہا کہ خراسان کے ایک عالم تشریف لائے ہیں۔عبداللہ بن المبارک ان کا نام ہے۔ان کی زیارت کے لئے مخلوق کھنچی چلی آرہی ہے۔تو اس نے کہا کہ درحقیقت بادشاہت یہی ہے جو اس شخص کے پاس ہے نہ کہ ہارون رشید کے پاس جو بزور چابک اور چوب دستی لوگوں کو جمع کرتا ہے۔ابوبکر خطیب فرماتے ہیں کہ فن حدیث کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ معمر بن راشد اور حسین بن داؤد ان دونوں نے ابن المبارک سے حدیث کو روایت کیا ہے۔حالانکہ ان دونوں کی وفات کے مابین ایک سو تئیس سال کی مدت ہے۔ایک دفعہ ابن المبارک کے والد نے پچاس ہزار درہم دیکر کہا کہ اس روپیہ سے تجارت کرو۔ابن المبارک ان درہموں کو لیکر چلے گئے اور سب کو علم حدیث کی طلب میں صرف کرکے واپس آگئے۔جب والد بزرگوار نے دریافت کیا کہ ان درہموں سے کیا جنس لائے اور کس قدر کمایا تو ابن المبارک نے اس مدت میں جسقدر دفتروں کو جمع کیا تھا

وہ باپ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ میں یہ جنس لایا ہوں اور میں نے ایسی تجارت کی ہو جس سے دارین کا نفع حاصل ہو۔ باپ بہت خوش ہوئے۔ گھر میں لیجا کر تیس ہزار درہم اور دئے اور یہ کہا کہ ان کو بھی اسی جنس میں صرف کر کے اپنی تجارت کو کامل کر لو۔ ابن المبارک کے طلب علم کا سبب اس طرح بیان کیا جاتا ہو کہ آپ جوانی کے ایام میں نبیذ پیا کرتے تھے۔ اور سرود صحبت یاراں اور جو کچھ اس شغل کے لوازم ہیں ان کو بھی پوری طرح پر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب سیب پکنے کا موسم آیا تو باغ میں تشریف لے گئے اور سب یار دوستوں کو وہاں بلاکر مکلف طعام اور اعلیٰ شراب سے ان کی دعوت کی۔ کھانا کھانے اور شراب نوشی سے فارغ ہو کر لہو ولعب اور سرود طرب میں ایسے مشغول ہوئے کہ نشہ غالب ہوا اور بیہوش ہو کر گر پڑے جب صبح کیوقت بیدار ہوئے تو چنگ ہاتھ میں لیکر بجانا چاہا مگر اس سے آواز نہ نکلی چونکہ اس فن میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے۔ اس کے تاروں کو ٹھیک کر کے دوبارہ بجانا چاہا۔ تو پھر بھی کوئی صدا اس سے برآمد نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ چنگ انسان کی طرح قدرت خداوندی سے گویا ہوا اور یہ آیہ پڑھنے لگا:۔ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ (کیا وقت نہیں پہنچا ایمان والوں کو کہ اللہ کی یاد سے ان کے دل خوف کھائیں۔) یہ سنتے ہی ایسے متنبہ ہوئے کہ چنگ کو توڑ دیا۔ شراب بہادی۔ وہ ریشمیں اور گوناں گوں نقش ونگار سے منقش کپڑے جو زیب تن تھے ان سب کو پھاڑ ڈالا اور طلب علم وعبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ ابو عبداللہ بن حماد نے تو تاریخ مختصر المدارک میں اس حکایت کو اسیطرح سے بیان کیا ہے مگر طبقات کفوی میں دوسری طرح مذکور ہے۔ وہ باغ اور شراب نوشی اور سکر کا قصہ ذکر کرنے کے بعد یہ لکھتے ہیں کہ ابن المبارک نے یہ خواب دیکھا کہ ایک جانور خوش الحان ایک درخت پر جوان کے قریب تھا یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔ ان دونوں واقعات میں اس طرح تطبیق کیجا سکتی ہے کہ ممکن ہے حق تعالیٰ نے اول خواب میں کسی پرندہ کی آواز سے ان کو باخبر کیا ہو اور پھر بیداری میں چنگ کے ذریعہ سے اس کی تاکید کی گئی ہو۔ بہر حال وہ اس شغل میں اپنے اصل مدعا کو پہنچ گئے۔ سب سے پہلے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہوئے۔ اور انکے طریق تفقہ کو حاصل کیا۔ جب امام اعظم رح کی وفات ہو گئی تو مدینہ منورہ میں امام مالک رح کیخدمت میں رہ کر علم کی تکمیل کی۔ اسی وجہ سے ان کا اجتہاد بہیئت مجموعی دو طریق پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفیہ ان کو اپنی جماعت میں شمار کرتے ہیں۔ اور مالکیہ اپنے طبقات میں ان کو لکھتے ہیں۔ آخر حیات تک اس طریق پر قائم رہے کہ ایک سال حج کو تشریف لیجاتے تھے اور ایک سال جہاد میں مصروف

رہتے تھے۔ یہ دو شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔ اشعار

واذا صاحبت فاصحب ماجداً ذا عفاف وحیاء وکرم

جب تو کسی کو دوست بنائے تو ایسے شریف کو دوست بنا جو پاکدامن اور باحیا اور صاحب کرم ہو

قوله للشئ لا ان قلت - لا واذا قلت نعم قال نعم

(ایسا کہ) اگر تو کسی چیز کے بارے میں نہیں کہے، تو وہ نہیں کہے۔ اور جب تو ہاں کہے تو وہ (بھی) ہاں کہے

ابن المبارک کے نصیحت آمیز کلمات یہ ہیں:۔ کہ طالبِ علم کی نیت صحیح ہونی چاہیئے۔ استاد کے حروف اور کلمات کو کامل توجہ سے سننا چاہیئے اور پھر اس میں غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد ان کو محفوظ کرنا اور مشہور شاگردوں میں پھیلانا چاہیئے۔ جو کوئی ان پانچ شرطوں میں سے ایک کو بھی نظر انداز کرے گا اس کا علم ناقص رہے گا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار حدیثوں میں سے یہ چار باتیں منتخب کی ہیں۔ اول یہ کہ مالِ دنیا پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ اپنے شکم میں ایسی چیز کو داخل نہ کرنا چاہیئے جس کا وہ کما اور کیفاً متحمل نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ علم سے اُسی قدر حاصل کرنا چاہیئے جس قدر کہ وہ نافع ہو۔ چوتھے یہ کہ کسی چیز میں عورت پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔ ابن المبارک کے تقوے اور پرہیزگاری کی بھی عجیب عجیب حکایات منقول ہیں۔ لکھا ہے کہ ایکدفعہ ملک شام میں کسی سے قلم عاریتاً لیا تھا اُس کو دینا یاد نہ رہا۔ اپنے ہمراہ اپنے وطن مرو میں لے آئے جب یاد آیا تو پھر ملک شام میں اُسکے دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک شک و شبہ کا ایک درہم واپس کر دینا لاکھ درہم راہِ خدا میں صرف کرنے سے بہتر ہے۔ جب قریب المرگ ہوئے، موت کے آثار نمایاں ہونے لگے تو اپنے غلام نصر سے جو حدیث کے معتبر راویوں میں سے ہے یہ فرمایا کہ مجھکو فرش سے اٹھا کر خاک پر ڈالدو۔ اسپر غلام رونے لگا تو فرمایا کیوں روتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ اس غربت اور مسافرت اور بیکسی کی حالت کو دیکھکر آپکی ثروت اور نعمت و دولت کا زمانہ یاد کرکے روتا ہوں۔ فرمایا خاموش رہو۔ میں اپنے خدا سے ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ میری زندگی مثل دولتمندوں کے اور میرا مرنا خاکساروں کی طرح ہو۔ ابن المبارک کی وفات غربت اور مسافرت میں ہوئی۔ جہاد سے واپسی کیوقت راستہ میں جب مقام قصبہ ہیت متصل شہر موصل میں پہنچے تو بیمار ہوئے۔ اور اپنی جان کو خدا کے سپرد کیا۔ ماہ رمضان المبارک ۱۸۱ھ ہجری آپ کی وفات کا سال ہے۔ انتقال کے بعد صلحا میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ابن المبارک فردوس اعلیٰ میں پہنچ گئے۔ ابن المبارک گاہ گاہ شعر بھی تصنیف کیا کرتے

تھے۔ چنانچہ یہ چند اشعار انھیں کے تصنیف کردہ ہیں۔ اشعار

اری اناسا بادنی الدین قد قنعوا   ولا اراھم رضوا فی العیش بالدون

لوگوں کی یہ حالت دیکھتا ہوں کہ دین کی باتوں میں تھوڑے سے پر قناعت کر لی ہے اور کبھی نہیں دیکھتا کہ اسباب معیشت میں بھی ادنیٰ درجہ پر

فاستغن باللہ عن دین الملوک کما   استغنی الملوک بدنیاھم عن الدین

جیسا کہ بادشاہ اپنی دنیا کے سبب دین سے مستغنی ہو گئے   تو بھی اللہ سے لو لگا کر ان کے دین سے مستغنی ہو جا

ابن المبارک کے ہمعصر شاعروں نے ان کی تعریف و توصیف میں بہت قصیدے لکھے ہیں۔ چنانچہ ایک قصیدہ کے دو شعر اس جگہ بھی لکھے جاتے ہیں۔

اذا سار عبد اللہ من مرو لیلۃ   فقد سار عنھا نورھا وجمالھا

جب ایک رات عبداللہ مرو سے چلے   تو (گویا) اس سے اسکا نور و جمال رخصت ہو گیا

اذا ذکر الاخیار فی کل بلدۃ   فھم انجم فیھا وانت ھلالھا

جب شہروں میں علماء کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ ستاروں کی مانند ہیں اور آپ انمیں مثل چاند کے

جب حج کو تشریف لے جاتے اور بہت سے لوگ آپ کی معیت اور رفاقت میں اس مبارک سفر کا ارادہ کر کے اپنے ہمراہ نقد اور جنس لا کر آپ کے سپرد کر دیتے تاکہ شرکت میں صرف کیجائے تو ہر شخص کی چیز کو لیکر ایک فہرست پر اس لانے والے کا نام معہ اس مقدار کے جو لایا تھا لکھ لیا کرتے تھے۔ اور جس وقت سفر سے مراجعت فرماتے تو ہر ایک مالک کو اس کی وہ چیز لوٹا دیتے تھے جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ اگر میں اول ہی ان کو واپس کر دوں تو وہ سب لوگ میری موافقت کو ترک کر دیں گے اور اس مبارک سفر سے محروم رہیں گے۔ وہ لوگ یہ خیال کر کے کہ ہم اپنے خرچہ سے کھاتے ہیں کسی پر بار نہیں ہے اس سعادت کو حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے طفیل سے میں بھی اپنا بہت سا مال اللہ کی راہ میں صرف کر دیتا ہوں۔ اور یہ لوگ میرے سبب سے اس سعادت کو حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر اول ہی ان کے نفقات کو واپس کر دوں تو میں بھی عمل خیر سے محروم رہوں۔ اور ان لوگوں کو بھی حج (کی سعادت) نصیب نہ ہو جب حج سے فارغ ہو کر مراجعت فرماتے تو اپنے ہمراہیوں اور احباب کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے ہدایا اور تحفے کثرت سے لاتے تھے۔ اس میں بھی زر کثیر صرف ہوتا تھا جو اپنی تجارت کے مال میں سے صرف فرمایا کرتے تھے۔

فردوس للدیلمی

یہ کتاب مشارق۔ تنبیہات اور جامع صغیر کی طرز پر ہے یعنی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حروف اللام فصل لما میں اس طرح مرقوم ہے:-

لما خلق الله الجنة حفها بالریحان وحف الریحان	جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو ریحان سے اس کو
بالحناء ما خلق الله شجرة احب الیه من الحناء	ڈھانپا اور ریحان کو حنا سے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی
الی اخر الحدیث عن عبد الله بن عمر	درخت ایسا پیدا نہیں کیا جو اس کو حنا سے زیادہ

اور اسی فصل میں دوسری حدیث بھی بیان کرتے ہیں۔

لما اسری بی اتیت علی قوم یزرعون فی یوم	جب مجھ کو معراج کی شب میں آسمانوں پر لے گئے تو
ویحصدون فی یوم کلما حصدوا عاد کما	میرا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو اسی روز بوتے ہیں
کان قلت لجبرئیل من هؤلاء قال هؤلاء	اور کاٹ لیتے ہیں اور جب کاٹ لیتے ہیں تو کھیتی پھر
المجاهدون فی سبیل الله الی اخر الحدیث	اسی طرح تیار ہو جاتی ہے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا
عن ابی هریرة	یہ کون لوگ ہیں تو کہا یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالے ہیں

یہ حدیث بہت طویل اور دراز ہے جیسا کہ معراج کے قصے میں پوری مذکور ہے۔ فردوس کو دیلمی کے بیٹے نے حروف تہجی پر مرتب کیا ہے۔ اور اس کتاب کی وہی سند لکھی ہے جسکو حدیث کے شروع میں بیان کیا ہے۔ اور انھیں حروف کی ترتیب سے نہ کہ بترتیب اسمائے صحابہ۔ کتاب فردوس کے مصنف کا نام حافظ شیرویہ[1] ہے جو شہردار بن شیرویہ کے بیٹے ہیں۔ اور ہمدان کے رہنے والے ہیں۔ تاریخ ہمدان کے مصنف بھی یہی ہیں۔ یوسف بن محمد بن یوسف مستملی۔ سفیان بن الحسن بن فنجویہ۔ عبد الحمید بن الحسن القفاعی۔ عبد الوہاب بن مندہ۔ احمد بن عیسیٰ الدینوری ابو القاسم بن البسری اور دوسرے بے شمار علماء سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ ہمدان اصفہان۔ بغداد۔ قزوین اور دوسرے اسلامی شہروں میں سیر و سیاحت کی۔ حافظ یحییٰ بن مندہ انکے یہ اوصاف بیان کرتے ہیں کہ وہ نہایت شکیل جوان خلیق اور مذہب سنت میں متصلب (سخت) اعتزال سے دور۔ کم گو اور دل کے دلیر تھے مگر اتقان معرفت اور علم میں کچھ قصور تھا۔ سقیم اور

---

[1] کنیت ابو شجاع ہے۔ ولادت ۴۴۵ھ ہجری۔

صحیح حدیث میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لئے ان کی اس کتاب میں کثرت سے موضوعات
اور واہیات درج ہیں۔ ان کے بیٹے شہردار دیلمی۔ حافظ ابو موسیٰ ابن المدینی اور حافظ ابو العلاء حسن
بن احمد عطار یہ سب ان سے روایت کرتے ہیں۔ ۹ رجب ۵۰۹ھ میں ان کی وفات ہوئی
ان کے بیٹے شہردار بن شیرویہ دیلمی جنکی کنیت ابو منصور ہے۔ علم حدیث کی معرفۃ اور اس کے سمجھنے میں
اپنے والد سے بہتر تھے۔ چنانچہ سمعانی بھی ان کی فہم اور معرفۃ کی شہادت دیتے ہیں۔ نیز علم ادب
اچھا جانتے تھے۔ پاک باز اور عابد تھے۔ زیادہ تر اپنی مسجد میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات سماع حدیث
اور اسکے لکھنے میں مشغول رہتے تھے طلب علم میں اپنے والد کے شریک رہے ۵۰۵ھ میں
جب انھوں نے سفر اصفہان کیا تو یہ بھی ہمراہ تھے۔ اور ۵۳۷ھ میں خود تنہا بغداد گئے اور اپنے
والد کی وفات کے بعد بہت سے استادوں سے علم کو حاصل کیا منجملہ ان کے مکی ابن منصور الکرخی۔
ابو محمد نودی۔ اور ابو بکر احمد بن محمد بن الحوبۃ بھی ہیں اور بعض دوسرے محدثین سے اجازت
حاصل کی ہے۔ کتاب فردوس کی ترتیب اس وضع پر انھوں نے کی اور سندوں کو بڑی محنت سے
فراہم کیا۔ جب یہ منقح اور مہذب ہو چکی تو ان کے بیٹے ابو مسلم احمد بن شہردار دیلمی اور ان کے بہت سے
شاگردوں نے ان سے روایت کی ۵۵۸ھ میں شہردار دیلمی کا انتقال ہو گیا۔ اس خاندان کا نسب
فیروز دیلمی تک پہنچتا ہے جو صحابی اور اسود عنسی (کذاب) کے قاتل تھے۔ ان کے بارے میں جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فاز فیروز (فیروز کامیاب ہوئے) فرمایا تھا۔

نوادر الاصول

اس کے مصنف حکیم ترمذی اُن ابو عیسیٰ ترمذی کے علاوہ ہیں جنکی کتاب صحاح ستہ میں شمار
کیجاتی ہے۔ نوادر الاصول میں اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں۔ اکثر جاہلوں کو چونکہ معلوم نہیں ہے اس وجہ سے
حکیم ترمذی کو وہی ترمذی خیال کر کے انکی واہیات کو ابو عیسیٰ ترمذی کیطرف منسوب کر کے یہ کہدیتے ہیں
کہ ترمذی میں اس طرح ہے۔ اس لئے ان ہر دو میں فرق کرنا نہایت ضروری ہے۔
حل مایقال فی السجود بسجدات القرآن میں اس طرح بیان کیا ہے:۔

مایقال فی سجدۃ سورۃ الاعراف عند	وہ دعا جو سورہ اعراف کے سجدہ میں پڑھی جاتی ہے جو
قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ	اِنَّ الَّذِیْنَ الخ پر کیا جاتا ہے (ترجمہ آیۃ) جو لوگ تیرے رب کے

لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ۔ طابت لھم منازل القربۃ عندک فتطھروا عن الاستکبار واذعنوا لک خضوعا بما عاینوا من کبریائک وعزیز جبروتک فی الملکوت فلقوا عظمتک بالتسبیح واستکانوا بالسجود لک خشوعا ھؤلاء بدیع حکمتک ونحن ولد بدیع فطرتک وصنیع یدک وامۃ حبیبک الملکون فی التوراۃ والموصوفون فی الانجیل بما منحتنا من منتک وفضلک واھدیت الی المخبتین منا ھدایاک وکراماتک تحننا ورافۃ سجدنا لک بحظنا من رافتک ورحمتک والقینا بایدینا سلما نرجو مرادک وسبیلک ومعروفک یا معروفا بالعطایا الجزیلۃ ومحمودا علی صنایعک الجمیلۃ

پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں) تیرے نزدیک انکو عمدہ منازل قربت نصیب ہوئے تو وہ تکبر و غرور سے پاک ہو گئے۔ ان لوگوں نے ملکوت میں تیری بڑائی اور غلبہ جبروت کا معائنہ کرکے عجز و انکساری کرتے ہوئے تیرا یقین کر لیا۔ تیری عظمت کو معلوم کرکے تسبیح و تقدیس میں مشغول ہوئے اور گڑگڑا کر خشوع قلب سے تیرے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ لوگ تیری نادر حکمت کا نمونہ ہیں اور ہم تیری نادر فطرت کی اولاد ہیں۔ تیرے ہاتھ کے بنائے ہوئے اور تیرے حبیب کی وہ امتہ ہیں جنکی توراۃ میں مدح کیگئی ہے اور جو انجیل میں ان صفات سے متصف کئے گئے ہیں جنکو اپنے فضل و احسان سے تو نے ہمکو عطا فرمایا۔ اور ہم میں سے جو بہت عاجزی کرنیوالے ہیں انکو تو نے اپنی مہربانی و شفقت سے اپنے ہدیوں اور کرامتوں کا تحفہ عنایت فرمایا (چونکہ ہم تیری رافت اور رحمت سے بہرہ یاب ہوئے اسلئے) ہم (بھی) تیرے لئے سجدہ کرتے ہیں اور تیرے مطیع اور فرمانبردار بندے بنتے ہیں اے وہ (پاک ذات) جو کثیر عطاؤں کیساتھ معروف اور عمدہ صفتوں سے محمود ہے ہم تیری عطا اور تیری مراد اور تیرے راستہ کی (تجھسی) امید کرتے ہیں

ان کی کنیت ابو عبداللہ اور نام محمد ہے۔ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے۔ محمد بن علی بن الحسین (حسن) ابن شیر (بشر) الموذن۔ حکیم ترمذی لقب ہے، اپنے زمانہ کے زاہدوں کے رئیس تھے انکی تصنیفات بکثرت ہیں۔ اپنے والد علی بن الحسین۔ قتیبہ بن سعید بلخی۔ صالح بن عبداللہ ترمذی اور ان کے ہم عصروں سے روایت کرتے ہیں۔ علماء نیشاپور اور قاضی یحیٰی بن منصور خود ان سے روایت کرتے ہیں۔ جب ترمذ کے لوگوں نے ان کو شہر بدر کیا تو ۲۸۵ھ میں نیشاپور تشریف لائے۔ اخراج کا سبب ہوا تھا کہ جب انھوں نے ختم الولایت اور کتاب علل الشریعۃ تصنیف کی اور وہ ظاہر بینوں کی نظروں سے گزریں تو انھوں نے ان کتابوں سے یہ استنباط کیا کہ یہ تفضیل ولایت بر نبوت کا مذہب رکھتے ہیں یعنی اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں اور ان کا احتجاج بھی ان معنی کی طرف کچھ مشیر تھا۔ اس لئے کہ انھوں نے یغبطھم النبیون والشھداء سے یہ تمسک کیا تھا کہ اگر بعض اولیاء انبیاء د

شہدا سے فضل نہ ہوتے تو انبیاء ان پر کیوں غبطہ (رشک) کرتے۔ ان کے اس وحشتناک عقیدہ کیوجہ سے لوگوں نے ان کو ترمذ سے نکال دیا۔ وہاں سے بلخ پہنچے۔ اہل بلخ نے ان کو اپنے یہاں جگہ دی۔ آپنے اہل بلخ سے اپنے کلام کا مطلب اور عذر بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ میری غرض تفضیل اولیاء برانبیاء ہرگز نہیں ہے۔ میرا تو وہی عقیدہ ہے جو تمہارا۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ انکی تصانیف میں احادیث غیر معتبرہ اور موضوعات کثرت سے درج ہیں۔ اس حادثہ کا سبب خود انھوں نے بیان کیا ہے۔ طبقات شعراوی میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے تصنیف سے پہلے کبھی تفکر تدبر اور تامل نہیں کیا۔ اور نہ میری یہ غرض تھی کہ کوئی شخص ان مؤلفات کی نسبت میری طرف کریگا۔ بلکہ جب کبھی مجھ کو کبیدگی پیدا ہوتی تو میں اپنی تسلی اور تسکین تالیف و تصنیف میں سمجھتا تھا اور جو کچھ میرے دل میں آتا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اکثر تصانیف از قبیل مسودات ہیں جو نظرِ ثانی و تہذیب و تنقیح کی محتاج ہیں اور انمیں حذف و اصلاح کی ضرورت ہے۔ انکے لطائف میں سے یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے "پانچ شخصوں کے لئے پانچ جگہ سے بہتر کوئی مقام نہیں ہے۔ لڑکے کیلئے مکتب۔ جوان کے لئے مکانِ طلبِ علم۔ بوڑھے کے لئے مسجد۔ عورت کے لئے گھر اور موذی کے لئے قیدخانہ"

کتاب الدعا لابن ابی الدنیا

یہ نہایت عمدہ اور نفیس کتاب ہے۔ اسکے اول میں اللہ پاک کے ننانوے (۹۹) نام درج ہیں۔ جو بروایۃ ابن سیرین از ابی ہریرۃؓ مروی ہیں۔ پھر چہل اسم ادریسی ہے جسکی سند حسن بصریؒ پر موقوف ہے، اسکے بعد اسم اعظم ہے۔ اسکے بعد دعاء الفرج ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اسی سلسلہ میں ان کی ایک دوسری کتاب بھی ہے جسکا نام کتاب مجاب الدعوۃ ہے اسکے شروع میں یہ حدیث ہے۔

لم یتکلم فی المھد الا ثلثۃ عیسٰی بن مریم وصاحب جریج العابد والصبی الذی مربامہ راکب دابۃ فارھۃ وشارۃ حسنۃ وھی ترضعہ فقالت اللھم اجعل ابنی مثل ھذا الیٰ اخر الحدیث

تین شخصوں کے سوا گہوارے (یعنی دودھ پینے کیحالت) میں کسی نے کلام نہیں کیا اول عیسیٰ بن مریم نے دوسرے اس لڑکے نے جسکی نسبت جریج عابد کیطرف کیگئی تھی تیسرے اس لڑکے نے جبکہ اس کو اسکی ماں دودھ پلا رہی تھی اور اسکے پاس ایک سوار تیز اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہوکر گزرا تو اسنے یہ دعا کی اے اللہ میرے لڑکے کو اس شہسوار

ف ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شیر خواری کی حالت میں کلام کرنا تو مشہور قصہ ہے۔ جریج نہایت عابد وزاہد تھے۔ جنگل میں ایک چھوٹا سا حجرہ تھا اُس میں رہ کر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں نوافل ادا کر رہے تھے۔ ان کی والدہ آئیں اور ان کو پکارنے لگیں مگر چونکہ جریج نماز میں مصروف تھے جواب نہ دے سکے۔ والدہ کو غصہ آیا اور ان کو بددعا دیکر واپس ہوئیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی دُعا کو قبول فرمایا۔ اسی وقت اس کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ تمام گاؤں والے جریج پر چڑھ آئے اور یہ تہمت لگائی کہ تو نے ہماری باندی سے زنا کیا ہے اور یہ لڑکا تیرے نطفہ سے ہے۔ اسی وجہ سے ان کے حجرہ کو بھی گرا دیا۔ اور طرح طرح سے ان کو ذلیل وخوار کیا۔ حضرت جریج سمجھ گئے کہ یہ میری والدہ کی بددُعا کا اثر ہے۔ مگر یہ بھی خیال کرتے تھے کہ میں چونکہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا اسوجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ کو ضرور خلاصی اور نجات دے گا۔ اسپر آپ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ شیر خوار بچہ جو آج ہی پیدا ہوا ہے یہ بتادے کہ کس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے تب تو تم لوگوں کو یقین آجائیگا سب نے تسلیم کرلیا۔ آپ نے اس لڑکے کے شکم پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اے بچے تو کس کا ہے وہ فوراً قدرت خدا سے گویا ہوا اور یہ کہنے لگا کہ میری والدہ نے فلاں چرواہے سے زنا کیا تھا۔ میں اس کا ہوں۔ یہ کرامت دیکھکر لوگ معتقد ہوگئے اور کہنے لگے کہ آپ فرمائیں تو آپ کا حجرہ سونے چاندی کا بنوا دیا جائے۔ آپنے فرمایا کہ نہیں مٹی ہی کا بنوا دو۔ دوسرا واقعہ اس طرح پر ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو دودھ پلا رہی تھی اس کے سامنے ایک سوار کا گزر ہوا۔ وہ یہ سمجھ کر کہ یہ تونگر اور مالدار باعزت شخص ہے یہ دعا کرنے لگی کہ یا اللہ میرے اس بیٹے کو بھی اسی سوار کے مانند کیجیے تو لڑکے نے دودھ چھوڑ کر کہا کہ اے اللہ مجھکو ایسا نہ کیجیے۔

اُنکی کنیت ابوبکر ہے۔ نام عبداللہ۔ اور نسب یہ ہے:۔ عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس المعروف بابن ابی الدنیا۔ ابوبکر کو قرشی اور اموی بھی کہتے تھے۔ اسوجہ سے کہ ان کے والد بنی امیہ کے موالی میں سے تھے۔ آپ کا مولد اور مسکن بغداد تھا ۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علی بن الجعد خلف بن ہشام سعید بن سلیمان اور دوسرے عمدہ محدثین سے علم کو حاصل کیا۔ خود ان سے ابوبکر شافعی صاحب غیلانیات اور حارث بن ابی اسامہ صاحب مسند (باوجودیکہ وہ ان سے مقدم ہیں) اور ابوبکر نجار۔ حمد ابن خزیمہ اور ان کے علاوہ دوسرے اسی شان کے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے علم حدیث کا استفادہ کیا۔ آپ المعتضد عباسی کے (جو مشہور خلیفہ تھے) اتالیق اور مؤدب تھے۔ ان سے پہلے بھی چند خلفا کی اتالیقی کرچکے تھے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اور میرے والد نے ابوبکر سے ہی حدیثوں کو لکھا ہے اور وہ نہایت سچے آدمی تھے۔ کہا گیا ہے کہ ابن ابی الدنیا کو حق تعالیٰ نے یہ تصرف مرحمت

فرمایا تھا کہ اگر چاہتے تھے تو ایک کلمہ میں ہنسا دیتے تھے اور پھر دوبارہ اس کو رُلا دیتے تھے۔
یہ سب کچھ ان کے وسعت علم اور توسیع اخبار اور قدرت وتصرف فی الکلام کی بنا پر تھا۔
جمادی الاوّل ۲۸۱ھ میں انتقال ہوا۔

کتاب الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد

یہ کتاب (امام ابوبکر) بیہقی کی تصنیف ہے اس کے شروع میں وہ دلائل ذکر کئے گئے ہیں جن سے عالم کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے اور نیز یہ کہ اس کا موجد اور مدبر وہی ایک ذات واحد ہے۔ اس کو اجازات میں پڑھتے ہیں اور بعض صرف باب استخلاف علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آخر کتاب تک بھی پڑھتے ہیں۔ یہ کتاب نہایت نفیس ہے۔ اس میں یہ حدیث بھی ہے:۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ قال حدثنا ابو النضر الفقيه قال حدثنا عثمان بن سعيد الدارمي حدثنا علي ابن المديني حدثنا مروان بن معاوية حدثنا ابو مالك الاشجعي عن ربعي بن حراش عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يصنع كل صانع وصنعته

ترجمہ:۔ حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع کا خالق ہے اور اسکی صنعت کا بھی

کتاب اقتضاء العلم والعمل

یہ خطیب کی تصنیف ہے۔ اپنے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے بعض محدثین نے اس کا انتخاب بھی کیا ہے جو ملک عرب میں مشہور ہے۔ چنانچہ اکثر مقامات میں تحصیل اجازت کیوقت اس منتخب کو پڑھاتے ہیں۔ اس منتخب کے شروع میں ابو برزہ اسلمی کی یہ حدیث ہے۔ لا تزول قدما عبد يوم القيامة الخ لیکن اصل کتاب کے اوّل میں یہ حدیث نہیں ہے خطیب کا قول ہے:۔

اخبرنا القاضي ابوبكر احمد بن الحسن بن احمد الحرشي نيسابوري قال حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب الاصم قال حدثنا محمد بن اسحق الصنعاني قال حدثنا الاسود بن

ابو برزہ اسلمی رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تک بندہ سے چار باتوں کا سوال قیامت کے دن نہ ہولے گا

عامر قال اخبرنا ابوبکر بن عیاش عن الاعمش عن سعید بن عبد اللہ عن ابی برزۃ الاسلمیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزول قدما عبد یوم القیمۃ حتی یسئل عن اربع عن عمرہ فی ما افناہ وعن علمہ بماذا عمل فیہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیم انفقہ وعن جسمہ فیما ابلاہ۔

اس وقت تک اس کے قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکیں گے ۔ اول اس نے عمر کس چیز میں فنا کی ۔ دوسرے کیا کام کیا ۔ تیسرے مال کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا ۔ چوتھے جسم کو کس کام میں بوڑھا کیا ۔

اس منتخب کے آخر میں یہ اشعار ہیں ۔ حدثنا الحسن بن ابی بکر قال انا عثمان بن احمد الدقاق قال حدثنا اسحق بن ابراهیم بن سنین قال انشد نی عمر بن احمد بن محمد :-

انت فی غفلة الامل　　لست تدری متی الاجل

تو امیدوں کی غفلت میں پڑا ہوا ہے　　موت کی تجھکو خبر نہیں ہے

لا تغرنک صحة　　فھی من اوجع العلل

تجھ کو صحت دھوکے میں نہ ڈالدے ۔ اس لئے کہ وہ تمام بیماریوں سے زیادہ تکلیف دہ ہے

کل نفس لیومھا　　صبحة تقطع الامل

ہر نفس پر ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ جس کی صبح امیدوں کو کاٹ دیگی

فاعمل الخیر واجتھد　　قبل ان یمنع العمل

مرنے اور اعمال کے منقطع ہونے سے پہلے کوشش کر کے عمل خیر کرلے

تاریخ یحییٰ ابن معین فی احوال الرجال

اس کتاب کی ترتیب حروف تہجی پر ہے ۔ اسکے شروع میں یہ حدیث ہے :-

قال الحافظ الناقد یحییٰ بن معین حدثنا ابن ابی مریم حدثنا ابن لھیعة عن ابی الاسود عن عروۃ بن الزبیر عن المسور بن مخرمة عن ابیه قال لقد اظهر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاسلام فاسلم اھل

مسور بن مخرمہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو ظاہر فرمایا تو کل (اکثر) اہل مکہ اسلام لے آئے ۔ اور یہ واقعہ نماز کی فرض ہونے سے پہلے کا ہے یہاں تک کہ آپ جب آیۃ سجدہ پڑھ کر سجدہ

مكة كلها وذلك قبل ان تفرض الصلوٰة حتى ان كان ليقرأ السجدة فيسجد فيسجدون وما يستطيع بعضهم ان يسجد من الزحام وضيق المقام لكثرة الناس حتّٰى قدم رؤس قريش الوليد بن المغيرة وابو جهل وغيرهما وكانوا بالطائف فى اراضيهم فقالوا اتدعون دينكم ودين ابائكم فكفروا۔

کرتے اور مسلمان بھی سجدہ کرتے تو کثرت ہجوم اور مقام کی تنگی کی وجہ سے بعض لوگ سجدہ نہ کر سکتے تھے (یہی حالت رہی) یہانتک کہ ولید بن مغیرہ ابوجہل اور انکے علاوہ دوسرے سرداران قریش جو مقام طائف میں اپنی کھیتی باڑی کے کام میں مصروف تھے، مکہ میں آگئے اور لوگوں سے یہ کہا کہ کیا تم اپنے دین اور اپنے آباؤاجداد کے دین کو چھوڑتے ہو پس وہ پھر کافر ہو گئے۔

اس تاریخ کے آخر میں یہ ہے:۔

عن الجرجسى عن بقية بن الوليد عن الزبيدى عن الزهرى عن سالم عن ابيه رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم انه سلّم تسليمةً۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ایک سلام پھیر کر سجدہ کیا۔

ان کی کنیت ابوزکریا ہے چونکہ یہ بنی مُرّہ کے موالی میں تھے اسوجہ سے ولاء کے اعتبار سے ان کو مُرّی بھی کہتے ہیں۔ بغداد کے رہنے والے ہیں ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ انکے والد ماجد (مَعین) دفتر کے عمدہ منشیوں میں سے تھے۔ انشاء میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یحییٰ بن مَعین کو اپنے والد کے ورثہ میں سے ایک لاکھ درہم ملے تھے اور اسی وجہ سے وہ کامل ثروت رکھتے تھے۔ ان کو ہُشَیم۔ ابن المبارک۔ معتمر بن سلیمان بن طرخان اور انکے ہمعصروں سے سماع حاصل تھا۔ امام احمد بن حنبل۔ امام بخاری۔ امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ وہ بھی گویا اس علم کے ائمہ میں سے ہیں۔ ابوزکریا تنقیدِ روایات اور احوال رجال کی معرفۃ میں امام تھے۔ وسعت معلومات اور محفوظات پرکھنے کی کثرت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ خود ان سے یہ منقول ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ مرنے کے بعد انکو کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تو آپ نے یہ جواب دیا کہ مجھ کو بہت سی عطایا اور بخششیں مرحمت فرمائیں منجملہ انکے یہ ہے کہ تین سو حورعین سے میرا نکاح کر دیا ۲۳۳ھ میں بغداد سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اوّل مدینہ منورہ میں پہنچے۔ وہاں کی زیارت سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ کا قصد کیا۔ اوّل منزل میں جو نیند آئی تو ہاتف غیبی نے ندا دی کس لئے ابوزکریا ہماری ہمسائگی چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ سمجھ گئے کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مُبارک تھی کہ ان کو اس

خلعت فاخرہ کے ساتھ مشرف کیا۔ فوراً واپس ہو کر مدینہ منورہ میں اقامت فرمائی اور تین دن کے بعد انتقال ہو گیا۔ ان کی سعادت ایک یہ بھی ہے کہ جس تختہ پر جناب رسالتمآب ﷺ کو غسل دیا گیا تھا اسپر ان کو بھی غسل دیا گیا۔ شعر و سخن کیجانب بھی طبیعت کا میلان تھا۔ چنانچہ یہ چند اشعار جو ان کے تصنیف کردہ ہیں تحریر کئے جاتے ہیں۔

المال ینفد حلہ وحرامہ — یوماً ویبقی فی غد آثامہ
مال تو خواہ حلال ہو یا حرام ایک روز ختم ہو جائیگا — اور کل (قیامت) کیلئے اسکے گناہ باقی رہیں گے

لیس التقی بمتق فی دینہ — حتی یطیب شرابہ وطعامہ
اپنے دین کے امور میں متقی کا تقویٰ اسوقت تک کامل نہیں ہوتا جبتک اس کا کھانا پینا پاک نہ ہو

ویطیب ما یحوی ویکسب اھلہ — ویطیب فی حسن الحدیث کلامہ
جسکو وہ جمع کرتا ہے اور جسکو اسکے گھر والے کماتے ہیں وہ پاک ہو۔ اور اُس کی گفتگو دل پسند ہو

نطق النبی لنا بہ عن ربہ — فعلی النبی صلاتہ وسلامہ
یہ باتیں جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کیجانب سے ہمکو فرمائی ہیں۔ درود و سلام نبی کریم ﷺ پر نازل ہوتا رہے

فائدہ:- یہ جاننا چاہیئے کہ جاہلوں اور کم فہموں نے قدماء اہل حدیث کو عموماً اور یحییٰ بن معین کو خصوصاً اس طرح پر مطعون کیا ہے کہ محدثین نے اور بالخصوص یحییٰ بن معین نے خلق اللہ کے بارے میں بہت زبان درازیاں کی ہیں۔ کسی کو دروغ گو۔ اور کسی کو ملبس وجعلی۔ اور کسی کو افترا پرداز و بہتان طراز کہتے ہیں۔ یہ لوگ غیبت محرمہ کو اپنا علم اور اپنی عبادت خیال کرتے ہیں چنانچہ اسی معاملہ میں بکر بن حماد شاعر مغربی نے یحییٰ بن معین کی ہجو کی بلکہ علم حدیث پر طعنہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے:-

اری الخیر فی الدنیا یقل کثیرہ — وینقص نقصاً والحدیث یزید
میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا میں خیر کا بڑا حصہ کم ہو رہا ہے — اور گھٹتا جاتا ہے حالانکہ حدیث روز بروز بڑھتی جاتی ہے

فلو کان خیراً کان الخیر کلہ — ولکن شیطان الحدیث مرید
اگر علم حدیث اچھا ہوتا تو سب کا سب اچھا ہوتا — لیکن شیطان حدیث کا سرکش ہے

ولابن معین فی الرجال مقالۃ — سیسئل عنہا والملیک شہید
ابن معین نے رجال میں گفتگو کی ہے — عنقریب اسکی اس گفتگو پر سوال کیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے

فان یک حقاً فھی فی الحکم غیبۃ — وان یک زوراً فالقصاص شدید
اگر وہ صحیح ہے تو غیبت کے حکم میں ہے — اور اگر وہ جھوٹ ہے تو اسکا بدلہ سخت ہے

لیکن ان جاہلوں اور مثل انکے دوسرے نافہموں نے یہ نہ سمجھا کہ ان (یحییٰ بن معین) کا رجال پر یہ طعن و جرح کرنا محض شریعت غرا اور دین متین کی حفاظت کی غرض سے تھا گویا یہ از قبیل قتال کفار یا خوارج یا اہل بدعت یا سیاست و تعزیر اہل انکار میں داخل ہے۔ جو بہترین عبادت ہے اور ہرگز غیبت محرمہ میں متصور نہیں ہے۔ مذکورہ بالا ناپسندیدہ اشعار کا جواب ابو عبداللہ محمد بن فتوح حمیدی صاحب الجمع بین الصحیحین نے ایک طویل قصیدہ میں دیا ہے۔ چنانچہ اُس شاعر کو خطاب کرکے کہتے ہیں :-

وانی الی ابطال قولک قاصد　　ولی من شہادات النصوص جنود
بیشک میں تیرے قول کو رد کرنیکا ارادہ کرتا ہوں　　اور میرے پاس گواہی کیلئے نصوص اور آیتوں کے لشکر موجود ہیں

اذا لم یکن خیرًا کلام نبیّنا　　لدیک فان الخیر منک بعید
جبکہ ہمارے نبی ؐ کا کلام تیرے نزدیک بہتر نہ ہوگا تو بے شک خیر اور بھلائی تجھ سے دور ہے

واقبح شئی ان جعلت لما اتی　　عن اللہ شیطانًا و ذاک شدید
جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہے اسکو شیطان کہنا بہت بُرا ہے اور یہ بات بہت سخت ہے،

اسکے بعد ابن معین کے اوصاف اس طرح بیان کرتے ہیں :-

وما ھو الا واحد من جماعۃ　　وکلھم فیما حکاہ شھود
اور ابن معین تو جماعت ہی کا ایک فرد ہے　　اور جو کچھ اسنے بیان کیا ہے انہیں کل جماعت اس کی گواہ ہے

فان صد عن حکم الشھادۃ حامل　　فان کتاب اللہ فیہ عتید
اگر کوئی حامل شہادت گواہی سے باز رہے　　تو اللہ کی کتاب اس کے لئے تیار ہے

ولولا رواۃ الدین ضاعت واصبحت　　معاملۃ فی الآخرین تبید
اور اگر دین کے راوی نہ ہوتے تو آنے والی نسلوں کا معاملہ ضائع اور برباد ہو جاتا

ھم حفظوا الآثار عن کل شبھۃ　　وغیرھم عما اقتنوہ رقود
ان لوگوں نے احادیث کو ہر شبہ سے بچایا　　جبکہ انکے غیر انکے جمع کئے ہوئے ذخیرہ سے غافل سوتے تھے

وھم ھاجروا فی جمعھا وتبادروا　　الی کل افق والمرام کؤد
انھیں نے احادیث کے جمع کرنیمیں ہجرۃ کی (وطن و اقارب کو چھوڑا) عالم کے ہر گوشہ زمین کے ہر حصہ پر دوڑے باوجودیکہ مقصود سخت مشکل تھا

وقاموا بتعدیل الرواۃ وجرحھم　　قیام صحیح النقل وھو جدید
راویوں کی تعدیل و جرح کے لئے کمر بستہ ہوگئے　　صحیح نقل کرنیوالے کی طرح اگرچہ یہ کام سخت مشکل ہے

بتبلیغهم صحّت شرائع دیننا — حدود تحرّ واحفظها وعهودُ

انھیں کی تبلیغ سے ہمارے دین کے طریقے درست ہوئے — یہ وہ حدود ہیں جنکی حفاظت کا انھوں نے ارادہ اور عہد کیا

وصحّ لاهل النقل منها احتجاجهم — فلم یبق الا عانـد وحقودُ

پس اہل نقل کیلئے ان احادیث سے احتجاج صحیح ہوگیا — پس کوئی منکر باقی نہیں رہا سوائے کینہ ور مخالف کے جسکی بات تعصب سے خالی نہیں ہوسکتی

وحسبهم ان الصحابة بلّغوا — وعنهم رووا لا یستطاع جحودُ

اور انکے لئے یہی کافی ہے کہ صحابہ نے تبلیغ کی ہے — اور انھیں سے روایت کی ہے جس کا انکار ہو ہی نہیں سکتا

فمن حاد عن هٰذا الیقین فمارق — مرید لاظهار الشکوک مریدُ

پس اب جو اس یقینی بات سے پھرے وہ اجماع کا مخالف — سرکش ہے شکوک پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے

ولکن اذا جاء الهدیٰ ودلیله — فلیس لموجود الضلال وجودُ

لیکن جبکہ ہدایت اپنی دلیل کیساتھ اٹھے گی — تو گمراہی موجودہ کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا

وان رام اعداء الدیانة کیدها — فکیدهم بالمخزیات مکیدُ

اور اگر دیانت کے دشمن کید کا قصد کریں تو ان کا کید ذلیل کرنے والی چیزوں سے مٹا دیا جائیگا

عبد السلام بن یزید بن غیاث الاشبیلی نے بھی اس طویل قصیدہ میں اُن ابیات کا جواب دیا ہے

وکلابن معین فی الذی قال اسوة — ورأی مصیب للصواب سدیدُ

جو بات ابن معین کہے قابل پیروی ہے — اور ان کی رائے حق کا پتہ دینے والی اور درست ہے،

فاجربه یعلی الاله محله — وینزله فی الخلد حیث یریدُ

اور یقینی بات ہے اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرے — اور ان کو جنت میں حسب دلخواہ جگہ دے

یناضل عن قول النبیّ وصحبه — ویطرد عن احواضه ویزودُ

وہ قول رسولؐ اور انکے صحابہ کے کلام کو بچاتے ہیں — اور دغیروں کو) انکے حوضوں سے ہٹا کر دور کرتے ہیں

وجلة اهل العلم قالوا بقوله — وما هو فی شیء اتاه فریدُ

اور بڑے بڑے اہل علم نے انکے موافق کہا ہے — وہ اپنی بیان کی ہوئی بات میں تنہا نہیں ہیں

ولولم يعتم اهل الحديث بديننا فمن كان يروي علمه ويفيد

اگر ہمارے دین کی سنبھال کے لئے اہلحدیث نہ کھڑے ہوتے تو آج کون ہوتا جو علم کی روایت کرتا اور فائدہ دیتا

هم ورثوا علم النبوة واحتووا من الفضل ماعنه الانام رقود

وہی علم نبوت کے وارث ہوئے اور وہ فضل حاصل کیا جس سے مخلوق غافل ہے

وهم كمصابيح الدجى يهتدى بهم وتنار هم بعد الممات وقود

وہ اندھیری رات کے چراغوں کی طرح ہیں کہ ان سے ہدایت حاصل کیجاتی ہے اور انکی آگ بجھنے کے بعد بھی شعلہ زن ہے

عليك ابن غياث لزوم سبيلهم فحالهم عند الاله حميد

اے ابن غیاث تو ان کے طریق کو اختیار کر کیونکہ ان کا حال اللہ کے نزدیک اچھا ہے

نیز احمد بن عمر بن عصفور نے ابیات مذکورہ ذیل سے اس کا جواب دیا ہے:-

ايا قادحا في العلم زيد عماءه رويدا ابما تبدى به وتعيد

اے علم حدیث پر اعتراض کرنے والے تیری کوری زیادہ ہو بیٹے دے جسکو تو ظاہر کرتا ہے اور بار بار کہتا ہے

جعلت شياطين الحديث مريدة الا ان شيطان الضلال مريد

تو نے حدیث والوں کو سرکش شیطان ٹھہرایا لیکن یاد رکھ گمراہی کا شیطان در اصل سرکش ہے

وجرحت بالتكذيب من كان صادقا فقولك مردود وانت عنيد

تو نے سچے پر تکذیب کے آوازے کسے پس تیرا ہی قول مردود ہے اور تو ہی متعصب ہے

وذو العلم في الدنيا نجوم هداية اذا غاب نجم لاح بعد جديد

اہل علم دنیا میں ہدایت کے ستارے ہیں جب ایک تارا چھپ جاتا ہے تو دوسرا روشن ہو جاتا ہے

بهم عز دين الله طرا وهم له معاقل من اعدائه وجنود

ان ہی کے طفیل اللہ کے دین کی عزت پوری پوری قائم ہے اور وہ بزرگ دین کی جائے پناہ اور اللہ کے لشکر ہیں

كتاب الكنى والاسامي للنسائي

اس کتاب کا بھی انتخاب کیا گیا ہے اور اس کا نام منتقی رکھا گیا ہے منتقی کے آخر میں یہ حدیث ہے:

"باب من يكنى ابا عمران" قال الحافظ احمد بن شعيب النسائي اخبرنا قتيبة بن سعيد ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے

قال حدثنا الليث عن يزيد بن ابی حبیب عن
ابی عمران اسلم عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ قال
اتبعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکب فقلت ۱۰۱
اقرئنی سورة ھود وسورة یوسف فقال لن تقرأ شیئاً
ابلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق

اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ میں نے
آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھے سورہ ہود اور
سورہ یوسف پڑھا دیجئے تو آپ نے فرمایا
کہ کوئی ایسی سورۃ نہیں پڑھوگے جو قل اعوذ
برب الفلق سے زیادہ بلیغ ہو۔

جہاں اصحاب صحاح ستہ کا ذکر کیا جائے گا وہاں انشاء اللہ تعالیٰ نسائی کے حالات بھی لکھے جائیں گے۔

کتاب تاریخ الثقات لابن حبان

انکی کنیت ابو حاتم اور نام محمد بن حبان تمیمی ہے۔ صحیح ابن حبان میں ان کا حال گزر چکا۔ اس تاریخ کے اوّل ابواب میں یہ باب ہے:-

باب ذکر الحث علی لزوم سنن المصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنا احمد بن مکرم
خالد البرتی قال حدثنا علی ابن المدینی
ثنا الولید بن مسلم حدثنا ثور بن یزید
ثنا خالد بن معدان قال حدثنا عبدالرحمٰن
بن عمرو السلمی وحجر بن حجر الکلاعی قال اتینا
العرباض بن ساریة وھو ممن نزل فیہ
وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ
قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ" فسلمنا
علیہ وقلنا اتیناک زائرین وعائدین و
مقتبسین فقال العرباض صلی بنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الصبح ذات یوم ثم اقبل
علینا فوعظنا موعظة بلیغة ذرفت

عبدالرحمٰن بن عمرو السلمی اور حجر بن حجر الکلاعی کہتے ہیں
کہ ہم دونوں حضرت عرباض بن ساریہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے۔ اور یہ وہی صحابی ہیں جنکے بارے میں
یہ آیۃ نازل ہوئی تھی ولا علی الذین اذا ما اتوک
لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ
ان کو سلام کیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ زیارت، عیادت
اور استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں انہوں
نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ ہماری طرف
متوجہ ہوئے اور اس قدر بلیغ وعظ فرمایا کہ روتے روتے
لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ دل دہشت زدہ
ہوکر کانپ اُٹھے۔ اس پر کسی نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ آج کی نصیحت تو آپ کی نصائح میں

<table>
<tr><td>منها العیون ووجلت منها القلوب فقال قائل یا رسول الله کأن ھذہ موعظۃ مودع فماذا تعھد الینا قال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان عبداً احبشیاً مجدعاً فانہ من یعش منکم (بعدی) فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین فتمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ ۔</td><td>سے ایسی ہے جیسے کسی رخصت کرنے والے کی ۔ تو ہمارے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ۔ آپنے فرمایا میں تمکو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے امیر کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو ۔ اگرچہ وہ ایک حبشی کان کٹا ہوا غلام ہی کیوں نہ ہو ۔ تم میں سے جو زندہ رہیگا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا ۔ اسوقت میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اسکو دانتوں (مضبوطی) سے پکڑلو ۔ نئی تراشی ہوئی باتوں سے بچتے رہو ۔ کیونکہ دین میں ہر نکالی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔</td></tr>
</table>

کان

ارشاد ابویعلیٰ

راویوں کے حالات میں یہ نہایت عمدہ اور عجیب وغریب کتاب ہے ، یہ وہ ابویعلیٰ نہیں ہیں جنکا معجم اور مسند سابق میں ذکر ہو چکا ہے ۔ وہ موصلی ہیں اور یہ قزوینی ۔ ان کا نام خلیل بن عبداللہ بن احمد ہے ۔ قزوین کے رہنے والے ہیں ۔ منجملہ اور تصنیفات کے یہی ایک کتاب ارشاد فی معرفۃ المحدثین انکی یادگار باقی رہ گئی ہے جو شخص اس کتاب کو دیکھتا ہے تو ان کی جلالت وبزرگی کا جو ان کو اس فن میں حاصل تھی اقرار کرلیتا ہے لیکن اہل تحقیق نے یہ لکھا ہے کہ اس کتاب میں اوہام بہت ہیں ۔ جب تک دوسری کتابوں کی شہادت نہ مل جائے اسپر اعتماد نہ کرنا چاہیئے ۔ اس کے باوجود ان کو علل حدیث اور رجال پر اطلاع تام تھی ۔ اور اپنے زمانہ میں علو اسناد حاصل تھا ۔ علی بن احمد بن صالح قزوینی ابوحفص کتانی ۔ حاکم اور اس طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے سماع رکھتے تھے ۔ ابوحفص بن شاہین اور ابوبکر مقری سے ان کو اجازت حاصل ہے ۔ ابوبکر بن لال بھی (جو ان کے استاد وشیخ ہیں) ان سے روایت کرتے ہیں ۔ ان کے بیٹے ابویعلےٰ ابو زید بن ابویعلیٰ حدیث کے عالم اور ان ہی کے شاگرد تھے سنہ ۴۴۶ھ میں ابویعلیٰ کا انتقال ہوا ۔

حلیۃ الاولیاء

یہ حافظ ابونعیم اصفہانی کی تصنیف ہے۔ اُن کا ذکر بھی ان کے مستخرج میں گزر چکا۔ نیز وہ حکایات جو امام مالکؒ کے احوال میں کتاب حلیۃ الاولیاء سے نقل کی گئی تھیں پہلے لکھی جا چکی ہیں۔

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب

یہ ابوعمر ابن عبد البر کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس کتاب کے دیباچہ میں ابن سیرین سے نقل کیا گیا ہے کہ السابقون الاولون من المهاجرين والانصار هم الذين صلوا القبلتين۔ اور سفیان سے اس طرح منقول ہے کہ هم الذين بايعوا بيعة الرضوان۔ یعنی ابن سیرین تو یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت "السابقون الاولون من المهاجرين والانصار" کے مصداق وہ لوگ ہیں جنھوں نے بیت المقدس اور مکہ معظمہ دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے اور سفیان کہتے ہیں کہ وہ ہیں جنھوں نے بیعت رضوان کی تھی۔ یہ مغرب کے چیدہ اور منتخب علماء میں سے تھے۔ ان کا نام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم نمری قرطبی ہے۔ جمعہ کے روز ماہ ربیع الاول ۳۶۸ھ میں جس وقت امام خطبہ دے رہا تھا، پیدا ہوئے۔ اگرچہ خطیب بغدادی ان کے معاصر ہیں۔ مگر ان کا علم حدیث کو طلب کرنا خطیب کی پیدائش سے پہلے تھا۔ خلف بن القاسم۔ عبدالوارث بن سفیان۔ ابوسعید نصر عبداللہ بن محمد بن عبدالمومن اور ان کے ہمعصروں سے علم کو حاصل کیا۔ دور دراز شہروں کے رہنے والے علماء نے بھی ان کو اجازت نامے لکھے۔ چنانچہ حافظ عبدالغنی منذری صاحب ترغیب و ترہیب نے مصر سے اور ابوالقاسم عبداللہ بن السقطی نے مکہ معظمہ سے۔

حافظ ابن عبدالبر حفظ و اتقان میں اپنے زمانہ کے سردار تھے۔ فقہ حدیث میں ان کی تالیف کتاب التمہید نادر روزگار اور زبردست و روشن ضمیر مجتہدوں کے لئے سرمایہ بصیرت ہے۔ ان کی تصانیف میں سے یہی ایک کتاب مذہب مالکی میں کافی ہے جس کی پندرہ جلدیں ہیں۔ بلاد مغرب میں بہت پھرے مگر اکثر قیام اندلس میں رہتا تھا۔ بعض مورخین نے یہ لکھا ہے کہ اندلس سے باہر نہیں گئے۔ سوائے ان سنتر عالموں کے جو اس زمانہ میں یکتا تھے اور کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ان کے

سوا کسی اور سے علم حاصل کیا۔ اس کے باوجود ان کا علم خطیب بیہقی اور ابن حزم سے کسی طرح کم تر نہیں ہے۔ بلکہ بعض چیزیں ان کے پاس ایسی تھیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں۔ صدق، دیانت حسن اعتقاد اور اتباع سنت جو ان کو حاصل تھا، علماء میں سے بہت کم کو نصیب ہوتا ہے۔ انکی عوالی اسناد سے سنن ابی داؤد ہے جسکو وہ عبداللہ بن محمد بن عبدالمومن سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن داسہ سے اور وہ اس کے مصنف ابو داؤد سے۔ ابتدائی عمر میں اصحاب ظواہر میں سے تھے پھر مالکی ہوئے۔ اسکے باوجود فقہ شافعی کی طرف بھی میلان تھا۔ انکی کتاب الاستذکار موطا، کی بہترین شروح میں سے ہے اور موطا، کی تنسیق ابواب میں استادی دکھلائی ہے۔ یہ کتاب نہایت ضخیم ہے اگر بخط جلی تحریر کیجائے تو تیس جلدیں ہوتی ہیں۔ اگر بخط خفی لکھا جائے تو پندرہ جلدیں ہوتی ہیں۔

ایک کتاب علم ادب و روایت کی فضیلت میں بھی لکھی ہے جو بہت نافع ہے کتاب الدرر فی اختصار المغازی والسیر۔ کتاب العقل والعقلاء و ما جاء فی اوصافہم۔ کتاب جمہرۃ الانساب اور کتاب بہجۃ المجالس بھی انہی کی ہیں اور ان کے علاوہ دیگر تصانیف بھی ہیں۔ ماہ ربیع الآخر سنہ ۴۶۳ھ میں بمقام شاطبہ ان کا انتقال ہوا خطیب بغدادی کی وفات بھی اسی سال ہوئی۔ شعر و سخن کی طرف بھی میلان تھا۔ ان کے تصنیف کردہ چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:۔

تذکرت من یبکی علیّ مداوما　　　فلم ار الا العلم بالدین والخبر

میں نے ان چیزوں کو یاد کیا جو مجھپر ہمیشہ بکا کرتی رہیں　　　تو میں علم دین اور حدیث کے سوا کسی اور چیز کو نہ پایا

علوم کتاب اللہ والسنن التی　　　انت عن رسول اللہ مع صحۃ الاثر

یعنی اللہ کی کتاب اور ان حدیثوں کے علوم جو صحت نقل کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کر ہم تک پہنچی ہیں

وعلم الاولی من ناقدیہ وفہمنا　　　لما اختلفوا فی العلم بالرأی والنظر

اور علم ان لوگوں کا جو اسکے پرکھنے والے ہیں　　　اور ہماری سمجھ اس علم میں جسمیں انھوں نے اپنی رائے اور نظر سے اختلاف کیا

اور یہ بھی کہتے ہیں:۔

مقالۃ ذی نصح وذات فوائد　　　اذا من ذوی الالباب کان استماعہا

نصیحت والی اور فائدہ مند گفتگو (مانو)　　　جبکہ عقلمندوں سے اس کو سنا ہو

علیکم باثار النبی فانہ　　　من افضل اعمال الرشاد اتباعہا

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنے لئے لازم کر لو کیونکہ آپکی اتباع رشد کے اعمال میں سب سے افضل ہے

مغرب کے شہروں میں مشہور شہر اشبیلہ ہے جب یوسف وہاں تشریف لیگئے اور وہاں کے لوگوں میں

وہ خاطر و مدارات اور حسن سلوک جو مناسب تھا نہ دیکھا تو یہ چند اشعار کہے :۔

تنکر من کنا نسر بقربہ ۔۔۔ وصار زعاقا بعد ما کان سلسلا

جنکا قرب ہمارے خیال میں باعث مسرت سمجھا جاتا تھا وہ اجنبی ہو گئے اور خوشگوار شیریں پانی ہونیکے بعد وہ گدلا اور کھاری ہو گئے

وحق لجار لم یوافقہ جارہ ۔۔۔ ولا لا یمتہ الدار ان یتحولا

(اگر) کسی ہمسایہ کا پڑوسی اس کی موافقت نکرے ۔۔۔ اور نہ گھر اس کا موافق ہو تو اسکے لئے وہاں سے کوچ کرنا مناسب ہے،

بلیت بحمص والمقام ببلدۃ ۔۔۔ طویلا لعمری مخلق یورث البلی

میں حمص اور اس شہر میں اتنی لمبی مدت کے قیام میں مبتلا ہوا۔ جو میری عمر کو پرانا کرنیوالی اور مجھ میں کہنگی پیدا کرنیوالی ہے

اذا ھان حر عند قوم اتاھم ۔۔۔ ولم ینأ عنھم کان اعمی واجھلا

جب کوئی شریف کسی قوم کے پاس آکر ذلیل ہوا ۔۔۔ اور پھر اُن سے دور نہ ہوا تو وہ اندھا اور جاہل ہے

ولم تضرب الامثال الا لعالم ۔۔۔ وما عوتب الانسان الا لیعقلا

کہاوت اور مثالیں جاننے والے کے لئے ہی بیان کیجاتی ہیں ۔۔۔ اور انسان کو سزا اسی لئے دیجاتی ہے کہ اسکو عقل آئے

تاریخ بغداد

یہ خطیب بغدادی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے جزو ثانی کے شروع میں بغداد کی تعریف اور اس شہرِ مبارک بنیاد کی بزرگی اور نیز ساکنانِ شہر کے جو محاسنِ اخلاق منقول تھے ان سب کو لکھا ہے اسکے بعد بغداد کے دو دریاؤں دجلہ اور فرات کا ذکر کیا ہے۔ امام بخاری کا پورا حال بھی اس میں مرقوم ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب کے تذکرہ تک پہنچکر کتاب کا تقریباً چوتھائی حصہ ختم ہوتا ہے۔ اس تاریخ کے اول میں جو سند ذکر کی گئی وہ یہ ہے :۔

قال الحافظ ابوبکر اخبرنا عبد العزیز بن ابی الحسن القرمیسینی قال سمعت عمر بن احمد بن عثمان یقول سمعت ابا بکر النیسابوری یقول سمعت یونس بن عبد الاعلی یقول قال لی الشافعی یا یونس دخلت بغداد (امام شافعی نے کہا اے یونس آپ کبھی) بغداد گئے ہیں) قال قلت لا قال ما رأیت الدنیا۔ (انہوں نے جواب دیا کہ نہیں (پھر) امام شافعی نے کہا کہ تم نے دنیا کو نہیں دیکھا)

قال الخطیب وانشدنا (القاضی ابوالقاسم علی بن المحسن) التنوخی قال انشدنا ابوسعد محمد بن علی بن محمد بن خلف الھمدانی لنفسہ۔

فدىً لكِ يا بغداد كل قبيلة — من الارض حتى خطتى و دياريا
اے بغداد تجھ پر زمین کا ہر قبیلہ نثار ہو — یہاں تک کہ میرا خطہ اور میرے دیار (بھی)

فقد طفت فی شرق البلاد و غربها — و سیّرت خلی بینها و رکابیا
میں مشرق اور مغرب کے شہروں میں پھرا ہوں — اور اپنے کجاوے اور سواریوں کو انہیں چلایا ہے

فلم أر فیها مثل بغداد منزلا — ولم أر فیها مثل دجلة وادیا
میں نے تو بغداد کی مانند کوئی جگہ نہیں دیکھی — نہ دجلہ کی مثل کوئی میدان دیکھا

ولا مثل اهلیها ارقّ شمائلاً — واعذب الفاظاً واحلی معانیا
اور نہ مثل اس کے باشندوں کے نرم خوئی شیرینی گفتار اور حلاوت معنی میں کسی کو پایا

وکم قائل لو کان ودک صادقاً — لبغداد لم ترحل فکان جوابیا
بہت سے کہنے والے کہتے ہیں اگر تیری محبت بغداد کے ساتھ سچی ہوتی تو وہاں سے علیحدہ نہ ہوتا میرا جواب انکے لئے یہ ہے

یقیم الرجال الاغنیاء بارضهم — وترمی النوی بالمقترین المرامیا
مالدار آدمی اپنے وطنوں میں اقامت کرتے ہیں — اور مفلسوں کو ہلاکت پہاڑوں اور میدانوں میں پھینکدیتی ہے

خطیب کی کنیت ابو بکر ہے۔ نام و نسب یہ ہے احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی چوبیس [۲۴] ذی قعدہ ۳۹۲ھ کو جمعرات کے روز پیدا ہوئے انکے والد کو بھی علم حدیث سے مناسبت تھی۔ اسی وجہ سے اس شریف فن کے طلب کرنے میں ان کو تحریض و رغبت دلاتے تھے۔ ابھی گیارہ سال کے تھے کہ طلب علم اور سماع شروع کیا۔ اس کے بعد بصرہ۔ کوفہ۔ نیشاپور۔ اصفہان۔ دینور۔ ہمدان۔ رَی اور حجاز شریف کا سفر اختیار کیا۔

حافظ ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء۔ ابو سعید مالینی۔ ابو الحسن بن بشران اور انکے علاوہ دوسرے علماء سے علم کا استفادہ کیا۔

ابن ماکولا جو مشہور محدث ہیں ان ہی کے شاگرد ہیں۔ محمد بن مرزوق زعفرانی اور اس فن کے دوسرے بزرگ ان ہی کی ترغیب سے سرسبز ہوئے۔ مکہ معظمہ میں صحیح بخاری کو بیبی کریمہ (بنت احمد المروزیہ) سے جو بخاری کے مشہور راویوں میں سے ہیں صرف پانچ یوم میں ختم کیا۔ علی بن ابی عبد الرحمٰن اسماعیل بن احمد الضریر الحیری نیشاپوری کی خدمت میں رہ کر تین مجلس میں صحیح بخاری کو ختم کیا اور کشمیہنی سے بھی بخاری کا سماع کیا ہے۔ مغرب کے وقت سے بخاری کا پڑھنا شروع کرتے تھے اور نماز فجر تک بس کرتے تھے۔ دو رات اسی طرح پر کیا۔ تیسرے دن چاشت کیوقت

سے مغرب تک اور مغرب کیوقت سے صبح تک بخاری کو پڑھکر ختم کیا۔ ذہبی نے بیان کیا ہو کہ دماغ کی یہ قوت اور قرأت میں یہ مہارت نادرات میں سے ہے۔ سفروں سے فراغت پانیکے بعد بغداد میں مقیم رہے۔ اور مرتے وقت تک روایت حدیث اور تصنیف و تالیف میں اپنے وقت کو مشغول رکھا۔ ان کی تصنیف کردہ کتابیں کچھ اوپر ساٹھ ہیں جنمیں سے چند کے نام یہ ہیں۔ جامع[1]۔ تاریخ بغداد۔ کفایت[2]۔ شرف اصحاب الحدیث۔ السابق واللاحق۔ المتفق والمفترق۔ المؤتلف[3]۔ تلخیص المشابہ۔ کتاب الرواۃ عن مالک۔ غنیۃ المقتبس فی المتلبس تمییز المتصل الاسانید۔ روایۃ الابناء عن الآباء۔ ان کے علاوہ اور بہت سی مفید تصانیف ہیں جو محدثین کے لئے سرمایہ معلومات کا کام دیتی ہیں۔ حافظ ابو طاہر سلفی نے انکی تصانیف کے بارے میں لکھا ہے:۔

تصانیف ابن ثابت الخطیب ألذ من الجنی الغض الرطیب

ابن ثابت خطیب کی تصنیفات میوہ تر و تازہ سے زیادہ لذیذ ہیں

یراھا اذ رواھا من حواھا ریاضا للفتی الیقظ اللبیب

جب ان کو جمع کرنے والا انکی روایت کریگا تو انکو عقلمند بیدار رجوانکے لئے مثل باغ کے پائے گا

ویاخذ حسن ما قد ضاع منھا بقلب الحافظ الفطن الاریب

اور جو خوشبو ان تصنیفات سے مہکی ہو۔ اس کا حسن، حافظ سمجھدار دانشمند کے دل کو گرویدہ کرلے گا

فایۃ راحۃ ونعیم عیش یوازی عیشھا بل ای طیب

پس کونسی راحت اور کونسی زندگی کی نعمت بلکہ کونسی خوشبو انکی برابری کا دم بھر سکتی ہو۔

سفر حج میں ہر روز ترتیل و تجوید و قرأت سے ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے جسکو تمام لوگ لفظ بلفظ سنتے تھے۔ سفر کی تھکان کے باوجود ان کا یہ ورد ناغہ نہ ہوتا۔ حق تعالیٰ نے ثروت ظاہری بھی بہت عنایت فرمائی تھی۔ اس علم شریف کے طلبہ پر صدقات و خیرات کیا کرتے تھے۔ حج کے موقع پر جب چاہ زمزم پر گئے تو چونکہ اسوقت کی دعا مستجاب ہوتی ہے، تین مرتبہ اس مبارک پانی سے سیراب ہوکر خدا تعالیٰ سے تین چیزوں کی دعا مانگی۔ اول یہ کہ تاریخ بغداد ایسی مقبول ہو کہ لوگ اسکی روایت کریں۔ دوسرے یہ کہ میں جامع منصور میں جو بغداد کی بہترین جگہ ہو تعلیم حدیث اور اسکے املاء میں مشغول رہوں۔ تیسرے یہ کہ میری قبر بشر حافی رض کے متصل ہو۔ سو الحمدللہ انکی یہ دعا مقبول ہوئی اور تینوں حاجتیں پوری ہوئیں۔ بغداد میں انکو اس قدر عروج ہوا

[1] جامع لآداب الراوی والسامع۔ کشف الظنون [2] الکفایۃ فی آداب الروایۃ [3] المؤتلف والمختلف۔

کہ بادشاہ وقت کا یہ حکم ہوگیا تھا کہ کوئی واعظ، کوئی خطیب اور کوئی عالم کسی حدیث کو اس وقت تک نہ ذکر کریں جب تک اس کو خطیب پر پیش کر کے اجازت نہ حاصل کرلیں۔ ایک دفعہ بعض یہودیوں نے جو خیبر میں رہتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں وہاں سے اٹھکر ملک شام کے اطراف وجوانب میں منتشر ہو گئے تھے۔ خلیفہ کے روبرو جناب رسالتمآب م کا ایک خط پیش کیا جو حضرت علی رض کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ رسول کریم کی مہر اس پر ثبت تھی۔ اور کئی ایک صحابہ کی شہادت بھی اسپر درج تھی۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ یہود (اہل خیبر) کے فلاں فلاں قبیلہ سے ہمنے جزیہ کو معاف اور ساقط کردیا۔ خلیفہ نے اس خط کو خطیب کے پاس بھیجا۔ خطیب نے غور کے بعد کہا کہ یہ بالکل مکر اور جعل سازی ہے اس لئے کہ اس میں معاویہ اور سعد بن معاذ کی گواہی بھی ثبت ہے۔ حالانکہ جس وقت خیبر فتح ہوا ہے معاویہ اسوقت تک نہ مسلمان ہوئے تھے اور نہ شرف صحبت ان کو حاصل ہوا تھا۔ اور سعد بن معاذ کے غزوہ خندق میں تیر کا زخم لگا اور غزوہ قریظہ کے متصل زمانہ میں اُن کا انتقال ہوگیا یعنی وہ بھی فتح خیبر کیوقت زندہ نہ تھے۔

خطیب جسوقت بیمار ہوئے تو بادشاہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ میرا کوئی وارث نہیں ہے میرے مرنیکے بعد میرا مال بیت المال کو پہنچتا ہے اگر بادشاہ کی اجازت ہو تو میں بطور خود اُسکو راہ خدا میں صرف کردوں۔ اس پر خلیفہ نے فرمایا کہ بہت مبارک ہے۔ آپ نے اپنی تمام کتابوں کو وقف کردیا۔ اور ہر قسم کے مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں صرف کردیا۔ شات ذی الحجہ ۴۶۳ھ میں انتقال ہوگیا۔

شیخ ابو اسحٰق شیرازی رح نے جو شوافع کے مشہور مشائخ میں سے نیز علم ظاہر و باطن کے جامع ہیں ان کے جنازے کو کاندھے پر اٹھایا۔ وفات کے بعد بغداد کے صالحین میں سے کسی نے انکو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ انا فی رَوحٍ وریحانٍ وجنۃ نعیم (میں راحت و آرام اور نعمتوں کی جنت میں ہوں)

نیز اس زمانہ کے بزرگوں میں سے کسی نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک دن یہ خواب دیکھا کہ گویا بغداد میں ہم خطیب کیخدمت میں حاضر ہیں اور حسب عادت تاریخ بغداد کو ان کے روبرو پڑھنا چاہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ انکے دائیں جانب شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی تشریف رکھتے ہیں اور بائیں طرف ایک اور باہیبت و جلال بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں جنکے جمال سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں تو کہا گیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس تاریخ کو سننے کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔ یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا شرف ہے جو خطیب رح کو حاصل ہوا۔ خطیب کو

شعر واشعار سے بھی الفت تھی۔ چنانچہ ان کے چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ **قطعہ:-**

ان کنت تبغی الرشاد مَحضًا   لِامر دنیاک والمعاد
اگر تم اپنے دنیا و آخرت کے کام میں خالص ہدایت چاہتے ہو۔

فخالف النفس فی ہواہا   اِنّ الهوی جامع الفساد
تو نفس امارہ کی خواہشات کے خلاف کرو   اس لئے کہ خواہش نفس ہر قسم کی برائی اپنے اندر رکھتی ہے

ولہٗ

الشمس تشبهه والبدر یحکیه   والدر یضحك والمرجان من فیه
میرا ممدوح ایسا جلیل القدر شخص ہے کہ آفتاب اس سے مشابہ ہو کر اور چاند اسکی نقل کرکے خوبصورت بنتا ہے اور دانتوں کی صفائی کی وجہ سے گویا وہ موتی اور مرجان

ومن سری وظلام اللیل معتکر   فوجهه عن ضیاء البدر یغنیه
اور جو رات کو ایسے وقت سفر کرے کہ تاریکی تہ بتہ ہو گئی ہو۔ تو میرے ممدوح کا چہرہ اس کو چاند کی روشنی سے بے پرواہ کر دیتا ہے

دیگر

تَغَیَّب الخلق عن عینی سوی قمر   حسبی من الخلق طرًّا ذلك القمرُ
میری نظر سے ساری مخلوق اوجھل ہو گئی ہے سوائے ایک ایسے چاند کے   جو مجھے تمام مخلوق کے عوض کافی ہے

محله فی فؤادی قد تملکه ۔   وجار روحی ومالی عنه مصطبرُ
اس کی جگہ میرے دل میں ہے اور وہ اس کا مالک بن بیٹھا ہے،   وہ میری روح کا پڑوسی ہے اسلئے کہ مجھے بغیر اسکے چین نہیں آتا

فالشمس اقرب منه فی تناولها   وغایة الحظّ منها للوری النظرُ
پس آفتاب کا ملنا بہ نسبت اسکے آسان ہے   اور اسکو صرف دیکھ لینا مخلوق کیلئے سب سے بڑی خوش نصیبی ہے

وددت تقبیله یومًا مخالسة   فصار من خاطری فی خده اثرُ
ایک روز میں نے غفلت میں اس کا بوسہ لینا چاہا   تو میرے صرف ارادے سے اسکے نازک رخسار میں دھبہ پڑ گیا۔

وکم حکیم رآه ظنه ملکًا   وردّد الفکر فیه انه بشرُ
بہت سے عقلاء کو انکے گمان نے دھوکہ میں ڈالا کہ وہ فرشتہ ہے   مگر فکر و تامل نے تلاش سے معلوم کر لیا کہ وہ بشر ہی ہے

دیگر

لا تغبطنّ اخا الدنیا لزخرفها   ولا للذة وقت عجلت فرحًا
دنیا دار کی رنگ رلیوں پر فریفتہ نہ ہو   نہ اس لذت پر رشک کرو جو فوری خوشی دیتی ہے

فالدھر اسرع شیئ فی تقلبہ — وفعلہ بیّن للخلق قد وضحا

کہ زمانہ اپنے انقلاب میں سب چیزوں سے زیادہ تیز ہے — اور اس کا فعل خلق پر واضح اور ظاہر ہو گیا ہے

٦٩ کم شارب عللا فیہ منیتہ — وکم تقلد سیفا من بہ ذبحا

کتنے پینے والے ہیں کہ اسی پینے میں انکی موت مقدر ہے — اور کتنے تلوار لٹکانیوالے ہیں کہ اسی تلوار سے وہ ذبح ہوئے

امالی محاملی

یہ ایک مختصر کتاب ہے جو تقریبًا سولہ اجزاء پر مشتمل ہے۔ اسکے اوّل میں یہ حدیث ہے:-

حدثنا السری ثنا محمد یعنی ابن جعفر ثنا شعبۃ عن الحکم عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ صلی الظھر خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم قال شعبۃ وسمعت حمادا وسلیمان یحدثان ان ابراھیم کان لا یدری ثلاثا صلی او خمسا۔

حضرت عبد اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے نماز ظہر کی پانچ رکعتیں ادا فرمائیں اسکے بعد سلام پھیرا اور دو سجدے کئے شعبہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حماد اور سلیمان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابراہیم کو یاد نہیں رہا کہ آنجناب نے تین رکعتیں ادا فرمائی تھیں یا پانچ رکعتیں۔

محاملی بغداد کے محدثین اور اس مبارک بنیاد شہر کے مشائخ میں سے ہیں۔ انکی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ نام حسین بن اسمعیل بن محمد ظبی بغدادی ہے۔ چونکہ ساٹھ سال تک کوفہ کے قاضی رہ چکے ہیں اسوجہ سے ان کو قاضی حسین بھی کہتے ہیں۔ آپ ۲۳۵ھ کی ابتدا میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۴۴ھ میں طالب علمی کی ابتدا ہوئی۔ ابو حذافہ سہمی سے، جو صاحب نسخہ موطا اور امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، اس علم کو حاصل کیا۔ عمر بن علی فلاس۔ احمد بن المقدام۔ یعقوب بن ابراہیم دورقی۔ محمد بن مثنی عنزی۔ زبیر بن بکار اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے روایت کرتے ہیں۔ دارقطنی۔ ابن جمیع۔ دعلج اور دیگر عمدہ محدثین خود ان سے روایت کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ کے اصحاب میں سے تقریبًا ستر علم حدیث میں انکے شیخ تھے۔ آنکی مجلس املاء میں دس ہزار کے قریب آدمی حاضر رہتے تھے۔ آخر عمر میں قضاء کے عہدے سے مستعفی ہو گئے تھے۔ جب تک عہدہ قضاء پر مامور رہے ایسے محمود الخلائق رہے کہ کسی شخص کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ یعنی کوئی اعتراض واتہام اُن پر نہ لگا سکا۔ کوفہ میں اپنے مکان کو مجمع اہل علم بنا رکھا تھا۔ ہر روز اس علم شریف کے شغل کے لئے ان کے گھر میں لوگ جمع

ہوکر فائدہ حاصل کرتے تھے۔ محمد بن الحسین نے، جو اس عہد کے بزرگ شخص ہیں، یہ بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے حق تعالیٰ اہل بغداد پر سے بطفیل وببرکت محاملی بلا کو دفع کرتا ہے۔ دوسری ربیع الثانی سنہ ۳۳۲ھ کو درسِ حدیث سے فارغ ہوکر معمول کے مطابق اٹھے تو کوئی مرض پیش آیا۔ اور پندرہ دن کے بعد انتقال ہوگیا۔

فوائد ابُوبکر شافِعی

چونکہ شیخ ابوطالب محمد بن محمد بن ابراہیم بن غیلان اس کتاب کو روایت کرتے ہیں اس وجہ سے ان کی طرف نسبت کرکے ان فوائد کو غیلانیات بھی کہتے ہیں۔ یہ کُل گیارہ جزو ہیں۔ دارقطنی نے انکی رباعیات کو جدا کرکے ایک مستقل رسالہ لکھدیا ہے جو اکثر متداول ہے۔ اور تحصیل اجازت وسماع کے وقت اس کو پڑھاتے ہیں۔ رُباعیات کی پہلی حدیث یہ ہے :۔

قال الحافظ ابوبکر الشافعی ثنا محمد بن الفرج الازرق واحمد بن عبد اللہ الرشی قال ثنا محمد بن کناسۃ قال ثنا اسمٰعیل بن ابی خالد قال قلت لابی جحیفۃ ھل رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وکان الحسن بن علی یشبھہ

اسمٰعیل بن ابی خالد فرماتے ہیں کہ میں نے ابوجحیفہ سے یہ دریافت کیا کہ آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ انھوں نے فرمایا ہاں اور کہا حسن بن علی آپ کے بہت مشابہ ہیں۔

حدثنا موسی بن اسمٰعیل ابو عمران قال ثنا اسمٰعیل بن علیۃ قال اخبرنا حنظلۃ السدوسی عن انس بن مالک قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلقی صدیقہ او اخاہ فیحنی لہٗ قال لا قال فیلزمہ ویقبلہ قال لا قال فیصافحہ ویأخُذ بیدہ قال نعم۔

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ جب کوئی شخص اپنے دوست یا بھائی سے ملاقات کرے تو اسکے لئے جھک جائے آپنے فرمایا نہیں اسنے عرض کیا کہ اسکو لپٹ جائے اور بوسہ دے آپنے فرمایا نہیں اسنے کہا کہ اسکا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے آپنے فرمایا ہاں۔

آپکا نام ونسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن عَبدویہ۔ آپ عراق کے محدثین میں سے ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے سنہ ۲۶۰ھ میں بمقام شہر جبل متصل واسط پیدا ہوئے۔ سنہ ۲۷۶ھ میں طالب علمی شروع کی۔ چونکہ کپڑا فروخت کرتے تھے اس لئے انکو بزاز کہتے تھے موسیٰ بن سہل الوشاء

سے جو اسمٰعیل بن علیہ کے آخر اصحاب میں سے ہیں اور محمد ابن سداد سے جو یحییٰ قطان کے آخر اصحاب میں سے ہیں، اس فن کی تکمیل کی۔ ابو بکر ابن ابی الدنیا۔ ابو قلابہ رقاشی اور دوسرے بڑے بڑے محدثین کی شاگردی کا فخر بھی ان کو حاصل ہے۔ اس علم کی طلب میں جزیرہ مصر اور دور دراز شہروں کا سفر کیا۔ دارقطنی۔ عمر ابن شاہین۔ ابن المحاملی۔ ابوطالب ابن غیلان۔ ابن بشران۔ ابوعلی ابن شاذان اور اس فن کے دوسرے امام خود انکے شاگرد ہیں۔ دارقطنی و خطیب نے ان کی تعریف و توصیف کی ہے۔ ۳۵۴ھ میں انتقال ہوا۔

چہل حدیث

جس کو عربی میں اربعون کہتے ہیں۔ محمد بن اسلم طوسی کی تالیف کردہ ہے اس کے شروع میں یہ حدیث ہے :-

ثنا عبد اللہ بن یزید قال حدثنا عبد الرحمٰن بن زیاد عن عبد اللہ بن یزید عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا قال یا رسول اللہ مَن المسلم قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قال فمن المؤمن قال من امنہ الناس علی انفسھم واموالھم قال فمن المھاجر قال من ھجر السیئات قال فمن المجاھد قال من جاھد نفسہ للہ عزّ وجلّ۔

ابن عمر رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مسلمان کامل کون ہے۔ آپ نے فرمایا جسکے ہاتھ اور زبان سے لوگ امن میں رہیں۔ پھر پوچھا کہ مومن کون ہے فرمایا جس سے لوگوں کو اپنے مال و جان کا خوف و خطر نہ ہو۔ پھر سوال کیا مہاجر کون ہے فرمایا جسنے گناہوں کو چھوڑ دیا ہو۔ پھر عرض کیا مجاہد کون ہے فرمایا جسنے اپنے نفس پر جہاد کیا یعنی اسکو خدا کی عبادت میں لگایا۔ لذات دنیوی سے بچایا۔

ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور نام ونسب یہ ہے۔ محمد بن اسلم بن سالم کندی۔ ابو ولا کیطرف نسبت ہے۔ شہر طوس کے رہنے والے ہیں۔ یزید بن ہارون۔ جعفر بن عون اور یعلی بن عبید سے جو خراسان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں علم حدیث کو حاصل کیا۔ ان کے سب سے بڑے شیخ نضر بن شمیل ہیں۔ ابن خزیمہ اور ابو بکر بن ابی داؤد ان کے شاگرد ہیں۔ فاضل ترین علماء و کامل ترین اولیاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اپنے وقت کے ابدال تھے۔ محمد بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے انکی زیارت کی ہے پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے نمونہ تھے۔ ایک دن کسی نے اسحاق بن راہویہ سے اس حدیث علیکم بالسواد الاعظم کا مصداق دریافت کیا تو کہا کہ اس زمانہ میں یہ محمد بن اسلم اور ان کے متبعین ہیں۔ میں پچاس سال سے انکی دیکھ بھال کر رہا ہوں۔ ان سے کبھی کوئی حرکت خلاف سنت صادر نہیں ہوئی وفات کے بعد دس لاکھ آدمیوں نے انکی نماز جنازہ پڑھی۔ لوگ ان کو امام احمد بن حنبل سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ ماہ محرم ۲۴۲ھ میں رحلت فرمائی۔

چہل حدیث استاذ ابوالقاسم قشیری

قال الاستاذ ابوالقاسم عبدالکریم القشیری فی باب طلب العلم حدثنا السید ابوالحسن محمد بن الحسن قال ثنا ابوبکر محمد بن علی بن ایوب ثنا محمد بن یزید السلمی ثنا حفص بن عبدالرحمٰن ثنا محمد بن عبدالملک عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله تعالی عنها انها سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله اوحی انه من سلک مسلکا فی طلب العلم سلکت به طریق الجنة ومن سلبت کریمتیه اثبته علیهما الجنة وفضل فی علم خیر من فضل فی عبادة وملاک الدین الورع

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ کو اختیار کرے گا میں اس کے بدلہ میں اس کو جنت کے راستہ پر چلاؤں گا اور جس شخص کی کریمتین یعنی آنکھوں کو میں نے چھین لیا تو میں اس کو ان دونوں کے بدلہ میں جنت دوں گا اور علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے۔ اور دین کا لب لباب پرہیزگاری ہے۔

ابوالقاسم کی مشہور ترین تصنیفات یہ ہیں۔ رسالہ قشیریہ۔ ایک طویل تفسیر۔ جو بہترین تفاسیر میں شمار ہوتی ہے۔ نحو القلوب۔ کتاب لطائف الاشارات۔ کتاب الجواہر۔ کتاب احکام السماع۔ کتاب آداب الصوفیہ۔ کتاب عیون الاجوبہ فی فنون الاسئلہ۔ کتاب المناجات۔ کتاب المنتہی فی نکت اولی النہی۔ ابوالقاسم ایسے مشہور و معروف شخص ہیں کہ تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں ان کا نام و نسب یہ ہے۔ عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد القشیری النیشاپوری۔ زہد و تصوف میں اپنے زمانہ کے سردار تھے۔ جب والد کا انتقال ہوا تو ان کی بہت تھوڑی عمر تھی۔ لڑکپن

میں ابو القاسم یمانی کی (جو علم ادب اور عربیت میں مشہور تھے) صحبت میں رہکر علم ادب اور عربیت کو حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ ابو علی دقاق کی مجلس میں حاضر ہونے لگے اور خدا کی طلب کا شوق پیدا ہوا شیخ مذکور نے فرمایا کہ اول علوم دینیہ سے اپنے سینہ کو پُر کرو۔ ارشاد کے موافق ابو بکر طوسی کی مجلس درس میں حاضر ہونے لگے۔ یہاں تک کہ علم فقہ سے فارغ ہوئے۔ پھر ابو بکر بن فورک کی (جو مشہور اصولی اور متکلم ہیں) مجلس درس میں آنا جانا شروع کیا۔ چنانچہ ان دونوں فنون کی تکمیل کرکے ابو اسحاق اسفرائنی کی مجلس میں داخل ہوئے۔ ان سے (قاضی) ابو بکر باقلانی کی تصانیف پڑھیں۔ جب یہ تمام مرحلے طے ہو گئے تو شیخ ابو علی دقاق نے اپنی دختر فاطمہ کا نکاح ان سے کرکے اپنی صحبت میں رکھا۔ ابو علی کے انتقال کے بعد شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی کی صحبت میں رہ کر ان سے ظاہر و باطن کا فیض حاصل کیا۔ احوال عالیہ۔ مجاہدات۔ تربیت مریدین اور عبارت شیریں سے تذکیر اور نصیحت کرنا غرض ان سب نعمتوں سے جو ذکر کی گئی ہیں مالا مال ہو کر اپنے وقت کے بے نظیر امام ہوئے۔

خدا تعالیٰ نے سوارکاری اور سلاحداری میں بھی عجیب ملکہ عنایت فرمایا تھا۔ اس وجہ سے اس صنعت کے بھی امام شمار ہوتے تھے۔ چیدہ چیدہ محدثین مثلاً ابو الحسین بن بشران۔ ابو نعیم اسفرائنی۔ ابو الحسین خفاف۔ علی بن احمد اہوازی سے حدیث کا سماع کیا۔ تفسیر۔ حدیث۔ کلام۔ اصول فقہ۔ نحو۔ اور شعر و کتابت میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ ابو بکر خطیب محدث بغداد بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے عبد المنعم اور ان کے پوتے ابو الاسعد ہبۃ الرحمٰن انکے شاگرد رشید تھے۔ ١٦ ربیع الثانی ٤٦٥ھ کو یکشنبہ کے روز بوقت صبح اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ انکے حالات میں بطریق تواتر یہ منقول ہے کہ جو نوافل صحت کے حالت میں ادا کیا کرتے تھے وہ مرض الموت میں بھی فوت نہیں ہوئے۔ تمام نمازیں کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ابو تراب مراغی نے خواب میں دیکھا تو اُن کے سوال پر یہ فرمایا کہ میں عجب عیش اور راحت میں ہوں شعر و سخن سے بھی رغبت تھی۔ کتب تصوف میں انکے یہ دو شعر مذکور اور مشہور ہیں:۔

سقی اللہ وقتا کنت اخلو بوجھکم　　وثغر الھوی فی روضۃ الانس ضاحک

اللہ تعالیٰ اسوقت کو سیراب فرمائے جب میں تمھارے ساتھ تنہائی میں رہتا تھا اور محبت کے دانت مؤانست کے باغ میں بیٹھے کھلکھلاتے

اقمنا زمانا والعیون قریرۃ　　واصبحت یوما والجفون سوافک

ایک زمانہ تک اس حالت میں ہم مقیم رہے کہ (ایک دوسرے کو دیکھکر) ہماری آنکھیں ٹھنڈی تھیں۔ اور آج وہ وقت ہے کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

؎ تاریخ ولادت :- ربیع الاول ٣٧٦ھ

یہ قطعہ بھی انہیں کا ہے:۔

البدر من وجهك مخلوق ۔۔۔ والسحر من طرفك مسروق
چاند تیرے ہی چہرے سے پیدا کیا گیا ہے ۔۔۔ اور جادو تیری ہی نگاہ سے چرایا گیا ہے
یا سیدی ایتمنی حبه ۔۔۔ عبدك من صدك مرزوق
اے وہ سردار جس کی محبت نے سرگشتہ کردیا تیرا غلام تیرے اعراض سے محفوظ ہے۔

چہل حدیث ابوبکر آجری

اس میں گیارھویں حدیث میں بیان کرتے ہیں:۔

اخبرنا خلف بن عمرو العكبري قال حدثنا محمد بن طلحة التيمي حدثنا عبد الرحمن بن سالم بن عبد الرحمن بن ساعدة عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله اختارني واختار لي اصحابا فجعل لي منهم وزراء وانصارا واصهارا فمن سبهم فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيمة صرفا ولا عدلا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو برگزیدہ کیا اور میرے لیے میرے اصحاب کو (بھی) منتخب کردیا۔ انہیں سے بعض کو میرا وزیر بنایا اور بعض کو مددگار اور بعض کو داماد۔ بس جو شخص ان کو برا کہے اور ان پر سب دشتم کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن ایسے شخص کی اللہ تعالےٰ نہ کوئی نفل قبول فرمائیں گے اور نہ فرض۔

اُن کی کنیت ابوبکر اور نام محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی ہے۔ آپ کتاب الشریعۃ فی السنۃ اور اس چہل حدیث کے مصنف ہیں۔ انکے علاوہ اور بھی تصنیفات ہیں۔ ابو مسلم کجی خلف بن (عمرو) عکبری جعفر (بن محمد) فریابی اور اس طبقہ کے دوسرے ائمہ کے شاگرد ہیں۔ حافظ ابونعیم۔ ابوالحسین بن بشران اور ابوالحسن حمامی ان کے شاگرد ہیں۔ آخر عمر میں مکہ معظمہ میں رہنے لگے تھے۔ حجاج اور مغاربہ کو ان سے بہت فیض نصیب ہوا۔ آپ عالم باعمل اور متبع سنت تھے۔ ماہ محرم ۳۶۰ھ میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔

نزہۃ الحفاظ

یہ کتاب ابوموسیٰ مدینی کی تصنیف ہے انکی اس سند میں جسکو مسلسل احمدین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ چھ آدمی احمد نامی متصل بایک دیگر آگئے ہیں یہ حدیث ہے:-

اخبرنا ابو رجاء احمد بن محمد الکسائی قال حدثنا ابو العباس احمد بن محمد بن ابراہیم الوزانی ثنا ابوبکر احمد بن موسیٰ قال ثنا احمد بن اسحٰق قال ثنا احمد بن الحسین الانصاری قال ثنا احمد بن سنان الرملی قال حدثنا عبد الرحمٰن بن معز ثنا مُجالد سمعت الشَّعْبِی یقول العلم اکثر من عدد القطر فخذ من کل شیٔ اَحْسنه ثم قرأ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ قال ابن سنان ھٰذا رخصة من الانتخاب۔

مجالد کہتے ہیں کہ میں نے شعبی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علم (بارش اور پانی کے) قطروں سے زیادہ ہے۔ پس ہر چیز میں سے احسن (بہتر) کو اختیار کرو۔ پھر انھوں نے یہ آیۃ پڑھی۔ فبشر عباد الذین الخ۔ آیۃ کا ترجمہ یہ ہے:-

تو خوشخبری سُنادے میرے بندوں کو جو بات سنتے ہیں۔ پھر اس پر چلتے ہیں، جو اس میں نیک ہے۔

ابوموسیٰ کا نام اور نسب یہ ہے۔ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسٰی احمد بن عمر بن محمد المدینی۔ اصل میں اصفہان کے رہنے والے ہیں۔ ان بلند پایہ منتخب محدثین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے فن حدیث میں بہت سی نافع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ دو ذی قعدہ ۵۰۱ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ چونکہ ابوسعید محمد بن محمد مطرزی کی مجلس حدیث میں آپ کے والد آپ کو تبرکاً لیجاتے تھے۔ بوجہ سے تیسرے ہی سال ابوسعید سے ان کو سماع حاصل ہوا۔ جب ہوشیار ہوئے اور سن رشد و تمیز کو پہنچے تو ابوعلی حداد۔ حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی اور حافظ ابوالقاسم اسمعیل بن محمد بن الفضل التیمی سے علم حدیث حاصل کیا گویا آپ حقیقت میں ابوالقاسم کے ہی شاگرد ہیں۔ اور آپ کو اس فن کے عمدہ فوائد ان ہی سے حاصل ہوئے ہیں۔ حافظ یحییٰ بن عبدالوہاب بن مندہ سے بھی بغداد و ہمدان میں رہکر اس علم کا استفادہ کیا۔ نہایت متبحر عالم تھے۔ علل حدیث کے پہچاننے اور اس کے ابواب و رجال و رواۃ کی معرفۃ میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اپنے زمانہ کے یگانہ تھے۔ اس فن میں حافظ عبدالغنی

مقدسی۔ حافظ عبدالقادر رُہاوی۔ حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی اور دوسرے عمدہ محدثین آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی ان تصنیفات میں سے جو متقدمین کی تصانیف پر سبقت لے گئیں چند نفع بخش کتابیں یہ ہیں۔ کتاب تتمیم معرفۃ الصحابہ۔ یہ کتاب گویا کتاب ابو نعیم کا ذیل (تتمہ) ہے کتاب الطوالات۔ گو یہ کتاب بھی عجیب ہے اور متقدمین میں سے اس کے مانند کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ مگر اس کتاب میں موضوعات اور واہیات بہت درج ہیں۔ بغیر تمیز کے اسپر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ کتاب تتمۃ الغریبین۔ اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو لغات عرب پر بجید عبور حاصل تھا۔ اور اس سے ان کے کمال کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ کتاب اللطائف۔ کتاب عوال التابعین۔

قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ کتاب علوم الحدیث للحاکم کو بوقت مقابلہ نسخہ ایک دفعہ ہی اپنی یاد سے پڑھتے چلے گئے۔ استغنا اور تعفف یعنی سوال سے گریز اور دنیا داروں سے استغنا اسقدر تھا کہ کسی سے نذر و نیاز کو بھی قبول نہیں کرتے تھے۔ تھوڑا سا مال تھا اس سے تجارت کرتے اور اسی کے نفع سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دولتمند نے بہت سا مال دیکر یہ کہا کہ میں نے آپ کو اس مال پر اپنا وصی بنایا ہے میرے مرنیکے بعد جو اس کے مستحق ہیں ان پر صرف فرمائیں۔ تو یہ جواب دیا کہ میں تو اسکو قبول نہیں کرتا۔ البتہ تم کو ایک ایسا شخص بتاتا ہوں جو اسکام کو مجھسے احسن طور پر انجام دے سکتا ہے۔ آپ نہایت متواضع تھے جب کسی جگہ تشریف لیجاتے تو کسی کو اپنے ہمراہ نہ رکھتے تھے۔ حافظ عبدالقادر رُہاوی فرماتے ہیں کہ میں ڈیڑھ سال تک دو وقتہ برابر اُن کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔ مگر اس مدت میں کوئی بات خلاف شریعت یا خلافِ مروّت ان سے سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔ ۹ جمادی الاولیٰ ۵۸۱ھ میں انتقال ہوگیا۔ اسی روز یہ اتفاق پیش آیا کہ ہنوز ان کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے جو کثرت سے بارش شروع ہو گئی۔ گرمیوں کا موسم تھا اور اصفہان میں ان دنوں پانی کی بہت کمی تھی۔

اُس زمانہ کے صالحین میں سے ایک نے یہ بیان کیا ہے کہ اسی روز میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے ایک معبّر سے اسکی تعبیر دریافت کی تو اُسنے کہا کہ تیرا خواب سچا ہے مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے کسی ایسے کامل کی رحلت ہوگی جو اپنے وقت کا بیمثل ہے۔ کیونکہ ایسا ہی خواب امام شافعیؒ۔ سفیان ثوریؒ اور احمد بن حنبلؒ کے انتقال کے وقت دیکھا گیا تھا۔ خواب دیکھنے والا کہتا ہے کہ ابھی شام نہ ہونے پائی تھی کہ گلی کوچوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حافظ ابو موسیٰ کا انتقال ہو گیا۔

حِصن حصین

یہ کتاب نیز دو مختصر کتب عدۃ اور جنۃ، شمس الدین محمد جزری کی تصنیف ہیں۔ چونکہ یہ کتاب بہت مشہور ہے۔ اس لئے یہاں اسکے کسی فقرہ کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ان بزرگ کی نوادر تصنیفات میں سے ایک اور کتاب عقود اللآلی فی الاحادیث المسلسلۃ والعوالی۔ ہماری نظر سے گزری ہے اُس کا دیباچہ اس طرح ہے :-

الحمد لله المعين لنقل الكتاب والسنة واشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ ذو الفضل والمنة واشهد ان محمداً عبدهٗ ورسوله الهادى الى طريق الجنة۔ والمرسل الى الناس والجِنة صلى الله عليه وسلم وعلى اله وصحبه صلوٰة تكون من النار نعم الجنة وسلم وشرف وكرم وبعد فهٰذه لاحاديث مسلسلات صحاحٌ وحسان و عوال صحيحة عشارية عالية الشان لا يوجد فى الدنيا اعلىٰ منها ولا يحسن لمؤمن الاعراض فيها اذ قرب الاسناد وعلوه قرب من الله تعالىٰ ورسوله صلى الله عليه وسلم ثم انى جمعتها بالتصال الصحبة ولبس خرقة التصوف العالية الرتبة ولقبتها برسم سلطان الاسلام رئيس ملوك الانام معلى كلمة الايمان معين الملة والشريعة والدين شاه رخ بهادر نصر الله به الاسلام على مر الزمان الحديث الاول اخبرنا الشيخ الصالح الرحلة المحدث الثقة ابو الثناء محمود بن خليفة بن محمد بن خلف المنبجى قراءةً

ہر قسم کی حمد و ستائش اس خدا کے لئے ہے جو کتاب و سنت کے نقل کرنے میں میرا مددگار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں جو یکتا و یگانہ ہے اور بڑا فضل و احسان کرنیوالا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور اسکے رسول ہیں جو جنت کے رستہ پر لیجانیوالے اور آدمیوں و جنات سب کیطرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ آپ پر اور آپ کی اولاد اور آپکے اصحاب پر خدا کی ایسی رحمت نازل ہو جو نار جہنم کے مقابلہ میں ڈھال کا کام دے۔ اور ہمیشہ آپ پر (اور آپکے اتباع پر) سلامتی اور شرف و کرم کا نزول ہوتا رہے بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ مسلسل صحیح حسن، باعتبار اسناد کے درست، عشاری[1] اور رفیع الشان احادیث کا ذخیرہ ہے کہ دنیا میں ان سے اعلیٰ نہیں۔ کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ اسکے سننے اور یاد کرنے میں تساہل کرے اسلئے کہ سند کا قریب اور عالی ہونا گویا اللہ اور اسکے رسول سے قریب ہونا ہے۔ پھر میں نے تصوف کا بلند مرتبہ خرقہ پہنکر تلاوت قرآن مجید کا اتصال آنحضرت

[1] اس سند کو کہتے ہیں جسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک کل دس واسطے ہوں۔

منی علیه یوم الاحد العاشر من صفر سنة سبع وستین وسبعمائة بدمشق المحروسة وهو اوّل حدیث سمعتہ قال انا شیخ الشیوخ العارفین شهاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بن عبد الله البکری السهروردی وهو اوّل حدیث سمعتہ منه، قال اخبرنا الشیخة الصالحة ست الدار شهدة بنت احمد الکاتبة وهو اوّل حدیث سمعتہ منها قالت اخبرنا زاهر بن طاهر الشحامی وهو اوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا ابو صالح احمد بن عبد الملك المؤذن وهو اول حدیث سمعته منه بسنده الی عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال الراحمون یرحمهم الرحمٰن تبارك وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء هٰذا حدیث حسن اخرجه ابو داؤد فی سننه والترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تک کرکے ان حدیثوں کو جمع کیا۔ میں نے اپنی اس کتاب کو اس بادشاہ اسلام کے نام کے ساتھ معنوَن کیا جو دنیا کے بادشاہوں کا سردار، کلمہ ایمان کا بلند کرنیوالا اور شریعت وملت کا محافظ اور دین کا حامی ہے یعنی شاہرخ بہادر۔ خدا تعالیٰ اسکے ذریعہ عرصہ دراز تک اسلام کی مدد فرمائے یہ پہلی[1] مسلسل بالاولیۃ حدیث جو شیخ محمود بن خلیفہ منجی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ بنت احمد الکاتبہ۔ تاہر بن طاہر شحامی۔ ابوصالح بن عبد الملک مؤذن وغیرہم کے وسایط سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضؓ تک پہنچتی ہے۔ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر خدا تعالیٰ بھی رحم فرماتا ہے۔ تم زمین پر بسنے والوں پر رحم کرو۔ آسمان والا تمپر رحم فرمائے گا۔ یہ حدیث حسن ہے جسکی تخریج ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور ترمذی نے اپنی جامع میں کی ہے اور ترمذی نے تصریح کی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

صاحبِ حصنِ حصین کی کنیت ابو الخیر اور لقب قاضی القضاۃ ہے۔ اور نام ونسب یہ ہے شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر۔ اصل میں دمشق کے رہنے والے ہیں۔ پھر شیراز میں سکونت اختیار کی۔ ابن الجزری سے مشہور ہیں۔ ملک دیار بکر میں موصل کے قریب جو جزیرہ ابن عمر واقع ہے اسکی طرف نسبت ہے۔ یہ دریائے شور کا ایک جزیرہ ہے جو دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہے۔ انکے والد تاجر تھے۔ مدت دراز تک اولاد نہ ہوئی۔ جب خانہ کعبہ میں پہنچے اور آبِ زمزم پیکر اولاد کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بزرگوار فرزند عنایت فرمایا۔ ۲۵ ماہ رمضان المبارک ۷۵۱ھ کو شنبہ کی رات نماز تراویح کے بعد بمقام دمشق پیدا ہوئے اور اسی شہر میں نشو ونما پائی۔

[1] مسلسل بالاولیۃ اسوجہ سے اس حدیث کو کہتے ہیں کہ سب سے پہلے محدثین نے اپنے شیخ سے اسی حدیث کو سنا ہے۔

حافظ عماد الدین بن کثیر سے فقہ وحدیث کو حاصل کیا۔ لیکن فن حدیث سے کامل طور پر سیراب نہ ہوئے تھے۔ علم قرأت وتجوید کی طلب بھی بیحد غالب تھی۔ چنانچہ ابن ابی لیلہ۔ صلاح بن ابی عمر بن کثیر اوران کے علاوہ ایک بڑی جماعت سے ان دونوں علوم کو حاصل کیا۔ اور عز الدین بن جماعہ اور محمد بن اسماعیل نجار سے بھی اجازت حاصل ہی۔ قاہرہ (جو مصر کا دار السلطنت ہی) اسکندریہ اور بلاد مغرب میں گشت کرکے علم قرأت کی تکمیل اور اسمیں مہارت کلی پیدا کی۔ پھر مصر میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جسکا نام دار القرآن رکھا۔ اس کے بعد بلاد روم میں تشریف لے گئے اور اس وسیع اور کشادہ ملک میں علم قرأت وحدیث کی اشاعت کی۔ اور مخلوق کو نفع عظیم پہنچایا۔ تمام ممالک اسلام میں خصوصیت کے ساتھ علم قرأت کے امام تسلیم کرلئے گئے۔ خوبصورت۔ خوش پوشاک تیز زبان۔ اور فصیح و بلیغ آدمی تھے۔ ملک روم میں آپ کو امام اعظم کا لقب دیا گیا تھا۔ بارہا طواف سے مشرف ہوئے اور آخر شیراز میں رہ پڑے۔ قرأت قرآن۔ اسماع حدیث اور عبادت انھیں تینوں شغلوں سے ان کے اوقات معمور تھے۔ آپ کے اوقات میں برکت بھی محسوس ہوتی تھی۔ باوجودیکہ طالبانِ حدیث وتجوید کا ہجوم رہتا تھا مگر اوراد وعبادت میں بھی مشغول رہتے تھے۔ مزید برآں تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ ہر روز اسقدر تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ جس قدر ایک عمدہ زود نویس کاتب لکھ سکتا ہے۔ سفر اور حضر میں قائم اللیل اور شب بیدار رہتے تھے۔ دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ بھی کبھی فوت نہیں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ہر ماہ میں تین روزے برابر رکھتے تھے۔

ان کی جسقدر تصنیفات وتالیفات ہیں وہ سب مفید اور نافع ہیں۔ جو کتابیں مشہور ہیں وہ یہ ہیں۔ النشر فی القرأة العشر بہت شہرت رکھتی ہے اور اس کا مختصر تقریب النشر بھی مشہور ہے۔ منظومہ نشر جو طیبة النشر کے نام سے مشہور ہی، یہ بھی قرا میں متداول اور مروج ہے۔

غیر مشہور کتابیں یہ ہیں:۔ آدلة الواضحہ فی تفسیر سورة الفاتحہ۔ الجمال فی اسماء الرجال بدایة الہدایة فی علوم الحدیث والروایہ۔ توضیح المصابیح، یہ مصابیح کی شرح ہے۔ اور بڑی بڑی تین جلدوں میں ہے، خوب لکھی گئی ہے۔ المسند فیما یتعلق بمسند احمد۔ التعریف بالمولد الشریف اور اس کا مختصر عرف التعریف۔ اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب۔ الجوہرة العلیہ فی علوم العربیہ۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصنیفات ہیں۔ چنانچہ علامہ ابو القاسم عمر بن فہد نے اپنے والد حافظ تقی الدین بن فہد کے معجم شیوخ میں ان بزرگ کی انتالیس تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ ۸۲۳ھ میں جمعہ کے دن ان کا انتقال ہوا۔ انکی ایک نظم بھی ہے قصیدۂ نبویہ کے یہ دو بیت

مجھے یاد ہیں :-

الا ای سود الوجہ الخطایا — وبیضت السنون سواد شعری

خبردار رہو کہ میرے چہرہ کو میری خطاؤں نے سیاہ کر دیا — اور میری بالوں کی سیاہی کو سنین عمر نے سفید کر دیا

فما بعد التقی الا المصلے — وما بعد المصلے غیر قبری

تقوے کے بعد مصلے کے سوا کچھ نہیں — اور مصلے کے بعد میری قبر کے سوا اور کچھ نہیں

حدیث رحمت کو جسکو مسلسل باولیۃ بھی کہتے ہیں۔ ان دو شعروں میں نظم کیا ہے :-

تجنب الظلم عن کل الخلائق فی — کل الامور فیا ویل الذی ظلما

تمام کاموں میں تمام مخلوق سے ظلم کو دور رکھ — افسوس ہے اس شخص پر جس نے ظلم کیا

وارحم بقلبک خلق اللہ کلھم — فانما یرحم الرحمن من رحما

تمام مخلوقِ خدا پر دل سے رحم کر — خداتعالے اسی پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کھاتا ہے

ایک روز ان کی مجلس میں جب شمائل ترمذی کا ختم ہوا اور شاگرد اسکے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دو لطیف شعر نظم فرمائے :-

اخلای ان شط الحبیب وربعہ — وعز تلاقیہ وناءت منازلہ

اے میرے دوستو اگر حبیب اور اس کا مکان دور ہو گیا ہے — اس سے ملاقات کرنا دشوار ہو گیا اور اسکی منزلیں بعید ہو گئی ہیں

فان فاتکم ان تبصروہ بعینہ — فما فاتکم بالسمع ھذی شمائلہ

اگر تم سے اس کا دیکھنا فوت ہو گیا ہے — تو اسکی خبروں کا سننا تو فوت نہیں ہوا۔ یہ ہیں اسکی پاک عادتیں

مکہ معظمہ کے شوق میں یہ قطعہ تصنیف فرمایا :-

اخلای ان رمتم زیارۃ مکۃ — ووافیتم من بعد حج بعمرۃ

اے میرے دوستو اگر تم زیارت مکہ کا قصد کرو — اور حج کے بعد عمرہ پالو

فعوجوا علی جعرانۃ واسئلن لی — واوفوا بعھد لا تکونن کالتی°

تو (واپسی پر) جعرانہ پر ٹھیر جاؤ میرے لئے سوال کرو — اور عہدوں کو پورا کرو۔ اس عورت کی طرح مت بنو (جو سوت کات کر توڑ ڈالتی ہے)

مدینہ منورہ کے اشتیاق میں یہ قطعہ نظم کیا ہے :-

مدینۃ خیر الخلق تجلو لناظری — فلا تعذلونی ان قتلت بھا عشقا

بہترین مخلوق کا مدینہ میرے سامنے ہے — اب اگر میں اسکے عشق میں قتل کیا جاؤں تو تم مجھکو ملامت نہ کرو

° اس آیت کیطرف تلمیح ہے ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا (سورہ نحل)

وقد قيل في زرق العيون شامة   وعندي ان اليمن في عينها الزرقا

کہا گیا ہے کہ نیلی آنکھ میں نحوست ہے   میرے نزدیک تو اسکے عین[1] الزرقا میں سراسر برکت ہے

کتاب الجمع بین الصحیحین للحمیدی

اس میں بخاری و مسلم کی حدیثوں کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے۔ مرتبہ ثالث میں جو سب سے نیچے کا مرتبہ ہے مسند انس بن مالک ہے۔ راقم الحروف کی نظر وہاں تک نہیں پہنچی۔ دیباچہ میں ایک طویل خطبہ لکھا ہے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ اور نام و نسب یہ ہے۔ محمد بن ابی نصر فتوح بن عبداللہ بن حُمیدؔ ازدی حُمَیدی اندلسی۔ ان کو موجودہ وطن کیطرف نسبت کرتے ہوئے میورقی کہتے ہیں اور مذہب ظاہر کی طرف نسبت کرکے ظاہری بھی کہتے ہیں۔ اندلس۔ مصر۔ شام عراق اور حرم شریف میں رہکر حدیث کی سماعت کی۔ آخر عمر میں بغداد میں رہنے لگے تھے۔ علامہ ابن حزم ظاہری کے شاگرد رشید تھے۔ ابو عبداللہ قُراعی۔ ابو عمر یوسف بن عبدالبر۔ ابوبکر خطیب اور دوسرے محدثین سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان کی پیدائش قرن خامس کے عشر اولیٰ میں ہوئی[2]۔ مکہ معظمہ میں کریمہ مروزیہ سے جو بخاری کی راوی ہیں ملاقات کی۔ ایک روز ابوبکر بن میمون انکے حجرے کے دروازہ پر آئے اور کواڑوں کو کھٹ کھٹایا۔ تاکہ اندر داخل ہونیکی اجازت ملے۔ حمیدی کسی سبب سے غافل تھے۔ ان کو کوئی جواب نہ دے سکے۔ ابوبکر بن میمون یہ سمجھکر کہ جب مجھ کو ممانعت نہیں فرمائی تو داخل ہونیکی اجازت ہے۔ اندر تشریف لیگئے۔ حمیدی کی ران کھلی ہوئی تھی۔ حمیدی پر یہ بات بہت ہی گراں گزری اور دیر تک یہ کہتے ہوئے روتے رہے کہ جب سے مجھ کو تمیز و شعور حاصل ہوا ہے ابتک کسی نے میری ران برہنہ نہیں دیکھی۔ امیر ابن ماکولا جو مشہور محدثین میں سے ہیں حمیدی کے یار دوستوں میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ نزہت و پاکیزگی عفت و پرہیزگاری اور شغلہ علمی میں میں نے حمیدی کے برابر کسی کو نہیں دیکھا۔ علل حدیث کی معرفت اور اصول کے موافق تحقیق معانی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے علم عربیت و ادب۔ قرآن مجید کی

[1] عین الازرق یا عین الزرقا، مدینہ میں ایک چشمہ کا نام ہے۔

[2] سنہ ۴۲۰ھ سے قبل پیدا ہوئے۔ (ابن خلکان)

ترکیب اور لطائفِ بلاغت بیان کرنے میں بھی حق تعالیٰ نے ان کو کامل دستگاہ عطا فرمائی تھی
اس کتاب کے علاوہ ان کی اور تصنیفات بھی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

تاریخ اندلس۔ یہ مشہور کتاب ہے اور اس کا پورا نام جَذْوَۃُ المقتبس فی تاریخ علماء اندلس ہے۔ جمل تاریخ اسلام۔ کتاب الذہب المسبوک فی وعظ الملوک۔ کتاب مخاطبات الاصدقاء فی المکاتبات واللقاء۔ کتاب حفظ الجار۔ کتاب ذم النمیمہ۔ شعر و سخن سے بھی مشغلہ تھا لیکن سب کچھ وعظ و نصیحت کے رنگ میں۔ بہت سے لوگوں نے گھر و مجلس میں ان کا امتحان لیا لیکن انکی زبان پر دنیا کا ذکر کبھی نہیں آیا۔ ۱۷ ذی الحجہ ۴۸۸ھ میں حمیدی کی وفات ہوئی۔ ابو بکر شاشی نے جو مشہور شافعی فقیہہ ہیں، اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ شیخ ابواسحاق شیرازی کی قبر کے نزدیک ان کو دفن کیا گیا۔ وفات سے قبل کئی بار مظفر کو (جو بغداد کا رئیس الروساء تھا اور یہ عہدہ اس وقت اعلیٰ عہدوں میں سمجھا جاتا تھا کیونکہ یہ عہدہ دار تمام شہر کا افسر ہوتا تھا) یہ وصیت کی تھی کہ مجھکو بشر حافی کے پاس دفن کرنا۔ اس نے کسی وقتی مانع کے سبب سے انکی وصیت کے خلاف عمل کیا تو یہ خواب لسنے دیکھا کہ حمیدی مجھ سے اس امر کا گلہ اور شکایت کرتے ہیں۔ ناچار ماہ صفر ۴۹۱ھ میں اس جگہ سے منتقل کرکے بشر حافی کے قریب دفن کیا۔ یہ حمیدی کی کرامت ہے کہ ان کا کفن تازہ اور بدن بالکل صحیح و سالم تھا (گلا سڑا نہ تھا)، اور بہت دور تک اس کی خوشبو مہک رہی تھی۔ یہ قطعہ ان کی مشہور نظموں میں سے ہے۔ اور در حقیقت بہت نافع و مفید ہے۔

لِقَاءُ النَّاسِ لَیسَ یُفِیدُ شَیْئًا — سِوَی الْهَذَیَانِ مِن قِیلٍ و قَالٍ
لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی — سوائے بکواس اور نری گفت و شنید کے
فَاَقْلِلْ مِن لِقَاءِ النَّاسِ اِلَّا — لِاَخْذِ الْعِلْمِ اَوْ اِصْلَاحِ حَالٍ
پس لوگوں کی ملاقات کو کم کر — مگر تحصیل علم کے لئے یا اصلاحِ حال کیخاطر

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں:۔

کِتَابُ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلِی — وَمَا صَحَّتْ بِهِ الْآثَارُ دِینِی
اللہ عزوجل کی کتاب میرا قول ہے — اور احادیث صحیحہ میرا دین ہیں
وَمَا اتَّفَقَ الْجَمِیعُ عَلَیهِ بَدْءًا — وَعَوْدًا فَهُوَ عَنْ حَقٍّ مُبِینٍ
اور جس چیز پر سب نے اتفاق کر لیا خواہ پہلے ہی — یا بعد میں پس وہی کھلا ہوا حق ہے

فدع ما صدّ عن هذا وخذ ها　　تكن منها على عين اليقين

پس تو انسے باز رکھنے والی چیز کو خیرباد کہدے　　اور ان احادیث کو اپنالے تو انکے ذریعہ عین الیقین تک پہنچیگا

ان کے اس قطعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فروعات میں بھی ظاہری تھے۔ چنانچہ ان کے سیرت نگاروں نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ وہ اپنی ظاہریت کا فی الجملہ اخفا کرتے تھے نفح الطیب مصنفہ شیخ شہاب الدین المقری میں مذکور ہے کہ مندرجہ ذیل کتابیں انکی تصنیف کردہ ہیں:۔ کتاب من ادعی الامان من اہل الایمان۔ کتاب تسہیل السبیل الی علم الترسیل۔ کتاب الامانی الصادقہ یہ چند بیت بھی ان کے نقل کرتے ہیں:۔

الناس نبت وارباب القلوب لهم　　روض واهل الحديث الماء والزهر

لوگ مثل گھاس کے ہیں وراہل دل انکے لئے　　باغ اور اہل حدیث پانی اور پھول

فمن كان قول رسول الله حاكمه　　فلا شهود له الا الالى ذكروا

پس جس پر رسول اللہ کے قول کی حکومت ہو　　اس کے گواہ یہی لوگ ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا

وَلهُ ايضًا

ان الفقيه حديث يستضاء به　　عند الحجاج والا كان فى الظلم

البتہ فقیہ ایسی حدیث ہے کہ اس سے روشنی حاصل کیجاتی ہے　　جھگڑے اور نزاع کیوقت ورنہ تاریکیوں میں رہے

ان تاه ذو مذهب فى قفر مشكله　　لاح الحديث له فى الوقت كالعلم

اگر کوئی اہل مذہب اپنی مشکل کے بیابان میں حیران ہوتا ہے　　تو حدیث اسیوقت اسکے لئے نشان کی طرح ظاہر ہوجاتی ہے

وَلهُ ايضًا

من لم يكن للعلم عند فنائه　　ارج فان بقاءه كفنائه

جس شخص کی موت کے وقت اس میں علم کی مہک نہو　　تو اس کی زندگی اسکی موت کے مرادف ہے

للعلم يحيى المرء طول حياته　　فاذا انقضا احياه حسن ثنائه

علم ہی انسان کو تمام عمر زندہ رکھتا ہے　　جب وہ مرجاتا ہے تو اپنے ذکر خیر کے ذریعہ زندہ رہتا ہے

وَلهُ ايضًا

الفت النوى حتى انست بوحشتها　　وصرت بها لا فى الصبابة مولعا

میں جدائی کا دلدادہ اور اسکی وحشت سے مانوس ہوگیا　　اور میں عشق میں وحشت کیوجہ سے حریص ہوگیا

فلو احص کم رافقته من مرافق ... ولم احص کم خیمت فی الارض موضعا

اب مجھے نہ یہ احساس شمار کہ کتنے رفیقوں کے ساتھ میں نے رفاقت کی ... نہ اس کا دھیان کہ کتنے مقامات پر زمین میں خیمے لگائے

ومن بعد جوب الارض شرقًا ومغربًا ... فلا بد لی من ان اوافی مصرعا

لہٰذا شرقًا وغربًا زمین طے کرنیکے بعد ... میرے لئے ضروری ہے کہ میں کسی میدان کو پاؤں

الشہاب المواعظ والآداب للقضاعی

اس کتاب کا خطبہ یہ ہے :-

الحمد للہ القادر الفرد الحکیم الفاطر الصمد الکریم۔ باعث نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بجوامع الکلم وبدائع الحکم بشیرًا ونذیرًا۔ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الذی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ اما بعد فان فی الالفاظ النبویۃ والآداب الشرعیۃ جلاء لقلوب العارفین وشفاء لادواء الخائفین یصدرھا عن المؤید بالعصمۃ والمخصوص بالبیان والحکمۃ الذی یدعو الی الھدیٰ ویبصر من العمی ولا ینطق عن الھوی صلی اللہ علیہ وسلم افضل ما صلی علیٰ احد من عبادہٖ الذین اصطفیٰ۔

سب قسم کی تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو قدرت والا یکتا اور حکمت والا ہے جو پیدا کرنیوالا بے نیاز اور کریم ہے جسنے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات اور نادر حکمتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جو (مسلمانوں کو جنت کی) خوشخبری دینے والے اور (کافروں کو جہنم سے) ڈرانیوالے ہیں جو خدا کی طرف اسکے حکم سے بلانیوالے اور چراغ روشن کرنیوالے ہیں۔ ان پر اللہ کی رحمت کاملہ نازل ہو اور انکی اولاد پر (بھی)، جن سے پلیدی کو دور کرکے پاک وصاف کر دیا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد (یہ عرض ہے) کہ الفاظ نبویہ اور آداب شرعیہ میں خداشناس لوگوں کے دلوں کی روشنی اور اس سے ڈرنیوالوں کے امراض بیماریوں کی شفاء ہے کیونکہ انکا صدور اس ذات گرامی سے ہوا ہے جسکی عصمت کیلئے تائید کیگئی ہے اور وہ بیان حکمت کے ساتھ مخصوص ہے جو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اندھوں کو بینا کرتے ہیں جو اپنی خواہش سے اور اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی بہترین رحمت ہو جسکو وہ اپنے برگزیدہ بندوں پر نازل فرماتا ہے۔

اس کتاب کو باب دعا پر ختم کرکے یہ دعا نقل کرتے ہیں :-

اللّٰھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع وقلب لا یخشع ودعاء لا یُسمَع ونفس لا تشبع اعوذ بک من شر ھؤلآء الاربع۔ الیٰ اخر الباب وھو مشتمل علی تعوذات کثیرۃ نافعۃ ترجمہ :- اے اللہ مجھکو پناہ دے اس علم سے جو نافع نہ ہو اور ایسے قلب سے جسمیں خشوع نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کیجائے اور ایسے نفس سے

جو سیر نہ ہو۔ اے اللہ میں تجھ سے ان چاروں چیزوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ آخر باب تک یہ بلیغ دعا اور بہت سے تعوذات نافعہ پر مشتمل ہے۔

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور نام و نسب یہ ہے:۔ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی۔ لقب قاضی القضاۃ ہے۔ شافعی المذہب فقیہ تھے۔ بنی قضاعہ کیطرف نسبت کرکے انکو قضاعی بھی کہتے تھے۔ مصر کے قاضی تھے۔ ابو الحسن ابن جہضم۔ ابو مسلم محمد بن احمد کاتب اور ابو محمد بن النحاس سے سماع رکھتے ہیں۔ حمیدی صاحب الجمع بین الصحیحین ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن برکات السعدی اور ابو سعد عبد الجلیل الساوی بھی انکے شاگرد ہیں۔ ان کی تصنیفات میں اس مشہور کتاب الشہاب کے سوا ایک مختصر تاریخ بھی ہے جو تراجم القضاعی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب اگرچہ پانچ جزو کی ہے لیکن مبدأ خلق سے اپنے زمانہ تک کا حال اختصار کے ساتھ اس میں درج کیا گیا ہے۔ کتاب انباء الشافعی معجم شیوخ خود۔ اور کتاب دستور الحکم[۱] بھی ان کی ہی تصانیف ہیں۔ ابو بکر خطیب اور ابو نصر بن ماکولا بھی ان کے شاگرد ہیں۔ ماہ ذی الحجہ ۴۵۴ھ[۲] میں بمقام مصر انکا انتقال ہوا۔ خطیب ابو حاتم عمر بن محمد ذرج نے کتاب الشہاب کی مدح میں بہت اچھے شعر لکھے ہیں جنکو یہاں لکھا جاتا ہے:۔

شهب السماء خباؤها مستور — عنا اذا افلت تواری النور

آسمان کے ستاروں کا خیمہ (ہمیشہ) پوشیدہ ہے — وہ ڈوب جاتے ہیں تو ان کا نور چھپ جاتا ہے

فافزع هديت الى شهاب نوره — متالق ابد الدهر تبصير

خدا تجھ کو ہدایت دے اس شہاب کیطرف پناہ حاصل کر جس کا نور ہمیشہ چمکتا ہے اور جسکے لئے ضیاء ہے

يشفي جواهره القلوب من العمى — ولطالما انشرحت لهن صدور

اسکے جواہر دلوں کو امراضِ دلی سے شفا دیتے ہیں — اور بہت سی مرتبہ ان کے لئے شرح صدر ہو گیا

فاذا اتى فيه حديث محمد — خذ في الصلوة عليه يا نحرير

اس کتاب میں جب کوئی حدیث محمد آئے — تو اے دانشمند ان پر درود بھیجا کر

وترحمن على القضاعي الذى — جمع الشهاب فسعيه مشكور

اور اس قضاعی کے لئے رحمت طلب کر — جسنے شہاب کو جمع کیا اور اس کی سعی مشکور ہوئی

انھیں معنوں میں ایک دوسرے شاعر نے بھی چند اشعار نظم کئے ہیں۔ چنانچہ انکو بھی یہاں لکھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعر نے انہیں صدق و راستی کے موتیوں کو پرو دیا ہے۔

[۱] دستور معالم الحکم۔ [۲] ان کی وفات ۱۶ ذی قعدہ ۴۵۴ھ میں ہوئی "ابن خلکان"

كتاب على السبع الاقاليم نوره	هدى حِكَمٌ ماثورةٌ وبيان
یہ وہ کتاب ہے جس کا نور ساتوں ولایتوں پر چمکتا ہے	جو ہدایتوں، نقل شدہ حکمتوں اور بیان پر مشتمل ہے
تطلّع من افق النبي محمد	بالف حديث بعدها مائتان
جو جناب رسول اللہ کے افق سے طلوع ہوتی ہے	جس میں بارہ سو حدیثیں ہیں۔
اذا التاجُ في جو النبوة نوره	اشار بتصديق له الثقلان
جب میدانِ نبوت میں اس کا نور ظاہر ہوا	تو جن وانسان نے اس کی تصدیق کیلئے اشارہ کیا

صحیح ابن خُزیمہ

انکی کنیت ابوبکر اور نام ونسب محمد بن اسحاق بن خُزیمہ (السُّلَمِی النیساپوری) ہے[1] ہم یہیں یہ حدیث لاتے ہیں:

حدثنا عبدالوارث بن عبد الصمد بن	عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ انسے عبداللہ المزنی
عبد الوارث قال ثنا ابی قال حدثنا حسين	نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عن المعلم عبد الله بن بريدة ان عبدالله المزني	مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر آپ نے (اور لوگوں
حدثه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى	کو) فرمایا کہ تم (بھی) مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو۔ پھر
قبل المغرب ركعتين ثم قال صلوا قبل المغرب	آپ نے تیسری مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ جس کا دل چاہے
ركعتين ثم قال في الثالثة لمن شاء ان	پڑھے۔ اور یہ اس غرض سے فرمایا تھا کہ کہیں لوگ
يحسبها الناس سنة۔	اس کو سنّت نہ سمجھ لیں۔

کتاب المنتقی لابن الجارود

یہ کتاب گویا صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے۔ چونکہ اس میں اصول احادیث پر اکتفا کیا ہے۔ اس لئے اس کا نام منتقی رکھا۔

یہ کتاب ابو محمد عبداللہ بن علی بن الجارود کی تصنیف ہے[2]۔ منتقی کے آخر میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے:-

[1] ولادت ماہ صفر ۲۲۳ھ اور وفات ۲ ذی قعدہ ۳۱۱ھ۔ [2] آپ نے ۳۰۷ھ میں وفات پائی۔

اخبرنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكيم ان عبد الله بن نافع حدثهم قال ثنا هشام بن عروة عن يزيد بن اسلم عن ابيه عن معاوية لما قدم المدينة حاجا جاءه عبد الله بن عمر فقال له معاوية ما حاجتك يا ابا عبد الرحمن قال حاجتي عطاء المحررين فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جاءه شئ لم يبدء باول منهم۔

حضرت معاویہ جب سفر حج کرتے ہوئے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ انکے پاس آئے۔ معاویہ نے پوچھا کہ اے عبدالرحمٰن (یہ کنیت تھی عبداللہ بن عمر کی) کوئی حاجت ہو تو بیان کیجیے۔ انہوں نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ آزاد شدہ غلاموں کو عطا میں سے حصہ دیا جائے۔ کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب آپکے پاس کوئی چیز آتی تو آپ سب سے پہلے ان کو دیتے تھے۔

کتاب الادب المفرد للبخاری

یہ کتاب نو جزو پر مشتمل ہے اس کے آخر میں یہ حدیث ہے:۔

قال الامام الحجة ابو عبد الله البخاري في باب لا يكن بغضك تلفا حدثنا سعيد بن ابي مريم قال اخبرنا محمد بن جعفر قال ثنا زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر بن الخطاب قال لا يكن حبك كلفا ولا بغضك تلفا فقلت كيف ذلك قال اذا احببت كلفت كلف الصبي واذا ابغضت احببت لصاحبك التلف۔

امام ابوعبداللہ بخاری کہتے ہیں درباب لا یکن بغضک تلفا۔ زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب فرماتے ہیں تمہارا کسی کو دوست رکھنا کلف میں داخل ہو اور نہ بغض رکھنا تلف میں۔ میں نے کہا یہ کیونکر فرمایا اس طرح کہ جب کسی سے محبت کرے تو بچہ کی طرح فدا اور قربان ہو اور جب بغض ہو تو اس کی تباہی کا خواہش مند ہو۔

کتاب رفع الیدین للبخاری و کتاب الجمعۃ للنسائی۔ ان دونوں کتابوں کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

کتاب عمل الیوم واللیلۃ للنسائی

اس کتاب میں قل ہو اللہ احد کی فضیلت میں لکھا ہے:۔

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا ابو عوانۃ عن مهاجر ابی الحسن عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت اسیر مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمع رجلا یقرأ قل یا ایها الکافرون حتی ختمها فقال قد برئ هذا من الشرک ثم سرنا فسمع اٰخر یقرأ قل هو اللہ احد فقال اما هذا فقد غفر لہ۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی صحابی نے یہ فرمایا کہ میں ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ نے کسی شخص کو قل یا ایہا الکافرون پڑھتے ہوئے سنا جب اسنے اسکو ختم کرلیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص شرک سے بری ہوگیا۔ پھر آپ کے ہمراہ ہم آگے چلے اور آپ نے کسیکو قل ہو اللہ احد پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے گناہ معاف کردئے گئے۔

مسند حُمیدی

یہ وہ حمیدی نہیں ہیں جو الجمع بین الصحیحین کے مؤلف ہیں۔ بلکہ ان کے زمانہ سے بہت مقدم ہیں اس لئے کہ یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے فضیل بن عیاض اور مسلم بن خالد سے بھی علم حاصل کیا ہے۔ اس مسند کے شروع میں یہ حدیث ہے:۔

حدثنا سفیان ثنا محمد بن علی بن الربیع السلمی عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب عن جابر بن عبد اللہ قال قال لی یا جابر اما علمت ان اللہ تعالیٰ احیا اباک وقال لہ تمن قال اُحیٰی فاُقتل فی سبیل اللہ مرۃً اُخریٰ فقال جل وعلا انی قضیت انهم لا یرجعون۔

جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہؐ نے) مجھ سے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کرکے یہ فرمایا کہ اپنی آرزو کو ظاہر کرو تو انھوں نے یہ کہا کہ میں زندہ کیا جاؤں اور دوبارہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اسپر اللہ جل وعلی نے فرمایا کہ میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ مُردے دوبارہ (دنیا میں) نہ لوٹائے جائیں گے۔

ان کی کنیت ابوبکر اور نام عبد اللہ بن الزبیر ہے۔ قریشی، اسدی، حمیدی مکی ہیں اور کبارِ اصحابِ شافعی میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے امام شافعی رح کے حلقہ درس میں بیٹھنا چاہا تھا۔ لیکن ابن عبد الحکم اور دوسرے لوگوں نے ازراہِ تعصب ان کو روک دیا۔ بخاری۔ ذہلی اور ابوزرعہ ان کے شاگرد ہیں۔ ابو حاتم نے انکے بارے میں یہ کہا ہے۔ اثبت الناس فی سفیان بن عیینۃ الحمیدی۔ امام احمد بن حنبل رح یہ فرمایا کرتے تھے۔ الحمیدی عندنا امام حمیدی ہمارے نزدیک امام ہیں۔ ۲۱۹ھ میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔

معجم ابن جُمیع

ان کا نام ونسب یہ ہے۔ محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن یحییٰ بن جُمیع۔ ان کو صیداوی وغسانی بھی کہتے ہیں[1]۔ صاحبِ سفر تھے۔ بہت سے شہروں میں گشت کیا۔ ابوسعید ابن الاعرابی ابو العباس ابن عُقدہ۔ ابو عبد اللہ المحاملی اور اُس زمانہ کے دوسرے علماء سے سماع کیا ہے۔ ان کی کتاب معجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مکہ معظمہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ بغداد۔ مصر اور دمشق کے اکثر عالموں کی زیارت کی تھی۔ حافظ عبد الغنی بن سعید۔ تمام رازی صاحبِ فوائد۔ محمد بن علی صوری انکے بیٹے حسن بن جمیع اور دُوسرے بہت سے علماء ان کے شاگرد ہیں۔

۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ رجب ۴۰۲ھ میں انتقال ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر سے تا وفات یہی عادت رہی کہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور شب کو افطار۔ اور اس مدت میں کوئی روزہ فوت نہیں ہوا۔ ابوبکر خطیب اور اس فن کے دوسرے علماء نے انکی توثیق وتعدیل فرمائی ہے۔

خطیب نے انکی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ھو اسند من بقی بالشام یعنی ملک شام میں جو محدثین باقی ہیں یہ ان سب میں زیادہ اور قوی سند والے ہیں انکی معجم میں یہ حدیث ہے:۔

حدثنا محمد بن احمد بن محمد بن عیسٰی بن عمار العطار ببغداد قال حدثنا عبد اللہ بن محمد ثنا سفیان بن عیینۃ عن اسماعیل عن قیس بن ابی غرزۃ قال اتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا معشر التجار ان بیعکم یحضرہ الحلف والکذب فشوبوہ بالصدقۃ۔

قیس بن ابی غرزہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت تمھاری تجارت میں باربار قسم کھانیکی نوبت آتی ہے اور جھوٹ کا بھی شبہ ہوتا ہے تو اسمیں صدقہ کو ملا لو یعنی اسمیں سو خدا کی راہ میں کچھ نکالکر اسکی مکافات کر لیا کرو۔

[1] ان کی کنیت ابو الحسن ہے۔

معجم ابن قانع

ان کی کنیت ابو الحسین اور نام ونسب عبد الباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ وِلار کے اعتبار سے ان کو اُموی بھی کہتے ہیں۔ حارث بن ابی اسامہ، ابراہیم صاحب معجم حربی۔ محمد بن مسلمہ۔ اسماعیل بن الفضل البلخی۔ ابراھیم بن الہیثم بلدی اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے بکثرت سفر کئے اور بہت سی حدیثوں کو جمع کیا۔ دارقطنی۔ ابو علی بن شاذان۔ ابو القاسم بن بشران اور نیز دوسرے اشخاص ان سے روایت کرتے ہیں۔ برقانی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو یہ ضعیف ہیں مگر علماء بغداد انکی توثیق کرتے ہیں اور معتبر سمجھتے ہیں۔ دارقطنی فرماتے ہیں کہ گو ان سے کبھی کبھی بھول چوک ہو جاتی تھی، مگر حافظہ خوب تھا۔

خطیب بیان کرتے ہیں کہ آخر زندگی میں انکی عقل مختل ہو گئی تھی اور حافظہ میں بھی کچھ خرابی پیش آگئی تھی۔ ۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ شوال ۳۵۱ھ میں وفات پائی اپنی معجم میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:۔

حدثنا ابراھیم بن الھیثم البلدی قال حدثنا ابو صالح قال حدثنا معٰویۃ بن صالح عن عبد الرحمٰن بن جبیر عن ابیہ عن کعب بن عیاض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل امۃ فتنۃ وفتنۃ امتی المال

کعب بن عیاض سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک امت کے لئے ایک فتنہ ہے میری اُمت کے لئے مال کا فتنہ ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی

اس کتاب کے شروع میں یہ بیان کیا گیا ہے:۔

قال الامام الحافظ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ (الازدی) الطحاوی سألنی بعض

مجھ سے میرے بعض اہل علم دوستوں نے فرمائش کی کہ میں ان کے لئے ایک ایسی

اصحابنا من اهل العلم ان اضع لهم كتابا
اذكر فيه الآثار الماثورة عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم في الاحكام التي يتوهم اهل الالحاد
والضعفة من اهل الاسلام ان بعضها
ينقض بعضا لقلة علمهم بناسخها من
منسوخها وما يجب به العمل منها لما يشهد له
من الكتاب الناطق والسنة المجتمع عليها
واجعل لذلك ابوابا اذكر في كل باب منها
ما فيه من الناسخ والمنسوخ وتاويل العلماء
واحتجاج بعضهم على بعض واقامة الحجة
لمن صح عندي قوله منهم بما يصح به مثله
من كتاب او سنة او اجماع او تواتر من
اقاويل الصحابة او تابعيهم وانى نظرت
في ذلك وبحثت عنه بحثا شديدا
فاستخرجت منها ابوابا على النحو الذي سأل
وجعلت ذلك كتبا ذكرت في كل كتاب
منها جنسا من تلك الاجناس فاول ما ابتدأت
بذكره من ذلك ما روي عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم في الطهارة فمن ذلك
باب الماء يقع فيه النجاسة حدثنا محمد بن
خزيمة بن راشد البصري قال حدثنا
الحجاج بن المنهال قال اخبرنا حماد بن
سلمة عن محمد بن اسحاق عن عبيد الله بن
عبد الرحمن عن ابي سعيد الخدري
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان

کتاب تصنیف کروں جس میں وہ احادیث مذکور
ہوں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے احکام
کے بارے میں مروی ہیں اور جن کی نسبت
ملحدین اور بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا یہ
خیال ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے
ٹکراتی ہیں۔ ان کا یہ وہم محض اس وجہ سے ہے
کہ انکو ناسخ ومنسوخ اور ان واجب العمل
احکام کے متعلق بہت کم علم ہے، جن کی
بابت کتاب اللہ ناطق ہے اور متفق علیہ
سنت شاہد ہے۔ مجھ سے یہ بھی خواہش ظاہر
کیگئی کہ میں کتاب کو چند ابواب پر مرتب کروں
جنمیں ہر باب ان تمام ناسخ ومنسوخ روایتوں پر مشتمل
ہو جو اس باب سے تعلق رکھتی ہیں اور اس میں علما کی
تاویلات اور ہر ایک کے استدلالات دوسرے کے
مقابلہ میں بیان کئے جائیں اور انہیں سے جس
کسی کا قول میرے نزدیک صحیح ہو اس پر کتاب اللہ
سنت، اجماع امت اور صحابہ وتابعین کے متواتر
اقوال سے حجت پیش کروں۔ میں نے اس سلسلہ میں
کافی غور کیا اور بہت کچھ چھان بین کی تو انہیں
سے کچھ ابواب اسی نہج پر مرتب کئے جسکی مجھے
خواہش کی گئی تھی۔ پھر میں نے اس کتاب
کو چند کتابوں پر تقسیم کیا اور ہر کتاب میں ایک
ایک جنس لایا۔ ان میں سے سب سے پہلے
میں وہ روایات لایا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
سے طہارت کے بارے میں منقول ہیں سب سے پہلا باب جس

يتوضأ من بير بضاعة فقيل يا رسول الله | پانی کے بارے میں ہو جس میں کوئی نجاست گر جائے ابوسعید خدری سے
انه يلقى فيها الجيف والمحائض فقال | روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیر بضاعہ (جو مدینہ میں ایک
ان الماء لا ينجس۔ | کنواں ہے) کے پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے۔ آپ سے عرض

کیا گیا یا رسول اللہ! اس میں تو مُردہ جانور اور نجاست آلود کپڑے ڈالے جاتے ہیں (یعنی کیا ان چیزوں کے گرنے سے کنویں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا) تو آپ نے فرمایا کہ یہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

ف۔ نجس اشیاء کے گرنے کے باوجود بیر بضاعہ کے ناپاک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چشمہ دار تھا ایک طرف سے پانی آکر دوسری طرف نکل جاتا تھا۔ مترجم

ان کا پورا نام و نسب یہ ہے۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سَلَمہ بن عبدالملک اَزدِی حَجرِی مصری۔ طحا کیطرف نسبت ہے جو مصر (صعید) کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ ہارون بن سعید اَیلی۔ یونس بن عبدالاعلی۔ محمد بن عبداللہ ابن عبدالحکم اور بحر بن نصر اور ابن وہب کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت سے حدیث کا سماع رکھتے ہیں۔ احمد بن القاسم الخشّاب۔ ابن ابوبکر المقری، طبرانی۔ محمد بن ابی بکر بن مطروح اور دیگر محدثین خود انکے شاگرد ہیں اور ان سے روایت کرتے ہیں۔

سنہ ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ نہایت پرہیز گار۔ فقیہ اور دانشمند تھے۔ مصر میں ریاست حنفیہ کا سہرا ان ہی کے سر تھا۔ پہلے شافعی المذہب تھے اور مُزَنی کے (جو امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں) شاگرد تھے۔ ایک دن اثنائے درس میں مُزنیؒ نے ان کو کند ذہن ہونے کی عار دلائی اور کہا۔ خدا کی قسم تجھ سے کچھ نہیں ہو سکے گا۔ یہ کلمہ ان پر بہت گراں گزرا۔ چنانچہ مزنی کی صحبت ترک کرکے ابوجعفر احمد بن ابی عمران حنفی کے درس میں شریک ہو گئے اور تا وفات حنفی مذہب پر قائم رہے حصول علم میں بہت جدوجہد کی یہاں تک کہ فقہ میں مہارت پیدا کی۔ اور ایک کتاب مختصر الطحاوی تصنیف کی۔ اس کو تصنیف کرنے کے بعد یہ کہا کرتے تھے کہ رحم الله ابا ابراهيم (المزنی) لو كان حيًّا لكفّر عن يمينه۔ یعنی ابوابراہیم مزنی پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ مزنی پر ان کے مذہب کے مطابق یہ کفارہ آتا۔ نہ کہ طحاوی کے مذہب کے موافق کیونکہ احناف کے نزدیک یہ قسم لغو ہے جس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ بخلاف شوافع کے انکے نزدیک یہ یمین منعقدہ ہے۔ یمین لغو وہ قسم ہے کہ بے قصد عادت کے طور پر زبان سے نکل جائے

طحاوی مزنی کے ہمشیرہ زاد (بھانجے) تھے۔ عام لوگ اُن کے مذہب بدلنے کا دوسرا سبب بیان کرتے ہیں[1]۔ بہرحال مذہب حنفی میں ان کی مفید تصانیف ہیں اور حتی الوسع اپنی مساعی جمیلہ سے اس مذہب کی نصرت کی۔ اُن کی تصانیف سے ان کی وسعت علمی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی بعض تصانیف شروط واختلاف علما ہیں اور بعض احکام القرآن میں موجود ہیں۔ بیاسی سال کی عمر ہوئی۔ اور ۳۲۱ھ ذی قعدہ کی چاندرات کو انتقال فرمایا۔ مختصر الطحاوی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حنفی مذہب کے محض مقلد ہی نہ تھے بلکہ مجتہد منتسب تھے کیونکہ اس مختصر میں بہت سے ایسے مسائل لکھے ہیں جو حنفی مذہب کے خلاف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ فقہائے حنفیہ میں اس مختصر کا اس قدر چرچا و شہرت نہیں ہے۔ کفوی نے طبقات الحنفیہ میں لکھا ہے کہ انکی کتاب احکام القرآن بیس اجزا سے زائد پر مشتمل ہے۔

علاوہ ازیں شرح جامع کبیر۔ شرح جامع صغیر۔ کتاب الشروط کبیر۔ کتاب الشروط صغیر۔ کتاب الشروط اوسط۔ کتاب السجلات۔ کتاب الوصایا اور کتاب الفرائض بھی ان کی تصانیف ہیں ازاں جملہ تاریخ کبیر تاریخ میں۔ کتاب مناقب ابی حنیفہ۔ کتاب النوادر الفقہیہ۔ کتاب نوادر الحکایات اور کتاب اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین بھی انہی کی تصانیف ہیں۔

کتاب المائتین للصابونی

اس کتاب میں دوسو احادیث اور دوسو حکایات کے علاوہ دوسو قطعہ ایسے اشعار کے ہیں جو ہر حدیث کے مضمون کے مناسب لائے ہیں۔ صابونی کی کنیت ابو عثمان اور نام و نسب یہ ہے۔ اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن احمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عائذ بن عامر الصابونی۔ عایذ
نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ وعظ و تفسیر میں کامل مہارت رکھتے تھے ۳۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ لاہر بن احمد سرخسی۔ ابی سعید عبداللہ بن محمد رازی۔ ابی بکر (ابن مہران) مقری ابی طاہر ابن خزیمہ۔ ابی الحسین خفاف۔ عبدالرحمٰن بن ابی شریح اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے علم کو حاصل کیا۔ عبدالعزیز کتانی۔ علی بن الحسین (بن معری) صفرابی۔ ابو بکر بیہقی اور انکے علاوہ

---

[1] ابن خلکان نے نقل کیا ہے امام طحاوی سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے ماموں کے خلاف حنفی مسلک کیوں اختیار کیا۔ امام نے جواب دیا اسلئے کہ میں اپنے ماموں (مزنی) کو اکثر حنفی مسلک کی کتابوں کا مطالعہ کرتے دیکھا کرتا تھا اس لئے میں نے بھی اس مسلک کو اختیار کیا

بہت سی مخلوق نے اُنسے روایتِ حدیث کی۔ انکے آخری شاگرد ابو عبداللہ فراوی ہیں۔ بیہقی ان کو امام المسلمین اور شیخ الاسلام کہتے تھے۔ چنانچہ وہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ "اخبرنا امام المسلمین حقًا وشیخ الاسلام صدقًا ابو عثمان الصابونی"۔ اسکے بعد ایک لمبی حکایت بیان کی ہے۔ علم تفسیر میں ان کا کمال اور علم حدیث میں ان کا حفظ اس زمانہ کے تمام علماء کو تسلیم تھا۔ ستر سال تک برابر وعظ و نصیحت میں مشغول رہے۔ نیشاپور کی جامع مسجد میں بیس سال تک امامت وخطابت ان ہی کے سپرد رہی۔ انکی بہت سی تصانیف ہیں۔ نیشاپور۔ ہرات۔ سرخس۔ شام وحجاز اور کوہستان میں مدتوں سرگردانی کی اور تلاش علم میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ حق تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا کی عزت و منزلت میں درجۂ کمال عطا فرمایا تھا۔ نیشاپور کے تمام اشخاص ان کو اپنے شہر کی زینت سمجھتے تھے۔ موافق ومخالف سب ہی ان کو وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ غرض اپنے زمانہ میں یگانۂ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ اہل بدعت کے مقابلہ کے لئے شمشیر برہنہ تھے۔ رات دن سنّت نبوی کو زندہ کرنے کے لئے سرگرم رہتے تھے۔ عبادات وطاعات میں بھی اپنے زمانہ میں ضرب المثل تھے۔ شہر سلماس میں ایک مدت تک وعظ فرمایا۔ جب اس شہر سے کوچ کرنیکا ارادہ فرمایا تو لوگوں سے کہا کہ میں چند ماہ سے تم کو صرف ایک ہی آیت کی تفسیر بیان کرتا رہا اور ہنوز وہ تمام نہیں ہوئی۔ اگر تمام سال رہتا تو صرف اسی ایک آیت کے متعلقات کو بیان کرتا رہتا اور کسی دوسری آیت کی طرف توجہ نہ کرتا (اگلی آیت کا نمبر ایک سال تک نہ آتا)۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ سے یہ بات بطریق تواتر و شہرت نقل ہے کہ آپنے صرف سورہ نوح کی تفسیر میں ایک سال سے زائد عرصہ لگایا۔ چنانچہ ذہبی نے جو مورخین اسلام میں سب سے زیادہ معتبر ہیں اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

سبحان اللہ۔ امت مرحومہ کو بھی اس ذاتِ مقدس علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے طفیل جن کی دُعا ربّ زدنی علمًا (اے رب میرے علم کو اور زیادہ کر) تھی کیسی وسعت علمی نصیب ہوئی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ صابونی اپنے وقت کے عظیم ترین علماء ربانیین میں سے تھے۔ خود انکی موت کا سبب انکی بزرگی پر کھلی دلیل ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز وعظ بیان فرما رہے تھے ایک شخص نے اثناء وعظ میں ایک کتاب جس کا نام ازدرس الاملاء فی کشف البلاء تھا اُن کے ہاتھ میں دی۔ انھوں نے اس کو پڑھا۔ پھر انکے قلب پر ایک قسم کی دہشت اور خوف طاری ہو گیا۔ قاریٔ وعظ سے فرمایا

کہ یہ آیۃ پڑھو۔ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّئَاتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِہِمُ الْاَرْضَ (الیٰ آخرہ) اور اسی نوعیت کی دوسری آیات پڑھوائیں۔ حاضرین کو خدا کے قہر اور غضب سے ڈرایا۔ یہ حالت ان پر ایسی اثر انداز ہوئی کہ ان کی کیفیت دِگرگوں ہوگئی۔ اسی وقت پیٹ میں درد شروع ہوا۔ سامعین اُن کو مکان پر لے گئے ہر چند علاج کیا مگر درد نے ایسا بے چین بنا دیا کہ کسی پہلو راحت و تسکین نہ ملتی تھی۔ اطباء کی رائے پر اُن کو حمام میں لے گئے مغرب تک حمام میں رہے لیکن درد میں تخفیف نہ ہوئی۔ برابر لوٹتے رہے۔ غرض ساتؔ روز تک اسی تکلیف میں آہ و فریاد کرتے رہے۔ اور اسی شدّت کی حالت میں اولاد، رشتہ داروں اور دوستوں کو وصیّت و نصیحت کر کے رُخصت فرماتے رہے۔ بالآخر اسی مرض میں جمعہ کے روز ۴ محرم ۴۴۹ھ میں وفات پائی۔ عصر کے وقت نماز جنازہ ادا کر کے دفن کر دیئے گئے۔ امام الحرمین (ابوالمعالی الجُوینیؒ) کا خواب اُن کے حق میں بہترین بشارت ہے۔ اس خواب سے پہلے امام مذکور نے مذاہب فلاسفہ و معتزلہ و اہلِ سُنّت میں غور کیا تھا۔ اور ہر طرف کے دلائل کو قوی پاکر حیران تھے کہ کس کی بات کو تسلیم کیا جائے۔ تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا علیك باعتقاد الصّابونی (صابونی کے عقیدہ کو اختیار کرو) ابوالحسن عبدالرحمٰن داؤدی نے جو عمدہ محدّثین کے زمرہ میں داخل ہیں حضرت صابونیؒ کے مرثیہ میں یہ قطعہ لکھا ہے۔

اودی الامام الحبر اسمٰعیل	لہفی علیہ لیس منہ بدیل
اسمٰعیل جو امام دانشمند تھے دنیا سے اُٹھ گئے	مجھ کو سخت افسوس ہے (اب اُن کا) کوئی بدل نہیں ہے
بکت السماء والارض یوم وفاتہ	وبکی علیہ الوحی والتنزیل
آسمان و زمین نے ان کی وفات پر آنسو گرائے	اور وحی تنزیل (بھی) روئی۔ (کیونکہ اُن کا اب کوئی خادم نہ رہا)
وَالشمس والقمر المنیر تناوحا	حزنًا علیہ وللنجوم عویل
سورج اور روشن چاند نے بھی	باہم اُن کے غم میں نوحہ کیا اور ستارے بھی اُن کے غم میں روئے
والارض خاشعۃ تبکی شجوھا	ویلا تولول این اسمٰعیل
اور زمین بھی غم سے ساکت تھی اور روتی تھی۔	اور غم و افسوس کرتی ہوئی کہتی تھی کہ اسمٰعیل کہاں گئے
این الامام الفرد فی اقرانہ	ما ان لہ فی العالمین عدیل
وہ امام اپنے ہمعصروں میں یکتا تھے کہاں چلے گئے	(آہ آہ اب) عالموں میں ان کی نظیر نہیں
لا تخدعنك مُنَی الحیوٰۃ فانہا	تلہی وتنسی والمنی تضلیل

دل سے غافل ہو کر زندگی کی آرزوئیں جھگڑے میں ڈالدیں کیونکہ

وتاھبن للموت قبل نزوله

اور موت آنے سے پہلے ہی تیاری کرلے۔

وہ لہو ولعب بھول چوک میں ڈالنے والی اور مکر کرنیوالی ہیں

فالموت حتم والبقاء قليل

کیونکہ موت یقینی ہے اور زندگی تھوڑی ہے۔

کتاب المجالسۃ للدّینوری

یہ مشہور کتاب ہے۔ قدیم کتابوں میں بہت سے حوالے اس کتاب سے نقل کئے گئے ہیں۔ دینوری کا نام ابوبکر احمد بن مروان ہے[1]۔ اس کتاب میں یہ حدیث لائے ہیں۔

حدثنا اسمٰعیل بن اسحٰق قال حدثنا حرمی بن حفص قال حدثنا حرب بن میمون الانصاری قال حدثنا النضر بن انس قال حدثنا انس بن مالک ان سأل رسول الله صلی الله علیہ وسلم فقال خویدمک انس اشفع له یوم القیٰمۃ قال انا فاعل قال فاین اطلبک قال اطلبنی اول ما تطلبنی عند الصراط فان وجدتنی والا فانا عند المیزان فان وجدتنی والا فانا عند حوضی ولا اخطی ھٰذہ الثلٰثۃ المواضع۔ انتھٰی۔

انس بن مالکؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپؐ کیا اپنے اس حقیر غلام انسؓ کی شفاعت فرمائیں گے، آپؐ نے فرمایا کروں گا پھر انھوں نے عرض کیا کہ میں آپؐ کو کہاں تلاش کروں، آپؐ نے فرمایا کہ اول مجھ کو پلصراط پر دیکھنا اگر تم نے مجھ کو وہاں پالیا تو فبہا ورنہ میں میزان کے پاس ملوں گا اگر وہاں تم نے مجھ کو پالیا تو فبہا ورنہ میں حوض پر ہوں گا۔ بہر حال ان تینوں مقامات سے میں تجاوز نہ کرونگا۔ یعنے ان تینوں مقامات میں سے کسی نہ کسی مقام پر ملوں گا۔

❋ ❋ ❋ ❋

اس حدیث میں بعض علماء کو اشتباہ واقع ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پلصراط پر گزرنا اعمال کے تولے جانے کے بعد ہوگا۔ اور حوض کوثر سے سیرابی بھی قبل از پلصراط ہے کیونکہ وہ موقف اور محشر میں ہوگا۔ تو اس لحاظ سے اوّل پلصراط پر دیکھنا پھر وزن اعمال کی جگہ پھر حوض پر۔ اس کے کیا معنے اگر بالعکس فرمایا جاتا تو مناسب تھا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ درحقیقت ان

[1] آپ مسلکاً مالکی تھے، آپ کا سن وفات باختلاف روایت سنہ ۲۹۳ھ و سنہ ۳۱۰ھ و سنہ ۳۳۳ھ ہے۔

میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ پلصراط پر تمام امت کا گزر ایک دفعہ ہی نہ ہوگا۔ بلکہ بدفعات ایک ایک جماعت گزاری جائے گی۔ جب ایک جماعت (گروہ) موقف و محشر اور سقی حوض سے فارغ ہوکر پلصراط پر جائے گی تو ایک جماعت موقف میں گرفتار اور پیاس میں مبتلا ہوگی اور کوئی جماعت حوض کوثر پر موجود ہوگی۔ آپؐ کے نائبین مثل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے صحابہؓ خدمت سقایہ کو انجام دیتے ہوں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غایتِ شفقت اور کمالِ عنایت سے کبھی اُس جماعت کے پاس تشریف لے جائیں گے جو موقف میں گرفتارِ خشکی و پیاس ہے اور کبھی اُس جماعت کے پاس جس کو حوض پر آپ کے نائبین پانی پلاتے ہوں گے۔ اور کبھی پلصراط پر اُن متقدین جماعتوں کا فکر و اضطراب دور کرنے کے لئے تشریف لے جائیں گے جو پلصراط پر گزرنے کے لئے گئی ہیں۔ اس توجیہ سے صاف ظاہر ہے کہ بعض کا موقف اور سقایت اور مرور بعض پر مقدم ہوگا۔ اب اس حدیث میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔ آپؐ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اول مجھ کو پلصراط پر دیکھنا وہ اس بناء پر کہ پلصراط پر مرور شروع ہونے سے پہلے آپؐ موقف میں ہوں گے۔ جہاں اعمال کا وزن ہوگا۔ آپؐ کی تمام امت وہاں مجتمع ہوگی اور آپؐ اعمال کے وزن کرانے میں مشغول ہوں گے اور آپؐ کا محل قیام سب کو معلوم ہوگا۔ طلب و تفتیش کی ضرورت نہ ہوگی۔ پھر جب امت متفرق ہو جائے گی کوئی جماعت پلصراط پر پہنچے گی، کوئی میزان پر موقوف رہے گی اور کوئی حوض پر کھڑی العطش العطش کہتی ہوگی۔ تو آپؐ فرماتے ہیں کہ اوّل پلصراط پر طلب کرنا۔ کیونکہ یہاں کی غیبت سے وہی موضع مقصود ہے۔ اگر اُس جگہ نہ ملوں تو بر سرِ میزان ڈھونڈھنا چاہیئے اور اگر اس جگہ پر بھی نہ ملوں تو حوض پر دیکھنا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

سلاح المومن

اس کتاب کے مصنف تقی الدین عسقلانی ہیں جو ابن الامام کے لقب سے مشہور ہیں۔
اس کتاب کے مقاصد اس کے دیباچہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

الحمد للہ المنعم علی خلقہ بجمیل الآئہ الحسن الیھم بلطیف رفدہ	ہر قسم کی تعریف اُس خدا کے لئے ہے جو اپنی مخلوق کو عمدہ عمدہ نعمتیں دینے والا ہے۔ جو

وجزيل عطائه المحق لمن امله حسن
ظنه ورجائه الذى منّ على عباده
بان فتح لهم باب وامرهم بالدعاء و
وعدهم بالاجابة وفق منهم من
شاء بلطفه وحكمته للتعرض لنفحات
فضله ورحمته فهداه السبيل اليه
والهمه الطلب تكرمًا منه عليه احمده
والحمد من نعمه. واسأله المزيد
من فضله وكرمه واشهد ان لا اله
الا الله وحده لا شريك له مجيب الدعاء
وكاشف الاسواء واشهد ان محمدًا
عبده ورسوله خاتم الانبياء ومبلغ
الانباء صلى الله عليه وعلى آله وصحبه
الاتقياء البررة صلوٰة هى لنا فى القيمة
مدخرة وسلم تسليماً كثيرا وشرّف
ومجّد وعظّم وكرّم. امّا بعد فان
اولى ما انصرفت الى حفظ عناية اولى
الهمم واحقّ ما اهتُدِىَ بانواره فى
غياهب الظُلَم وانفع ما استُدِرَّت به
صنوف النعم وامنع استدرت به
صروف النقم ما كان بفضل الله تعالى
لابواب الخير مفتاحًا وبنصر رسول الله
صلى الله عليه وسلم للمؤمن سلاحًا
وذٰلك التحميد والثناء والتمجيد و
الدعاء به امر الله تعالىٰ فى كتابه العظيم

اپنی پاکیزہ مہربانیوں اور کثیر بخششوں سے ان پر جو احسان
کرنیوالا ہے جو اُمید رکھنے والوں کی امید و خوش خیالی
کو محقق اور ثابت کرنے والا ہے جس نے اپنے بندوں
پر یہ احسان فرمایا کہ اُن کے لئے اپنا دروازہ رحمت کھولا
اور اُن سے کہا کہ دعا کرو۔ اور اُن سے وعدہ فرمایا کہ قبول
کرونگا۔ اور ان میں سے جس کو چاہا اپنے لطف و کرم کی توفیق
عنایت فرمائی کہ وہ اُس کی رحمت اور فضل کی
خوشبوؤں سے مستفید ہو۔ پھر اُس کو اپنی طرف پہنچنے
کا راستہ دکھایا اور ازراہِ نوازش اُس کے دل میں اس
راستہ کی طلب اور جستجو کا مضمون القا فرمایا۔ میں
اُس کی تعریف بیان کرتا ہوں۔ اور یہ حمد بھی اُس کی
نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے اور میں اُس سے اُس کے
بیش از بیش فضل و کرم کا طالب ہوں۔ میں اس بات
کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود
نہیں ہے۔ وہ تنہا ہے۔ اُسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ ہی دعاؤں
کو قبول کرنیوالا اور بُرائیوں کو دور فرمانیوالا ہے۔ اور اس بات
کی گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے
اور ایسے رسول ہیں جن پر نبوت ختم ہو گئی۔ جو خدا تعالیٰ کی خبروں کو
ہم تک پہنچاتے ہیں۔ اُن پر اور اُنکی اولاد و اصحابؓ پر جو متقی
اور پاک بندے ہیں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت کاملہ نازل ہوتی رہے
جو ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت ہو۔ اور اللہ آپکو بہت بہت سلام و
شرف و مجد و عظمت اور کرم سے نوازے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد
واضح ہو بہترین وہ چیز جسکی حفاظت کیلئے ہمت والوں نے
اپنی توجہ کی باگ اسکی طرف پھیری اور جو اس کی زیادہ حقدار ہے
کہ سخت تاریکیوں میں اسکے انوار سے ہدایت طلب کی جائے

وفيه رغب رسوله الكريم و
اليه جنح المرسلون والانبياء
وعليه عوّل الصالحون والاولياء
وان احسن ما توخاه المرء لدعائه
في كل امر وتحراه لكشف ملم
خطب مدلهم ما يحصل به
مقصود الدعاء مع بركة التأسي
والاقتداء له ويكون لفظ وسيلة
لقبولها وهو ما جاء في كتاب الله
وسنة رسوله وقد انكر الائمة
الاعراض عن الادعية السنية
والعدول عن اكتفاء آثارها
السنية الخ

اور جو قسم قسم کی نعمتوں کے حصول میں زیادہ نفع بخش ہی اور جو خطراتِ عذاب کو زیادہ ٹال دینے والی ہی اور جو اللہ کے فضل سی بھلائی کے دروازوں کیلئے کنجی کا کام دیتی ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سی مؤمن کے لئے مہیّا ہی وہ تحمید و ثنا و تمجید اور دعا ہی جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم (قرآن) میں حکم فرمایا ہی اور اسی کی طرف رسول کریمؐ نے رغبت دلائی ہی اور اسی کی طرف انبیاء و مرسلین مائل ہوتے ہیں اور اسی پر صالحین و اولیاء کا اعتماد ہی (اور یہ بھی عرض ہی کہ) انسان جن دعاؤں کو اپنے مقاصد میں کامیابی کیلئے منتخب کرتا ہی اور ہر امر عظیم و سخت کو دور کرنے میں ان کی جستجو کرتا ہی ان سب میں عمدہ ترین وہ ہیں جن سی دعاء کا مقصود بھی حاصل ہو، پیروی و اقتداء کی برکت بھی نصیب ہو اور اُن کے الفاظ قبولیت کا وسیلہ و ذریعہ بنیں۔ اور ایسی دعائیں وہ ہیں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئی ہیں۔ مسنون دعاؤں سی اعراض کرنے اور اُن کے روشن آثار پر قناعت نہ کرنے کو ائمہ نے سخت ناپسند کیا ہی۔

اُن کی کنیت ابو الفتح اور نام و نسب یہ ہے۔ تقی الدین محمد بن تاج الدین محمد بن علی بن ہمام بن راجی اللہ بن سرایا بن ناصر بن داؤد۔ اصل کے اعتبار سے عسقلانی اور مسکن کے لحاظ سے مصری ہیں۔ ماہ شعبان ۶۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اوّل تحصیل علم اور قرآت قرآن سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد حدیث کی کتابوں کا لکھنا اور معتبر نسخوں اور متفرق اجزاء سے اس علم کو حاصل کرنا شروع کیا۔ آپ نے دِمیاطی اور ابن الصواف سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ ان کی یہ کتاب سلاح المؤمن بہت مروّج اور مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اُن کی اور تصانیف بھی ہیں۔ ان میں سے چند کتابیں یہ ہیں۔ کتاب الاہتداء فی الوقف والابتداء۔ کتاب متشابہ القرآن۔ ماہ ربیع الاوّل ۷۴۵ھ میں انتقال فرمایا۔ مصنّف کے زمانۂ حیات ہی میں اس کتاب کی شہرت ہو گئی تھی۔ اور یہ اُس کی حُسنِ قبولیت کی دلیل ہے۔ کامل ترین علماء نے اس کتاب کو پسند فرمایا۔ ذہبی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدّثین میں سے تھے اُس کو مختصر کر کے حفظ یاد کیا تھا۔ اور خود اپنے خط

سے اس کے چند نسخے لکھے تھے۔ شہاب الدین الغریانی نے بھی اس کو مختصر کیا ہے۔ اور یہ مختصر ذہبی کے مختصر سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں مقاصد اصلیہ کا استیفا کیا گیا ہے۔

احادیث الحُنَفاء

یہ کتاب حسن بن عبد اللہ ابزاری کی تصنیف ہے۔

فوائد تمّام رازی

رازی کی کنیت ابو القاسم اور نام و نسب یہ ہے۔ تمام بن محمد ابی الحسین بن عبد اللہ بن جعفر بن عبد اللہ بن جنید المحلی الرازی ثم الدمشقی۔ اس کتاب میں یہ حدیث لائے ہیں:-

اخبرنا خیثمۃ بن سلیمان قال حدثنا محمد بن عیسٰی قال حدثنا سفیٰن بن عیینۃ قال حدثنا عبد اللہ بن ابی بکر عن خلاد بن السائب بن خلاد عن ابیہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبرئیل فامرنی ان امر اصحابی ان یرفعوا اصواتہم بالاھلال

ابن خلاد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ کہا کہ میں اپنے اصحاب کو حکم دوں کہ وہ تلبیہ کے وقت اپنی آوازوں کو بلند کریں۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

تمام رازی ۳۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد ماجد ابو الحسین محمد بھی حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رازی اُن سے روایت بھی کرتے ہیں۔ آپ نے خیثمۃ بن سلیمان اطرابلسی۔ احمد بن حذلم قاضی۔ حسن بن صلت حضائری۔ ابو میمون ابن راشد۔ اور نیز دیگر برگزیدہ عالموں سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ ابو الحسن میدانی۔ ابو علی اہوازی۔ عبد العزیز بن احمد کتانی۔ احمد بن عبد الرحمٰن طریفی اور دوسرے اعلیٰ محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ رازی معرفت رجال میں مہارت تام رکھتے تھے۔ حدیث کے صحت و سقم کو بیان کرنے میں مشہور تھے۔ حفظ حدیث اور تمام خیر و حسن و خوبی کی باتوں میں اپنے زمانہ کے یگانہ اور ضرب المثل تھے۔

۳، ماہ محرم سنہ ۴۱۲ھ میں انتقال فرمایا۔ شامیوں میں ان سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہیں گزرا۔

مسند العدنی

اِن کا نام محمد بن یحییٰ عدنی ہے[1]

معجم دِمیاطی

دِمیاط کو دال کے زیر کے ساتھ پڑھو۔ بعض اشخاص ذال معجمہ سے پڑھتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ دمیاطی نے خود اس کی تصریح کی ہے۔ دِمیاط ایک شہر کا نام ہے جو ملک مصر میں ہے۔ دمیاطی ایک مشہور سیرت کے مصنف ہیں۔ اکثر کتب سیرت میں ان سے نقل کی جاتی ہے۔ اُن کی یہ معجم، معجم شیوخ ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں۔ اس میں ایک ہزار تین سو اشخاص کے نام درج ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد[2] اور نام و نسب یہ ہے۔ عبدالمؤمن بن خلف بن ابی الحسن دِمیاطی۔ شافعی مذہب رکھتے تھے۔ بہت سی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ اُن میں سے ایک وہ سیرت ہے جو تمام علماء سیرت کے لئے پیشوا اور رہبر ہے۔ سنہ ۶۱۳ھ کے آخر میں پیدا ہوئے۔ اوّل دِمیاط ہی میں فقہ کو حاصل کر کے اُس میں مہارت پیدا کی۔ اس کے بعد علم حدیث کو طلب کیا۔ ابن المقیر۔ علی بن مختار۔ ابوالقاسم بن رَواحہ۔ عیسیٰ خیاط۔ اور حافظ زکی الدین مُنذِری اور اُس زمانہ کے دوسرے عالموں سے اس علم کو حاصل کیا۔ مصر۔ اسکندریہ۔ بغداد۔ حلب۔ حماۃ۔ ماردین۔ حَرّان۔ دمشق اور اس نواح کے دوسرے شہروں کی سیر و سیاحت کی۔ صدق۔ دیانت اور حفظ و اتقان میں اپنے زمانہ کے سردار تھے۔ لغت و عربیت میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ علم انساب میں بھی اچھی واقفیت تھی۔ حُسنِ صورت میں ضرب المثل تھے۔ لوگ اُن کو ابن الماجد کہتے تھے۔ دِمیاط میں مثل مشہور ہے کہ جب کسی دُلہن کے حُسن میں مبالغہ کرتے ہیں تو یہ کہا کرتے ہیں کانّھا ابن الماجد۔ کتاب الخیل۔ کتاب الصلوٰۃ الوسطیٰ۔ اور دیگر تالیفاتِ نافعہ و تصنیفاتِ مفیدہ کے مصنف و مؤلف ہیں۔ ابوالفتح ابن سیدالناس مشہور سیرت کے

[1] پورا نام و نسب یہ ہے۔ ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمرو عدنی۔ سنہ ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ [2] ابو احمد بھی ان کی کنیت ہے۔

مصنف۔ ابوحیان اور تقی الدین سبکی ان کے شاگرد ہیں۔ ایک روز حدیث کے درس کے بعد اُن پر غشی طاری ہوئی۔ اسی حالت میں شاگرد اُن کو مکان پر لے گئے۔ وہاں پہنچ کر غور سے دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی۔ عربی میں اس موت کو موتِ فجأۃ کہتے ہیں۔ یہ واقعہ ماہِ ذی قعدہ ۷۰۲ھ میں پیش آیا۔ اُن کے جنازہ پر لوگوں کا بہت ہجوم تھا۔ ان کی ظرافت آمیز باتوں میں سے ایک یہ لطیفہ مشہور ہے کہ ایک روز کسی ایسی مجلس میں تشریف لے گئے جہاں حدیث کا مذاکرہ ہو رہا تھا۔ ایک حدیث میں عبداللہ بن سلام کا نام آیا تو بعض اہلِ مجلس اُس کو لام پر تشدید کے ساتھ (سلّام) پڑھنے لگے۔ آپ نے فوراً یہ کہا سلام علیکم سلام سلّام۔ قارئین اپنی غلطی پر متنبّہ ہو گئے۔ اُنھوں نے صغانی سے بھی ملاقات کی تھی۔ اور ان کی مصنفات میں سے بیس کتابیں ان سے پڑھیں۔ آپ اکثر سُنن شافعی کو پڑھاتے تھے۔ انصاف کے وقت یہ بھی صاف فرمایا کرتے تھے کہ اس سُنن کے اکثر الفاظ صحیحین کی روایت کے خلاف ہیں۔ آپ اگرچہ شافعی المذہب تھے مگر امام مالکؒ کی تعریف و توصیف اس کثرت سے کرتے تھے کہ لوگ اُن کو مالکی المذہب خیال کرتے تھے۔ آپ کی منظومات میں سے یہ دو قطعہ ہیں:-

علم الحدیث لہٗ فضل ومنقبۃٌ	نال العلاء بہ کان معتنیا
علمِ حدیث کو فضیلت اور خوبی حاصل ہے	جو شخص اس میں لگا اُس نے بلندی حاصل کرلی
ماحازہ ناقصٌ الا وکملہٗ	او حازہٗ عاطلٌ الا بہ حلیاء
کوئی ایسا ناقص نہیں جو اس کو حاصل کرکے کمال تک نہ پہنچا ہو	کوئی زیورِ فضیلت سے خالی نہیں جو اسکے سبب سے زیورِ کمال سے آراستہ ہوا ہو
وما العلم الا فی کتاب وسنّۃٍ	وما الجہل الا فی کلام ومنطق
نہیں ہے علم مگر کتاب و سنّت میں	اور نہیں ہے جہل مگر علم کلام و منطق میں
وما الخیر الا فی سکوت بحسبۃ	وما الشر الا فی کلام ومنطق
اور نہیں ہے بھلائی مگر اُس سکوت میں جو طلب ثواب کے لئے ہو	اور نہیں ہے برائی مگر گفتگو اور بولنے میں

راقم الحروف کہتا ہے کہ (دوسرے قطعہ کے) شعرِ اوّل میں منطق اور کلام سے وہی دونوں علم مراد ہیں جو مشہور ہیں۔ اور شعرِ دوم میں یہ دونوں لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ دمیاطی عموماً منطق کی مذمت میں بہت شدّ و مد سے کام لیتے تھے مگر خصوصیت کے ساتھ جب مصر میں اس علم کا چرچا بہت ہو گیا تو انھوں نے بھی لوگوں کے مقابلہ میں اس علم کی ہجو سخت تر کر دی۔

چنانچہ اُن کے کلام کا کچھ حصہ سامعین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

دعن الامر المنکر علیهم والنکر المعروف لدیهم تدارسهم لعلم الفضول و تشاغلهم بالمعقول عن المنقول فی اکبابهم علی علم المنطق واعتقادهم ان من لا یحسنهٗ لا یحسنُ ان ینطقَ فلیتَ شعری قرأهٗ الشافعی ومالك اوهو اضاء لابی حنیفة المسالك اوهل علمه احمد بن حنبل اوکان الثوری علی تعلمه قد اقبل وهل استعان به ایاس فی ذکائه او بلغ به عمرو ما بلغ من دهائه اوتمرس به قس وسَحبَان ولولاهُ لما افصح به احدهُما ولا ابان اتری عقول القوم کلیلة اذلم نشحذ علی سنة افتری فطنتهم علیلة اذلم تکرم فی اجنته کلا هی اشرف من ان تقید فی سجنه وَاشف من ان یستحوذ علیها طارق جنه بالله لقد اغرق القوم فیما لا یعنیهم واظهروا لافتقار الی مَالا یغنیهم بل یتبعهُم مع السَّامَات ویُعَنّیهم والشیطان یعدهم ویمنیهم امانهٗ کانَ احاد من اهل العلم ینظرونَ فیه غیر مجاهرین وَیطالعونهٗ لامتظاهرینَ

وہ نازیبا اور ناشائستہ بات جوان میں شہرت پکڑ چکی ہے یہ ہے کہ وہ فضول علم (منطق و فلسفہ) کے پڑھنے پڑھانے میں لگے رہتے ہیں۔ اور علم منقول کو چھوڑ کر علم معقول (منطق) میں مشغول رہتے ہیں۔ گویا اسی میں کھوئے ہوئے رہتے ہیں۔ اور اعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ جو اس علم کو اچھی طرح نہیں جانتا وہ خوش اسلوبی سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ پس ان کی عقلوں پر تعجب ہے (کیا مجھے کوئی بتا سکتا ہے) کہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے بھی اس کو پڑھا تھا، کیا امام ابو حنیفہؒ کے لئے اسی نے راستے روشن کئے تھے، کیا امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کی تعلیم حاصل کی تھی۔ کیا (سفیان) ثوریؒ نے اس کے پڑھنے کی طرف توجہ کی تھی۔ کیا ایاس (بن معاویہ) نے اپنی ذکاوت میں اس سے مدد لی تھی۔ یا عمرو (بن العاصؓ) کو ذہانت و سیاست سے جو کچھ حصہ ملا تھا کیا وہ بھی اس کی وجہ سے ہی اس مرتبہ کو پہنچے تھے۔ کیا قس اور سحبان (وائل) نے اس کے حصول میں کچھ زمانہ لگایا تھا کہ اگر وہ یہ علم حاصل نہ کرتے تو فصاحت و ذہانت ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ چونکہ قوم نے اس کی سان پر اپنی عقلوں کو تیز نہیں کیا تو کیا تم اُن کو کُند (ذہن) پاتے ہو۔ چونکہ انھوں نے اس (منطق) کے باغات کی سیر نہیں کی تو کیا تم ان (کی فطانت) کو علیل پاتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ وہ اس سے بزرگ تر ہیں کہ اس کے قید خانہ میں محبوس ہوں۔ وہ اس سے بلند تر ہیں کہ تاریکی کا دل بادل ان کو ڈھانپ لے۔ بخدا یہ لوگ محض بیکار باتوں میں مستغرق ہیں اور فضول امور کی طرف اپنی احتیاج ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ مصائب و تکالیف کو جھیلتے ہوئے

لان اقل آفاته ان يكون شغل بما لا يعني الانسان واظهار تحوج الى ما اغنى عنه الرب المنان واما هؤلاء فقد جعلوه من اكبر المهمات واتخذوه عدة للثوابت والمسلمات فهم يكثرون فيه الايضاع وينفق كل واحد منهم في تحصيله العمر المضاع ويحهم اما سمعوا قول داعي الهدى لمن امه حين رأى عمر قد كتب التوراة في لوح وضمه فغضب وقال الحافظ الراعي لو كان موسى حيا ما وسعه الا اتباعي فلم يوسعه عذرا في كتاب الذي جاء به موسى نورا فما ظنك بما وضع المتخبطون في ظلام الشك وافتروا فيه كذبا وزورا فيا لله للعقول الخرفة غرقت في بحار ضلال الفلسفة الخ۔

الاوهام

بھی اس کا اتباع کرتے ہیں۔ شیطان اُن سے وعدے کرتا رہتا ہے اور اُن کو امیدیں دلاتا ہے۔ البتہ بعض اہل علم اس کا مطالعہ کرتے ہیں مگر نام ونمود کے لئے نہیں اس میں غور وخوض کرتے ہیں مگر دکھاوے اور گھمنڈ کے طور پر نہیں۔ کیونکہ اس علم میں کم سے کم یہ آفت ہے کہ انسان بے سود باتوں کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ایسی چیز کی طرف دست حاجت بڑھاتا ہے جس سے خدائے کریم نے اُس کو مستغنی کیا ہے لیکن وہ لوگ (جو منطقی ہیں) انھوں نے اُس کو اکبر مہمات (اہم ترین امور) میں شمار کر لیا ہے۔ اور ثابت شدہ و مسلّمہ امور کے لئے اُس کو سامان قرار دیا ہے۔ (چنانچہ) وہ لوگ اس میں بہت دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک اس کی تحصیل میں اپنی عمر ضائع و برباد کرتا ہے۔ افسوس ہے اُن پر کیا انھوں نے ہدایت کے داعی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا قول نہیں سنا جب انھوں نے عمر فاروقؓ کو دیکھا کہ وہ توراۃ کو تختیوں پر لکھ کر اپنے پاس محفوظ کئے ہوئے ہیں تو آپ ناراض ہوئے۔ اور نصیحت کو محفوظ اور اس کی نگہداشت کرنے والے (حضرت عمرؓ) سے فرمایا۔ (یاد رکھو) اگر موسیٰؑ (میرے زمانہ میں) زندہ ہوتے (جن پر توراۃ نازل کی گئی تھی) تو اُن کے لئے بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ میرا اتباع کریں (اب تم خیال کرو) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰؑ کی اس کتاب کے بارے میں جو سراسر نور ہی نور تھی۔ عمرؓ کو عذر خواہی کی وسعت نہ دی تو پھر تمھاری رائے ایک ایسے فن کی نسبت کیا ہونی چاہیئے جس کو شک کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھانے والوں نے گھڑ لیا ہو جس کو جھوٹ اور سراسر بناوٹ کی شکل دیدی ہو۔ پس حسرت ہے اُن نافرمان عقلوں پر جو فلسفہ کے گمراہ کن سمندروں میں ڈوب چکی ہیں۔

دمیاطی کی تصانیف میں چند اربعین بھی ہیں۔ اربعین متباینۃ الاسناد۔ اربعین صغریٰ اور یہ پہلی اربعین کا مختصر ہے۔ اربعین موافقات عوالی۔ اربعین تساعیات الاسناد الابدال۔ جب آپ اس اربعین کی تالیف سے فارغ ہوئے تو یہ چند بیت نظم کئے۔

خذها احادیث ابدال مصححة — وافت تساعیة الاسناد فی العدد

تو ان احادیث کو جو ابدال[۱] اور صحیح ہیں یاد کرلے — جن کی اسناد شمار میں تساعی ہیں

فی اول وقعة فیه موافقة — لاحمد بن شعیب قائل السدد

اس کی پہلی حدیث میں نسائی سے موافقت ہے — جو درست بات کے کہنے والے تھے

وتلوه وردت فیه مصافحة — لمسلم حافظ الالفاظ والسند

اور اس کے بعد کی حدیث میں مصافحت[۲] وارد ہوئی ہے — امام مسلمؒ سے جو الفاظ و سند کے حافظ ہیں

ومثله بعد عشرین موافقة — للترمذی ابی عیسیٰ حماه ربه

اور اسی طرح بیسویں حدیث کے بعد موافقت[۳] — امام ابو عیسیٰ ترمذی سے ہے جن کی حفاظت پر تو بھی آتا

ان کی ایک اور تصنیف بھی ہے جو سو احادیث کا ذخیرہ ہے۔ جو ماۃ تساعیہ فی الموافقات و ابدال العلیۃ کے نام سے مشہور ہے۔ تساعیاتِ مطلقہ۔ اربعین جلیہ فی الاحکام النبویہ اور ایک دوسری اربعین بھی جو جہاد کے بارے میں ہے اُن کی تالیف کردہ ہیں۔ مجالس بغدادیہ۔ مجالس دمشقیہ۔ کشف المغطی فی تبیین الصلوٰۃ الوسطی۔ کتاب فضل صوم ستۃ من شوال۔ کتاب فضل الخیل۔ کتاب التسلی والاغتباط بثواب من تقدم من الافراط۔ کتاب الذکر والتسبیح اعقاب الصلوٰۃ۔ کتاب ذکر ازواج النبی واولادہ واسلافہ۔ اور ان کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔

کرامات الاولیاء للخلال

خلال کا نام و نسب یہ ہے۔ ابو محمد حسن بن محمد بن حسن بن علی بغدادی۔ ۳۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابوبکر وراق۔ ابوبکر ابن شاذان اور اسی طبقہ کے دوسرے لوگوں سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ خطیب بغدادی۔ ابوالحسین ابن الطیوری۔ جعفر بن احمد سراج۔ علی ابن عبدالواحد

[۱] اصطلاح محدثین میں ابدال کے یہ معنے ہیں کہ کوئی راوی اپنے سلسلۂ اسناد کو محدث مصنف کے شیخ الشیخ تک پہنچادو مثلاً بخاری قتیبہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ مالک سے اور کوئی دوسرا راوی اپنے دوسرے سلسلۂ اسناد کو قلتِ اعداد کیساتھ مالک تک پہنچاوے۔

[۲] مصافحہ یہ کہ راوی کی اسناد محدث مصنف کو شاگرد کے مساوی ہوجائے اس عدد میں جو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہو مثلاً کہ محدث مصنف کے شاگرد کے اسناد کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پانچ عدد ہیں تو اس کے بھی پانچ ہی عدد ہوں۔

[۳] محدث مصنف کی موافقت کہ یہ معنے ہیں کہ کوئی راوی اپنے سلسلہ کو معقلت عدد کے اس کے شیخ تک ملادو مثلاً بخاری کے شیخ قتیبہ ہیں اور قتیبہ کے شیخ مالک پس اگر کوئی راوی اپنی روایت کا سلسلۂ قلتِ عدد کے ساتھ قتیبہ تک پہنچادے تو اس کو بخاری سے موافقت ہوگی۔

دیوری اور دوسرے کامل ترین محدثین خود ان سے روایت کرتے ہیں۔ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ، معتبر اور حفظِ حدیث میں اپنے زمانہ کے سردار ہیں۔ صحیحین پر ان کی ایک مسند ہے۔ لیکن وہ ناتمام ہے۔ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۳۹ھ میں وفات پائی۔ حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ میں اُن کے واسطہ سے یہ روایت کی ہے۔

اخبرنا جعفر بن منیر قال حدثنا الحافظ احمد بن محمد یعنی السلفی قال حدثنا ابو سعید محمد بن عبد الملک بن اسد قال اخبرنا ابو محمد الخلال قال حدثنی علی بن احمد السرخسی الحافظ من حفظہ قال حدثنا عبد اللہ بن عثمان الواسطی قال سمعت ابا القاسم بن ایوب بن محمد خطیبنا ابو اسطۃ یقول سمعت ابا عثمان المازنی یقول حدثنا سیبویہ عن الخلیل بن احمد عن ذر بن عبد اللہ الہمدانی عن الحارث عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھل المعروف فی الدنیا اھل المعروف فی الاخرۃ واھل المنکر فی الدنیا ھم اھل المنکر فی الاخرۃ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا میں بھلائی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھلائی کرنے والوں میں شمار ہوں گے اور جو دنیا میں بُرائی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھی بُرائی کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔

❊ ❊ ❊ ❊

جزء ابن نُجَید

ابن نُجَید اپنے زمانہ کے اوتاد، اپنے وقت کے صوفیاء کرام کے شیخ اور زہد و عبادت میں یکتا تھے خراسان میں بلندیٔ اسناد میں مشارٌ الیہ اور مشہورِ آفاق تھے۔ اس جزء کے شروع میں اس طرح بیان کیا ہے۔

حدثنا ابو مسلم ابراھیم بن عبد اللہ الکجی

قال حدثنا ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل عن الاوزاعی قال حدثنی قرۃ بن عبدالرحمٰن عن ابن شہاب عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احب عبادی الیّ اعجلھم فطرا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ کو وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اپنے روزہ کو (وقت پر) افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

* * * * * *

ابن نجید کا نام و نسب یہ ہے۔ ابو عمرو اسمٰعیل بن نجید بن احمد بن یوسف بن خالد سلمی نیشاپوری۔ تصوف، عبادات اور معاملات میں اپنے زمانہ کے شیخ تھے۔ اپنے باپ دادا سے میراث میں بہت مال پایا تھا۔ جو سب کا سب خدا کی راہ میں اور علماء و مشائخ پر صرف کر دیا۔ انھوں نے (شیخ) جنیدؒ اور ابو عثمان حیریؒ اور دیگر بزرگوں کی صحبت پائی تھی۔ ابراہیم بن ابی طالب۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل۔ محمد بن ایوب رازی اور ابو مسلم کجی سے حدیث کا فیض حاصل کیا۔ اُن کے نواسے ابو عبدالرحمٰن سلمی (جو صوفیاء کے شیخ ہیں) اور ابو عبداللہ حاکم اور دوسرے چیدہ بزرگوں نے خود اُن سے حدیثؐ کو پڑھ کر ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ اُن کے زمانہ کے لوگ اُن کو ابدال جانتے تھے۔ ترانوے سال کی عمر پائی۔ اور ۳۶۵ھ میں انتقال ہوا۔ اُن کے مناقب جلیلہ میں یہ واقعہ عجیب و غریب ہے کہ ایک دفعہ اُن کے شیخ ابو عثمان حیری کو بعض سرحدوں کے جہاد میں مجاہدین کی خدمت کے لئے کچھ خرچ کی ضرورت پیش آئی۔ شیخ نے لوگوں سے وصولی کی بہت کچھ کوشش کی مگر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو ایک روز عین مجلس میں اس غرض سے کہ شاید یہ عملِ خیر اُن (ابن نجید) کے ہاتھوں انجام کو پہنچے، شیخ نے نہایت حسرت سے گریہ وزاری کرتے ہوئے اُس ضرورت کو بیان کیا۔ ابن نجید نے اپنے شیخ کا یہ حال دیکھا تو دو ہزار درم کی تھیلیاں اپنے مکان سے لاکر شیخ کے قدموں میں ڈال دیں۔ شیخ بہت خوش ہوئے۔ اور بر سر مجلس تمام لوگوں کے روبرو اس عملِ خیر کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے دوستو! خوش ہو جاؤ ابو عمروؒ نے تم سب کی طرف سے اس بار کو برداشت کر لیا۔ مجھ کو امید ہے کہ اس عمل کے بدلہ میں قربِ الٰہی میں اُن کو مراتب عالیہ نصیب ہوں گے۔ ابن نجید بھی اُس مجلس میں موجود تھے انھوں نے یہ خیال کر کے کہ میرا عمل لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔ بے تابانہ اٹھ کر یہ عرض کیا کہ اے حضرت! اے میرے شیخ! میں اپنی والدہ کا یہ مال اُٹھا لایا تھا اب اُن کو خبر ہوتی تو وہ اُس کے دینے میں رضامندی ظاہر نہیں کرتیں تو یہ مال خدا کی راہ میں کس طرح مقبول ہوگا

مجھے امید ہے کہ آپ یہ مال مجھے واپس کردیں گے۔ تاکہ میں اپنی والدہ کے سپرد کردوں اور اس گناہ سے چھٹکارا پاؤں شیخ نے یہ حقیقت سُنتے ہی وہ تمام مال اُسی وقت واپس کردیا۔ اور وہ اُس کو اٹھا کر لے گئے۔ جب رات ہوئی اور حاضرین مجلس شیخ سے جدا ہوگئے تو ابن نجید اُس مال کو لائے۔ اور شیخ کی خدمت میں پیش کر کے یہ عرض کیا کہ اس کو پوشیدہ طور پر مستحقین کو عنایت فرمایئے۔ میرا نام کسی پر ہرگز ظاہر نہ کیجیے۔ شیخ ابو عثمان پر حالت گریہ طاری ہوگئی اور یہ فرمایا کہ تیری ہمت پر صد آفرین۔

ابن نجید کے ملفوظات میں سے یہ ہے کہ آپ نے فرمایا سالک پر جو حال وارد ہو (گو وہ بُرا نہ ہو) مگر جب وہ نتیجہ میں علم کو مفید نہ ہو تو اُس کا ضرر اُس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ مقامِ عبودیت اُس وقت نصیب ہوتا ہے جب سالک اپنے افعال کو ریا، اور اپنے تمام اقوال کو محض دعویٰ سمجھے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص کو مخلوق کے سامنے اپنا زوال جاہ شاق نہ ہو تو اُس کے لئے دنیا اور اہلِ دنیا کو ترک کردینا آسان ہوجاتا ہے۔

شیخ ابو عثمان حیری ابن نجید کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ لوگ اس جوان کی محبت میں مجھ کو ملامت کرتے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ میرے طریق پر اس کے سوا اور کوئی نہیں چلے گا۔ اور میرے مرنے کے بعد یہی شخص میرا خلیفہ ہوگا۔

جزء الفیل لابی عمرو بن السمّاک

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں جو ابو بکرؓ اور زبیرؓ کی فضیلت میں ہے اور جو اس کتاب کا ابتدائی حصہ ہے یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

حدثنا احمد بن عبد الجبار العطاردی الکوفی قال حدثنا ابو معاویة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت یا ابن اختی کان ابواک یعنی ابا بکر والزبیر من الذین استجابوا

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے بھانجے میرے تمہارے باپ یعنی ابو بکر اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَہُمُ الۡقَرۡحُ[۱] یہ بھی فرمایا (اصل واقعہ یہ ہے) کہ جب مشرکین اُحد سے

۱۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا بعد اس کے کہ اُن کو زخم پہنچ چکا تھا۔

لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ قالت لما انصرف المشرکون من احد واصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ ما اصابھم خاف ان یرجعوا من یندب لھؤلاء فی خبابھم حتی یعلموا ان بنا قوۃ قالت فانتدب ابوبکر والزبیر فی سبعین فخرجوا فی اثار القوم فسمعوا بھم فانصرفوا قالت فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ قالت لم یلقوا عدوا

لوٹے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کو وہ تکلیف پہنچی جو پہنچی تھی (یعنی ظاہری شکست) اور آپ کو یہ خوف ہوا کہ شاید کفار پھر پلٹ کر آرہے ہیں (یعجب آپ کو کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کا باہم مشورہ ہوا ہے کہ مسلمان بھاگ تو گئے ہیں اور اُن میں ضعف آگیا ہے۔ ایک حملہ اس شدت سے اور کرو کہ اُن کا استیصال اور قلع قمع ہو جائے) تو آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو میرا حکم بجالائے۔ اور اُن کے خیموں میں گھس پڑے تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ (ہنوز) ہم میں قوت ہے۔ تو ستّر آدمیوں میں سے (صرف) ابوبکرؓ اور زبیرؓ نے آپ کی اجابت کی۔ اور قوم کے پیچھے نکل کھڑے ہوئے جب کفار کو یہ معلوم ہوا تو وہ لوٹ گئے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ۔ اور یہ بھی کہا کہ اُن دونوں نے دشمن کو نہ پایا۔

ابن السماک کی کنیت ابوعمرو اور نام ونسب یہ ہے۔ عثمان بن احمد بن یزید بغدادی دقاق ابن السماک کے ساتھ معروف ہیں۔ انھوں نے محمد بن عبید اللہ المنادی۔ حنبل بن اسحاق۔ حسن بن مکرم۔ یحییٰ بن ابی طالب اور اس فن کے دوسرے بزرگوں سے علم حدیث کو حاصل کیا اور خود اُن سے حاکم۔ ابن مندہ۔ ابن القطان۔ ابو علی ابن شاذان اور دوسرے بزرگ روایت کرتے ہیں۔ خطیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن رزقویہ سے یہ سُنا ہے۔ خذ من البازی الابیض ابو عمرو بن السماک (سفید باز ابو عمرو بن سماک سے علم حاصل کرو) ماہ ربیع الاول ۳۴۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اُن کے مکان سے قبرستان تک اُن کے جنازہ کے ساتھ پچاس ہزار آدمی تھے۔

جزء فضائل اہل البیت

یہ کتاب ابوالحسن علی بن معروف بزاز کی تصنیف ہے۔ آخر کتاب میں باب حدیث البر والصلۃ کے ذیل میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔

ل پھر اللہ کے فضل اور احسان سے چلے آئے (اور) اُن کو کچھ بُرائی نہ پہنچی اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔

حدثنا ابو اسحق ابراهيم بن عبد الصمد
بن موسى بن محمد بن ابراهيم بن محمد
بن علی بن عبد الله بن عباس قال حدثنی
ابی قال حدثنی محمد بن ابراهيم الامام
عن عبد الصمد بن علی بن عبد الله بن
عباس قال حدثنی ابی عن جدی عبد الله
قال قال النبی صلی الله علیه وسلم انه
کان فی بنی اسرائیل ملکان اخوان علی
مدینتین وکان احدهما بارًا برحمه
عادلًا فی رعیته وکان الاخر عاقًا لرحمه
جابرًا علی رعیته وکان فی عصرهما نبی
فاوحی الله الی ذلك النبی ان قد بقی من
عمر هذا البار ثلث سنین ومن عمر هذا
العاق ثلثون سنة فاخبر ذلك النبی رعیة
هذا ورعیة هذا فاحزن ذلك رعیة
العادل واحزن ذلك رعیة الجابر قال
ففرقوا بین الاطفال والامهات وترکوا
الطعام والشراب وخرجوا الی الصحراء
یدعون الله عز وجل ان یمتعهم
بالعادل ویزیل عنهم امر الجابر فاقاموا
ثلثا فاوحی الله عز وجل الی ذلك النبی
ان اخبر عبادی انی قد رحمتهم فاجبت
دعائهم فجعلت ما بقی من عمر هذا
البار لذلك الجابر وما بقی من عمر
ذلك الجابر لهذا البار قال فرجعوا

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو بھائی دو
شہروں کے بادشاہ تھے۔ اُن میں سے ایک تو اپنے
قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی (بھلائی) اور اپنی
رعایا کے ساتھ انصاف کرتا تھا۔ اور دوسرا قطع رحمی
سے پیش آتا تھا اور اپنی رعیت پر ظلم کرتا تھا۔ اُن کے
زمانہ میں ایک نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن (نبی) پر وحی
نازل فرمائی کہ اس نیک بخت بادشاہ کی عمر کے صرف
تین ۳ سال باقی رہ گئے۔ اور اُس نافرمان کی عمر کے تیس ۳۰
سال باقی ہیں۔ نبی نے اس امر کی اطلاع دونوں
بادشاہوں کی رعیت کو دیدی۔ تو اُس عادل کی
رعایا کو (بھی) اُس کا غم ہوا۔ اور اُس ظالم کی
رعایا (بھی) غمگین ہوئی۔ دونوں کی رعیت نے
بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا، اور کھانا پینا ترک کر کے
صحرا میں جا کر دعا کرنے لگے کہ خدا! اس جابر
کے پنجے سے نجات دے اور عادل کا زمانہ دیر تک
قائم رہے (تاکہ رعایا کو چین نصیب ہو) اسی طرح
تین ۳ دن دعا میں گزار دیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
نے نبی پر یہ وحی نازل فرمائی کہ میرے بندوں کو
اس کی خبر کر دو کہ میں نے اُن پر رحم کیا اور اُن کی
دعا کو قبول کیا۔ اور میں نے اُس عادل کی عمر میں
سے جو کچھ باقی رہا تھا وہ تو اُس ظالم کو دیدیا۔ اور
اُس ظالم کی عمر میں سے جو کچھ باقی رہا تھا وہ اُس نیک
بخت کو عطا کر دیا (یہ سُنکر) لوگ خوشی خوشی گھروں
کو واپس ہوئے۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ) وہ ظالم تو

الیٰ بیوتهم ومات الجابر لتمام ثلٰث سنین وبقی العادل فیهم ثلٰثین سنة ثم تلا رسول الله صلی الله علیه وسلم وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ۔

تین سال کے بعد ہی مرگیا۔ اور وہ عادل تیس سال تک زندہ رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر مگر لکھا ہے کتاب میں بیشک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ (یعنے جسکی جتنی عمر ہے، لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے)۔

یہ علی بن معروف، علی بن الفراس کے (جو عمدہ محدثین میں سے ہیں) اُستاد ہیں۔ اور ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی کے شاگرد ہیں۔ جیساکہ گزشتہ حدیث کے اسناد میں بیان ہوا۔ خطیب کہتے ہیں کہ محمد بن الباغندی۔ ابوالقاسم بغوی اور قاضی محاملی بھی ان کے شاگرد ہیں۔ اور میں ایک واسطہ سے اُن سے روایتیں لاتا ہوں۔ ابوالحسن نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اُن کی وفات کا سال تو معلوم نہیں۔ البتہ اس قدر معلوم ہے کہ ۳۵۵ھ تک زندہ رہے۔ کیونکہ ابن التوزی نے اُن سے اسی سال حدیث کا سماع کیا ہے۔ گویا اس سن کے بعد کسی سال وفات ہوئی۔

اربعین شحامی

اس کتاب میں چالیس حدیثیں ہیں۔ جن کے آخر میں اشعار وحکایات بھی بیان کی گئی ہیں شحامی کا نام ونسب یہ ہے۔ ابومنصور عبدالخالق بن زاہر بن طاہر الشحامی۔ اِس کتاب کے دیباچہ میں یہ خطبہ ہے۔

الحمد لله رب العالمین علی آلائه حمدًا کما ینبغی لکرم وجهه وعز جلاله والصلٰوة والسلام علی المفضل علی جمیع خلقه محمد وآله الطیبین وصحبه الطاهرین من بعده وبعد فقد سلف منی جمع اربعین حدیثًا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من اربعین شیخًا

ہر قسم کی نعمتوں پر تمام محامد کا مستحق وہی خدا ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے میں اُس کی وہ کامل حمد کرتا ہوں جو اس بزرگ ذات اور اُس کی عزت جلال کے شایان ہے درود وسلام اُس ذات پر نازل ہوتا رہے جس کو تمام مخلوق پر فضیلت دی گئی ہے جن کا نام محمد ہے اور ان کے بعد آپ کی پاک اولاد اور آپ کے پاکباز صحابہ پر۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد (یہ عرض ہے کہ) میں اس سے قبل رسول اللہ

ؔ نیشاپور میں شوال ۵۰۰ھ میں وفات پائی۔

من مشايخي الذين ادركتهم وسمعت منهم
ورجوت بذلك الدخول في زمرة الذين
ورد فيهم الخبر المشهور عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم من حفظ اربعين
حديثا من امتي الخ فاستخرت ربي تعالى في
ان اخرج من مسموعاتي اربعين حديثا
عن اربعين شيخا من مشايخي عن اربعين
نفرا من الصحابة الاكرمين واتيمن
بالبداية بالعشرة المشهود لهم بالجنة
فيجتمع لها مع شرف المتن شرف السند
جعل الله تعالى سعيا خالصا لوجهه
وامدنا من نوال بركاته بفضله وسعة
جوده.

صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں اپنے شیوخ میں سے
ان چالیس شیوخ سے جن کی صحبت میں نے پائی اور جن سے
میں نے سماع حدیث کیا جمع کر چکا تھا۔ اس جمع کرنے سے
میں نے یہ امید کی کہ میں ان لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤں
جن کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مشہور
حدیث وارد ہوئی ہے۔ من حفظ اربعین حدیثا من
امتی الخ میرے دل میں اس کا پختہ ارادہ پیدا ہوا کہ اپنی
سنی ہوئی حدیثوں میں سے صرف ان چالیس حدیثوں کی تخریج
کروں جن کو میرے استادوں میں سے چالیس استادوں نے
چالیس صحابہ کرام سے نقل کیا ہو۔ اور ان میں بھی ابتداء
عشرہ مبشرہ بالجنۃ (یعنی وہ دس صحابہ جن کو دنیا میں جنت
کی بشارت دیدی گئی تھی) سے ابتداء کروں تاکہ شرف متن
کے ساتھ ساتھ شرف سند کا فخر بھی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالے
ہماری کوشش کو خالص اپنی ذات کے لئے کرے اور اپنے فضل وکشادہ بخشش کے باعث ہم کو برکتوں کی بخششوں سے بھر دے۔

اس کی پہلی حدیث اس طرح بیان کی ہے:

اخبرنا جدي ابو عبد الرحمن طاهر بن محمد
المستملي قال اخبرنا ابو سعيد محمد بن موسى
بن الفضل الصيرفي قال حدثنا محمد بن
يعقوب بن يوسف الاصم قال حدثنا ابو الدرداء
هاشم بن محمد الانصاري ببيت المقدس
قال حدثنا عتبة بن السكن يكنى ابا سليمان
الفزاري الحمصي قال حدثنا الضحاك بن
ابي حمزة عن ابي نصر عن ابي رجاء العطاردي
عن عمران بن الحصين عن ابي بكر الصديق
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت ابوبکر صدیق رض
فرماتے ہیں کہ جناب رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے
دن غسل کیا اس کے تمام
گناہ اور خطائیں معاف کر دی
جائیں گی۔ پھر اگر وہ نماز
جمعہ کے لئے چلے گا تو اللہ
تعالی ہر قدم پر بیس سال
کا عمل لکھ دے گا۔ اور

من اغتسل یوم الجمعۃ محیت ذنوبہ و خطایاہ فاذا راح کتب اللہ لہ بکل قدم عمل عشرین سنۃ فاذا قضیت الصلوٰۃ اجیز بعمل مائتی سنۃ۔

جب نماز (بھی) پوری ہو جائے تو دو سو سال کے عمل کے برابر اُس کو اجر دیا جائیگا۔

✦ ✦ ✦ ✦

پھر انشادات میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن احمد المؤذن قال اخبرنا ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن باکویہ قال اخبرنا نصر بن ابی نصر قال اخبرنا جعفر بن نصیر قال سمعت الجنید یقول حججت علی الوحدۃ فجاورت بمکۃ فکنت اذا جن اللیل دخلت المطاف فاذا بجاریۃ تطوف فتقول۔

جعفر بن نصیر فرماتے ہیں کہ میں نے جنیدؒ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں اکیلا حج کو گیا۔ اور مکہ میں مقیم ہو گیا۔ جب رات تاریک ہوتی تو میں مطاف میں داخل ہوتا تھا (اور وہاں طواف کرنے میں مشغول ہوتا۔ ایک روز میں گیا تو میں نے) ایک لونڈی کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ طواف کر رہی ہے۔ اور یہ اشعار اس کی زبان پر ہیں۔

ابی الحب ان یخفی وکم قد کتمتہ
ہر چند میں نے چھپانا چاہا مگر محبت نے مخفی رہنے سے انکار کیا

فاصبح عندی قد اناخ[1] وطنبا[2]
اور اب اُس نے اندر جگہ کر لی اور خیمہ گاڑ دیا۔

إذا اشتد شوقی هام قلبی بذکرہ
جب میرا شوق شدت پکڑتا ہے تو میرا دل اس (محبوب) کے ذکر سے حیران و سرگشتہ ہو جاتا ہے

فان رمت قربا من حبیبی تقربا
جب میں محبوب سے قرب کی خواہش ہوتی ہے تو اس کا ذکر قریب ہو جاتا ہے

ویبدو فافنی ثم أحیی لہ بہ
اور ظاہر ہوتا ہے وہ تو کبھی اس کے لئے زندہ کیا جاتا ہوں کبھی مُردہ۔

ویسعدنی حتے الذ واطربا
اور وہ میری مدد کرتا ہے یہاں تک کہ میں لذت پاتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں

قال قلت لها یا جاریۃ اما تتقین اللہ فی مثل هذا المکان تتکلمین بهذا الکلام فالتفتت الیّ وقالت لی۔ یا جنید

(جنیدؒ کہتے ہیں) میں نے اس لونڈی سے کہا کہ اے جاریہ کیا اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرتی اس متبرک مقام میں یہ باتیں کرتی ہے تو اس نے میری طرف دیکھ کر کہا اے جنید!

لولا التقی لم ترنی
اگر تقوےٰ مانع نہ آتا

اهجر طیب الوسن
تو میں عمدہ خواب کو چھوڑ دیتی

---

[1] اونٹ بٹھایا۔ [2] خیمہ کو تاننا مراد اقامت۔

ان التقى شردني

بیشک تقوٰے نے ہی مجھ کو میرے وطن سے نکالا

افر من وجدي به

مَیں بوجہ تقوٰے اپنے عشق سے کنارہ کش ہوں ۔

ثم قالت تطوف بالبيت ام برب البيت فقلت اطوف بالبيت فرفعت رأسها الى السماء وقالت سبحانك سبحانك ما اعظم مشيتك في خلقك خلق كالاحجار ثم انشادت تقول۔

يطوفون بالاحجار يبغون قُربة

وہ پتھروں کا طواف کرکے تیری قربت کو طلب کرتے ہیں

وتاهوا فلم يدروا من التيه من هم

وہ حیران و سرگشتہ ہوگئے۔ اور سرگشتگی کی وجہ سے ان کو پتہ نہ رہا کہ وہ کون ہیں۔

فلو اخلصوا في الود غابت صفاتهم

اگر وہ دوستی میں خالص ہوتے تو اُن کی یہ صفات اُن سے غائب ہوجاتیں

قال الجنيد فغشي علي من قولها فلما افقت لم ارها۔

كما ترى عن وطني

چنانچہ تو دیکھ رہا ہے

فحبه تيمني

حالانکہ اُس کی محبت نے مجھ کو دیوانہ کردیا

پھر اُس نے کہا تو بیت (کعبہ) کا طواف کرتا ہے یا رب بیت (خدا) کا۔ میں نے کہا کہ میں بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں تو اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا (اور استعجاب کے ساتھ کہنے لگی اے اللہ) تو پاک ہے تو پاک ہے تیری مشیت وارادہ مخلوق میں کس قدر عظیم الشان ہے کہ تم نے پتھر جیسی مخلوق کو پیدا کیا۔ پھر یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

اليك وهم اقسى قلوبا من الصخر

حالانکہ اُن کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں۔

وحلوا محل القرب في باطن الفكر

اور اپنے خیال میں وہ منازل قربت میں اُترے

وقامت صفات الود للحق بالذكر

اور ذکر کی وجہ سے خدا کی محبت کے آثار ان پر طاری ہوجاتے

جنید فرماتے ہیں کہ اس کے اس قول سے مجھ پر بیہوشی طاری ہوگئی اور جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اُس کو وہاں نہ پایا۔

الامتاع بالاربعين المتباينة بشرط السماع

یہ کتاب شیخ ابن حجر عسقلانی[1] (المتوفی ۸۵۲ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ اُن چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جن کو وہ اپنے چالیس شیوخ سے نقل کرتے ہیں اور ہر شیخ کی سند علیحدہ علیحدہ صحابی تک منتہی ہوتی ہے۔ گویا صحابہ میں سے بھی چالیس شخص اُن کے راوی ہوئے۔ اُن

[1] اس کتاب میں فتح الباری شرح بخاری کے بیان میں آپ کے مختصر حالات زندگی درج ہیں۔

میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ روایت حدیث کے بعد کوئی شعر بھی ضرور لکھتے ہیں۔ چنانچہ اُن چالیس حدیثوں میں سے دوسری حدیث یہ ہے۔

ان الناس لم یؤتوا شیئًا بعد کلمة الاخلاص مثل العافیة۔

یعنی لوگوں کو کلمۂ اخلاص کے بعد عافیت اور صحت سے بڑھ کر زقابل قدر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔

اُس کے بعد یہ قطعہ درج ہے۔

امران لم یوت امرء عاقل | مثلهما فی دارنا الفانیة

دو چیزیں ایسی ہیں کہ کسی عاقل کو اس دار فانی میں اُن کے مثل کوئی چیز نہیں دی گئی۔

من یشر الله تعالیٰ لہ | شهادة الاخلاص والعافیة

جس کو اللہ تعالےٰ شہادتِ اخلاص یعنے کلمۂ طیبہ نصیب کرے اور اس کو صحت و عافیت بھی نصیب ہو

تیسری حدیث یہ ہے۔ انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے) اور اُس کے بعد یہ قطعہ درج ہے۔

انما الاعمال بالنیات | فی کل امرا مکنت فرصته
اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے | ہر اس کام میں جس کے کرنے کا وقت ملے
فانو خیرًا وافعل الخیروان | لم تطقه اجزءت نیته
نیت اچھی کرو اور کام بھی اچھا | اگر اچھے کام کی توفیق نہ مل سکے تو اچھی نیت ہی کافی ہے

چوتھی حدیث یہ ہے۔ ما من امرء مسلم تحضرہ صلوٰة مکتوبة فیحسن طهورها ورکوعها وخشوعها الخ (نہیں ہے کوئی مسلمان آدمی سوائے اس کے کہ اس کو فرض نماز کا وقت ملے اور وہ اچھی طرح وضو کرے اور رکوع و خشوع بھی اچھی طرح ادا کرے) اُس کے بعد یہ قطعہ درج ہے۔

احسن التطهیر واخشع قانتا | مطمئنا فی جمیع الرکعات
اچھی طرح وضو کرو اور نماز کی تمام رکعتوں میں | خموشی واطمینان سے خشوع وخضوع کرنا چاہیئے
فهو کفارة ماقدمته | من صغیر الذنب ان الحسنات[1]
پس (وضو) پچھلے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا | کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیا کرتی ہیں۔

پانچویں حدیث کے بعد جو نھی عن الشرب قائمًا (یعنے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت) ہے،

[1] ان الحسنات اشارہ ہے آیہ شریفہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کی طرف۔

یہ قطعہ درج ہے۔

اذا رمت تشرب فاقعد تغز | تشبہ صفوۃ اهل الحجاز

جب پانی پینے کا ارادہ کرے تو بیٹھ جا، تاکہ | اہل عرب کے برگزیدہ سے مشابہت نصیب ہو

وقد صحوا شربہ قائما | ولکنہ لبیان الجواز

(محدثین نے نبی کریم کی کھڑے ہوکر پانی پینے کو بھی صحیح ثابت کیا ہے | لیکن یہ عمل صرف بیان جواز کے لئے تھا۔

چھٹی حدیث کے بعد جس کے راوی ضمام بن ثعلبہ ہیں یہ قطعہ درج ہے۔

واظب علی السنن الصحیح تکتسب | اجرا و یرضی اللہ عنک و تربح

احادیث صحیحہ پر ہمیشہ عمل پیرا رہ تجھ کو اس کی عوض اجر حاصل ہوگا۔ اللہ تعالےٰ تجھ سے راضی ہوگا اور تو اس سے نفع بھی اٹھائیگا۔

فان اقتصرت علی الفرائض فلیکن | من غیر زهد فی النوافل تفلح

اگر تو فرائض پر اکتفا کرے تب بھی فلاح کو تو پہنچے گا۔ | بشرطیکہ نوافل سے اعراض و انکار نہ کرے۔

ساتویں حدیث کے بعد جس میں دس[1] صحابیوں کو دنیا ہی میں جنّت کی خوشخبری دی گئی ہے، یہ قطعہ درج ہے۔

لقد بشر الهادی من الصحب زمرۃ | بجنات عدن کلهم فضل اشتهر

صحابہؓ میں سے ایک جماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّات عدن کی خوشخبری دی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا فضل وکمال مشہور ہے

سعیدٌ زبیر سعد طلحۃ عامر | ابوبکر عثمان ابن عوف علیّ عمر

وہ یہ ہیں۔ سعیدؓ زبیرؓ سعدؓ طلحہؓ عامرؓ | ابوبکرؓ عثمانؓ ابن عوفؓ علیؓ اور عمرؓ

مسلسلات صغرٰی

یہ کتاب جلال الدّین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) کی تصنیف ہے۔ ان میں سے ایک حدیث مسلسل بیوم العید ہے۔ اور ایک حدیث مسلسل بمصافحہ ہے، جو انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ ان میں سے اکثر مسلسلات حضرت شیخ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ کی کتاب المسلسلات میں درج ہیں۔ راقم الحروف کو بحمد للہ اُن کا سماع حاصل ہے۔ اسی سبب سے اُس میں سے کچھ نہیں لکھا گیا۔

[1] مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مختصر حصن حصین

اِس کتاب کا نام عُدّۃ ہے۔ جو خود صاحبِ حصن حصین شیخ شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد الجزری (المتوفی سنہ ۸۳۳ھ) کی تصنیف ہے۔ اُس کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

الحمد لله الذی جعل ذکرہ عدۃ من الحصن الحصین وصلوات وسلامه علی سیّد الخلق محمد النبی الامی الامین وعلیٰ اٰله الطیبین الطاہرین واصحابه اجمعین والتابعین لهم باحسان الی یوم الدین وبعد فلما کان کتابی الحصن الحصین من کلام سید المرسلین مما لم اسبق الی مثله من المتقدمین وعز تالیف نظیرہ علی من سلك طریقه من المتاخرین لما حوی من الاختصار المبین والجمع الرصین والتصحیح المتین والرمز الذی هو علی العز ومعین حدانی علی اختصارہ فی هٰذہ الاوراق من اصله المذکور بعد ان کنت سُئِلتُ عن ذٰلك مرارًا فی سنین وشهور ممن هو انس غربتی وکشف کربتی فاوجب الحق علی مکافاته ولم اقدر علیها الا بالدعاء له فاسأل الله تعالیٰ نصرہ ومعافات الخ۔

تمام تعریف اُس خدا کے لئے ہے جس نے اپنے ذکر کو ایک محفوظ قلعہ کا سامان بنایا اور صلوٰۃ وسلام ہو مخلوق کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی اُمّی اور امین ہیں اور آپؐ کی پاک و برگزیدہ اولاد پر اور آپؐ کے تمام اصحابؓ پر اور اُن لوگوں پر جو قیامت تک نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کریں۔ اس کے بعد (گزارش ہے کہ) چونکہ میری کتاب الحصن الحصین من کلام سیّد المرسلین ایسی کتاب تھی کہ متقدّمین نے اُس جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اور متاخّرین کا طریقہ اختیار کرنے والوں میں بھی اُس کی نظیر کا تالیف ہونا نادر تھا۔ کیونکہ وہ صاف اختصار، عمدہ جامعیت اور مضبوط صحت پر حاوی اور ممدو معاون رموز سے مزین ہے۔ میں ان اوراق میں اصل مذکور کا کچھ خلاصہ واختصار کرنے پر آمادہ ہوا ہوں۔ چونکہ مجھ سے بارہا مہینوں اور برسوں ایسے شخص کی جانب سے اس امر کی خواہش کی گئی جو میری وحشت میں اُنس پیدا کرتا اور میری کُرب کو دور کرتا ہے۔ اور جس کا بدلہ میرے ذمہ واجب ہے درآنحالیکہ میں اُس کے حقوق کی تلافی پر قادر نہیں سوائے اس کے کہ اُس کے لئے دعا کروں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اُس کی مدد کرے اور اُس کو تندرست اور خوش وخرم رکھے۔

تخریج احادیث الاحیاء

اس کتاب کا نام المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار ہے اور شیخ حافظ زین الدین عراقیؒ (المتوفی ۸۰۶ھ) کی تصنیف ہے۔ ان کی کنیت ابو الفضل اور نام عبد الرحیم بن الحسین العراقی ہے۔

صحیح بخاری

اس کتاب اور نیز اس کے مصنف کے حالات اس درجہ مشہور اور شائع ہیں کہ ان کے بیان میں مشغول ہونا فضول سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن صرف اس نیت سے کہ صالحین کا ذکر نزولِ رحمت کا باعث ہوتا ہے اور نیز یہ کہ اور مشہور کتابوں اور ان کے مصنفین کے حالات بھی اس مختصر رسالہ میں لکھے گئے ہیں اس وجہ سے امام بخاریؒ کے کچھ حالات جن کا یہ رسالہ متحمل ہو سکتا ہے اس میں لکھے جاتے ہیں۔

امام بخاریؒ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اور نام و نسب یہ ہے۔ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بَرْدِزْبَہ۔ اس لفظ کو بائے موحدہ کے فتح اور رائے مہملہ کے سکون اور دال مہملہ کے کسرہ اور زائے معجمہ کے سکون اور اس کے بعد کی بائے موحدہ کو فتح اور تائے تانیث موقوفہ سے پڑھنا چاہئے۔ بَرْدِزْبَہ، دہقانِ بخارا کی لغت میں کاشتکار یا کارندہ کو کہتے ہیں۔ بخاریؒ کو ولاء کی طرف نسبت کرکے جُعفی کہتے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ کا یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا اس کو اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ بخاریؒ کے جدِ ثانی مغیرہ حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اس وجہ سے بخاری کو بھی جعفی کہنے لگے۔

امام بخاریؒ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔ آپ لاغر و جسم کے تھے۔ نہ دراز قامت نہ کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قد رکھتے تھے۔ بخاری بچپن میں ہی نابینا ہو گئے تھے اس وجہ سے ان کی والدہ کو اس کا سخت قلق رہتا تھا اور وہ نہایت گریہ و زاری سے خدا تعالیٰ کی جناب میں ان کی بصارت کے لئے دعا کیا کرتی تھیں۔ ایک شب کو ان کی والدہ نے حضرت

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا، آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ و زاری اور دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عنایت فرمائی۔ جب وہ صبح کو اُٹھیں تو اپنے لختِ جگر کی آنکھوں کو روشن و بینا پایا۔

(بخاریؒ کو احادیث یاد کرنے کا شغف و شوق بچپن ہی سے تھا، چنانچہ دسؔ سال کی عمر میں یہ حالت تھی کہ مکتب میں جس جگہ پر حدیث کا نام سُنتے فوراً اُس کو یاد کر لیتے۔ مکتب سے فراغت پائی اور یہ معلوم ہوا کہ بخارا میں داخلی علماء حدیث میں سے ہیں، تو اُن کی خدمت میں آمد و رفت شروع کی۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ داخلی اپنے نسخہ میں سے لوگوں کو احادیث سُنا رہے تھے۔ اثنارِ درس میں اُن کی زبان سے نکلا۔ سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم۔ بخاریؒ فوراً بول پڑے کہ حضرت ابو الزبیرؓ تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ مگر جب داخلی نے اُن کی بات کو تسلیم نہ کیا تو بخاریؒ نے کہا کہ اس کو اصل نسخہ میں تو دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ داخلی اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اصل نسخہ پر نظر ڈالی، باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اُس لڑکے کو بُلاؤ۔ جب بخاری حاضر ہوئے تو داخلی نے فرمایا کہ مَیں نے اُس وقت جو پڑھا تھا بیشک وہ غلط نکلا۔ اب آپ بتلائیں کہ صحیح کس طرح ہے۔ اس پر بخاریؒ نے عرض کیا کہ صحیح سفیان عن الزبیر بن عدی عن ابراھیم ہے۔ داخلی حیران ہو گئے اور کہا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ پھر قلم اٹھا کر قرأۃ کے نسخہ کی تصحیح کی۔

یہ واقعہ اُن کی عمر کے گیارھویں سال کا ہے۔ جب بخاری سولہؔ سال کے ہوئے تو آپ نے (عبداللہ) ابن المبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں۔ اور وکیع کے نسخے بھی ازبر کر لئے۔ پھر اپنی والدہ اور بھائی احمد کے ہمراہ برائے حج مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت پائی تو اُن کی والدہ اور بھائی وطن واپس چلے آئے۔ اور وہ خود بلادِ حجاز میں طلبِ حدیث کے لئے رُک گئے۔ جب اٹھارہؔ سال کے ہوئے تو سلسلۂ تصنیف شروع کیا اور فضائل صحابہؓ و تابعینؒ اور اُن کے اقوال کا ذخیرہ فراہم کرنے لگے یہاں تک کہ اس کو ایک مجموعہ کی شکل دے کر اور مرتب کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر کتاب التاریخ کا مسودہ شروع کر دیا۔ آپ راتوں کو چاند کی روشنی میں لکھا کرتے تھے۔ بخاریؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس تاریخ میں کوئی ایسا نام نہیں ہے جس کے بارے میں ایک طویل قصہ مجھے یاد نہ ہو۔ اگر کتاب کی طوالت اور شاگردوں کے ملال اور اُکتا جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو مَیں اُن تمام قصوں کو

اس تاریخ میں لکھ دیتا۔

حاشد بن اسمٰعیل (جو بخاری کے زمانہ کے محدث ہیں) کہتے ہیں کہ بخاری طلب حدیث کے لئے میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن اُن کے پاس قلم، دوات یعنی لکھنے کا سامان کچھ نہ ہوتا تھا اور نہ وہاں کچھ لکھتے تھے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ جب تم حدیث کو سُن کر لکھتے نہیں تو تمھارے آنے جانے سے کیا فائدہ۔ اس طرح کا سُننا تو ہوا کی طرح ہے ایک کان سے گھس کر دوسرے کان سے نکل جاتی ہے۔ سولہ دن کے بعد بخاریؒ نے مجھ سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ کو بہت تنگ کردیا۔ آؤ اب میری یاد کا اپنے نوشتوں سے مقابلہ کرو۔ اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ بخاریؒ نے از بر صحت کے ساتھ سب کو اس طرح سُنایا کہ مَیں خود اپنی لکھی ہوئی کو اُن سے صحیح کرتا تھا۔ اس کے بعد بخاریؒ نے کہا کہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں عبث اور بے فائدہ سرگردانی کرتا ہوں۔

حاشد بن اسمٰعیل کہتے ہیں کہ میں اُسی روز سمجھ گیا کہ یہ ہونہار ہیں اور آگے چل کر کوئی اُن سے مقابلہ نہ کرسکے گا۔

اس جامع (صحیح بخاری) کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ وہ ایک دن اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھے۔ اسحاق بن راہویہ کے احباب نے کہا کہ کیا اچھا ہو اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی توفیق دے کہ سُنن میں کوئی ایسا مختصر تیار کرے جس میں صرف وہ صحیح حدیثیں ہوں جو صحت میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں۔ تاکہ عمل کرنے والے بلا خوف و تردّد مجتہدین کی طرف مراجعت کئے بغیر اس پر عمل پیرا ہوں۔ بخاریؒ کے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی۔ اور اُسی وقت سے اس جامع کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ چھ لاکھ حدیثوں کے اس ذخیرہ میں سے جو اُن کے پاس موجود تھا انتخاب شروع کیا۔ جو اُن میں صحیح ترین تھیں اُن پر اکتفا کیا۔ اور بعض وہ احادیث جو اسی درجہ پر صحیح تھیں ان کو طوالت کے خوف یا کسی دوسرے سبب سے چھوڑ بھی گئے۔

بخاریؒ جب کسی حدیث کو لکھنے کا ارادہ کرتے تھے تو اوّل غسل کرکے دو رکعت نفل ادا کرتے۔ اور پھر اس کو لکھتے۔ چنانچہ سولہ سال کے عرصہ میں اس انتخاب سے فراغت پائی۔ جب اس کا قصد کیا کہ اُن حدیثوں کی اُن کے مضمون کے مطابق ترتیب دی جائے (اس کو اصطلاح محدثین میں ترجمۃ الباب کہتے ہیں) تو مدینہ منورہ میں قبر مبارک اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی مقام میں اس اہم کام کو انجام دیا۔ ہر ترجمہ پر دو رکعت نفل

ادا کرتے تھے۔

الغرض بخاریؒ کی حُسنِ نیت کا نتیجہ تھا کہ یہ جامع اس قدر مقبول ہوئی کہ اُن کی زندگی میں ہی اُس کو نوّے ہزار آدمیوں نے آپ سے بلاواسطہ سُنا۔ جن میں سب سے آخری فِربری ہیں اور آجکل اُن کی روایت ہی علوِ اسناد کی وجہ سے شائع و مشہور ہے۔

بخاریؒ کی نادر باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کسی شخص کی غیبت کا سوال نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ مَیں نے بفضل اللہ کسی کی غیبت نہیں کی۔ سبحان اللہ کس قدر تعفّف اور توَرّع تھا۔ (خدا تعالےٰ ہر مسلمان کو اس کی توفیق عنایت فرمائے آمین)۔

طریقہ صالحین کے مطابق بخاریؒ کو بھی محنت و ابتلاء پیش آیا کہ خالد بن احمد ذُہلی امیرِ بخارا نے اُن کو اِس امر کی تکلیف دینی چاہی کہ اس کے مکان پر آ کر اس کے بیٹوں کو جامع و تاریخ اور دوسری کتابوں کا درس دیں۔ بخاریؒ نے جواب دیا کہ یہ حدیث کا علم ہے میں اس کو ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔ اگر تم کو غرض ہے تو اپنے بیٹوں کو میری مجلس میں بھیجدیا کرو تا کہ دوسرے طلبہ کی طرح وہ بھی علم حاصل کریں۔ امیر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو جس وقت میرے بیٹے آپ کے پاس آئیں آپ دوسرے طلبہ کو اپنی خدمت میں نہ آنے دیں۔ میرے دربان اور چوبدار دروازہ پر تعینات رہیں گے۔ میری نخوت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ جس مجلس میں میرے بیٹے موجود ہوں وہاں جولاہے، دُھنئے بھی اُن کے ہمنشین ہوں۔ بخاریؒ نے اس کو بھی قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہ علم پیغمبر کی میراث ہے۔ اس میں ساری اُمت شریک ہے۔ کسی کو کوئی خصوصیت نہیں۔ اس گفت و شنید سے امیر مذکور بخاریؒ سے رنجیدہ ہو گئے۔ طرفین میں کدورت بڑھتی رہی۔ نوبت بایں جا رسید کہ امیر مذکور نے ابن ابی الورقا، اور اُس وقت کے دوسرے علماء ظاہری کو اپنے ساتھ ملا لیا اور بخاریؒ کے مسلک پر طعن کرنے لگے اور ان کے اجتہاد میں غلطیاں نکال کر ایک محضر تیار کرایا۔ اور اس حیلہ و بہانہ سے بخارا سے ان کو نکال دیا۔ بخاریؒ وہاں سے روانہ ہوتے تو انھوں نے جنابِ الٰہی میں دعاء کی کہ اے اللہ! ان لوگوں کو اُس بلا میں مبتلا کر جس میں وہ مجھ کو کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی ایک ماہ بھی پورا گزرنے نہ پایا تھا کہ خالد بن احمد معزول ہوتے خلیفہ کا حکم پہنچا کہ اُن کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھمائیں۔ انجام کار اُن کو کامل تباہی کا سامنا ہوا جیسا کہ کُتب تاریخ میں لکھا ہوا ہے اور مشہور ہے۔ حریث بن ابی الورقا کو بھی

بعد رسوائی اور فضیحت کا منہ دیکھنا پڑا۔ اُن کا وقار خاک میں مل گیا۔ نیز اس وقت کے اُن علماء کو بھی جو بخاریؒ کے درپے تذلیل اور (خالد بن احمد ذہلی کے) مشورہ میں شریک تھے، پوری پوری آفت پہنچی۔

بخاریؒ اس بیکسی کی حالت میں پہلے نیشاپور گئے جب وہاں کے امیر سے بھی نہ بنی تو وہاں سے مراجعت کر کے خرتنگ تشریف لائے (یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو سمرقند سے تین فرسخ (دس میل کے فاصلہ) پر واقع ہے) ۲۵۶ھ میں شب شنبہ کو جو لیلۃ الفطر تھی عشاء کی نماز کے وقت اُسی جگہ بخاریؒ کا انتقال ہوا۔ عید کے دن نماز ظہر کے بعد دفن کر دیئے گئے۔

بخاریؒ کی عمر ۶۲ سال کی ہوئی۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔

ولد فی صدق وعاش حمیداً ومات فی نور

اس جملہ میں صدق کے اعداد ۱۹۴، ان کی پیدائش، حمید کے اعداد ۶۲۔ ان کی عمر، اور نور کے اعداد ۲۵۶۔ ان کی وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں۔

عبدالواحد طوسیؒ نے جو اس زمانہ کے صلحاء اور اکابر اولیاء میں سے تھے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحابؓ کے بر سر راہ منتظر کھڑے ہیں۔ انھوں نے سلام کر کے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کس کا انتظار ہے؟ آپ نے فرمایا محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کا انتظار کر رہا ہوں۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس خواب کے چند روز بعد ہی مَیں نے بخاریؒ کی وفات کی خبر سُنی جب مَیں نے لوگوں سے وقت وفات کی تحقیق کی تو وہی ساعت معلوم ہوئی جس میں مَیں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں منتظر دیکھا تھا۔

وقت شدت خوف دشمن، الحنتی مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں اس جامع صحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے، چنانچہ اکثر اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ بہت سے خوابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ محمد بن مروزی مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے مابین سوئے ہوئے تھے۔ تو یہ خواب دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے ابوزید! کتاب شافعی کا درس کب تک دو گے ہماری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟ محمد بن احمد نے سراسیمہ

ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری جان آپؐ پر قربان ہو۔ آپؐ کی کتاب کونسی ہے۔ فرمایا؎ جامع محمد بن اسمٰعیل۔ امام الحرمین سے بھی اسی طرح کا خواب منقول ہے۔

ایک شخص نے بخاریؒ کی ولادت، وفات اور سنینِ عمر کو اس طرح نظم کیا ہے۔

كان البخاري حافظا ومحدثا | جمع الصحيح مكمل التحرير

بخاریؒ حافظِ حدیث اور محدث تھے۔ | انھوں نے ایسی صحیح کو جمع کیا جو کامل اور منقح ہے

ميلاده صدق ومدة عمره | فيها حميد وانقضى في نور

اُن کا سالِ ولادت صدق ہے۔ مدتِ عمر | حمید ہے اور سالِ وفات نور ہے۔

بخاریؒ کبھی کبھی نظم کا شوق فرماتے تھے۔ چنانچہ طبقات (شافعیہ) کبریٰ میں سبکی نے یہ قطعہ اُن کی طرف منسوب کیا ہے۔

اغتنم في الفراغ فضل ركوع | فعسى ان يكون موتك بغتة

فرصت کے وقت ایک رکعت نماز کی فضیلت کو غنیمت جان | کیونکہ شاید تیری موت اچانک آجائے۔

كم صحيح رأيت من غير سقم | ذهبت نفسه الصحيحة فلتة

میں نے بہت سے تندرستوں کو دیکھا ہے کہ بلا کسی مرض کے | اُن کا تندرست نفس اچانک چل بسا۔

اثیر الدین ابوحیان نے بخاریؒ اور اُن کی جامع کی مدح میں یہ کہا ہے۔

اسامع اخبار الرسول لك البشرى | لقد سدت في الدنيا وقد فزت في الاخرى

اے احادیثِ رسولؐ سننے والے تجھ کو بشارت ہو | بیشک تو دنیا میں سردار اور آخرت میں فائز المرام ہوا

تشنف آذانا بعقد جواهر | تود الغواني لو تقلدنه النحرا

تو ایسے جواہر سے کانوں کی بالیاں تیار کیں | کہ نازک بدن عورتیں بھی اُنکو اپنے گلے کا ہار بنانا چاہتی ہیں

جواهر كم حلت نفوسا نفيسة | فحلت بها صدرا وحلت بها قدرا

وہ جواہر کہ بسا اوقات پاک نفوس نے اُن سے زیور تیار کیا | اور اُن سے اپنے سینوں کو آراستہ اور اپنے مرتبہ کو بڑھایا

ابى الدين الا ما روته اكابر | لنا نقلوا الاخبار عن طيب خبرا

انھوں نے صرف اکابر ہی سے دین کی روایت کی | اور رسول اللہؐ سے حدیث ہم تک نقل کی۔

ولدوا احاديث الرسول مصونة | عن الزيغ والتصحيف فاستوجبوا الشكرا

اور رسولؐ کی اُن حدیثوں کو بیان کر دیا جو محفوظ ہیں | تحریف اور تغیر سے، پس وہ شکریے کے مستحق بنے

؎ یعنے صحیح بخاری جس کا پورا نام "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ" ہے۔

وان البخاری الامام لجامع | بجامعہ منہا الیواقیت والدرا

اور یقیناً امام بخاریؒ اُن حدیثوں میں سے | اپنی جامع میں موتیوں اور یاقوت کو جمع کرنیوالے ہیں

علٰی مفرق الاسلام تاج مرصع | اضاء بہ شمسًا ونار بہ بدرا

وہ جامع جو اسلام کے سر پر مرصع تاج ہے ایسا روشن ہے کہ اُس کے سبب سے سورج نے روشنی حاصل کی اور چاند نے نُور

وبحر علوم تلفظ الدر لا الحصی | فانفس بہ دُرًا واعظم بہ بحرا

بخاریؒ علوم کے ایسے سمندر ہیں جو بجائے کنکریوں کے موتی پھینکتے ہیں | پس کیا ہی خوب ہیں یہ موتی اور کیا ہی بڑا ہے سمندر

تصانیفہ نوُر و نوُر لناظر | فقد اشرقت زھوا وقد اینعت زھرا

اُن کی تصانیف کلیاں ہیں اور آنکھ کے لئے نُور | جو روشنی سے چمکدار ہوئیں اور کلیوں سے ثمر دار ہوئیں

بجامعہ المختار ینظم بینہا | یلخصہا جمعًا ویخلصہا تبرا

وہ اپنی جامع مختار میں موتی پروتے ہیں | ان کا خلاصہ جمع کرتے ہیں اور خالص سونا ان سے نکالتے ہیں

وکم بذل النفس المصونۃ جاھدًا | فجاز لہا بحرا وجاز لہا برا

اپنے برگزیدہ نفس کو اس سلسلہ میں مشقت میں ڈالا | دریا کو ناپا اور کبھی خشکی کو طے کیا۔

وطورا عراقیًا وطورا ایمانیًا | وطورا حجازیًا وطورًا اتی مصرا

کبھی عراق میں آتے اور کبھی یمن میں۔ | کبھی حجاز میں اور کبھی مصر میں۔

الٰی ان حوی منہا الصحیح صحیحۃ | فوافی کتابا قد غدا الاٰیۃ الکبرٰی

حتّٰی کہ احادیث میں سے صحیح صحیح حدیثوں کو جمع کیا | اور اس کو ایک پوری کتاب کی شکل دی جو ان کے بعد انکی بڑی نشانی بنی

کتاب لہ من شرح احمد شرعۃ | مطہرۃ تعلوا السماکین والنسرا

یہ وہ کتاب ہے جس سے شرعِ احمدی کا راستہ ملتا ہے | پاک ہے اور مرتبہ میں سماکین اور نسر ستاروں سے بھی بلند ہے

یہ قصیدہ بہت لمبا ہے طوالت کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ شیخ تاج الدین سبکی نے بھی امام بخاریؒ کی مدح و ستائش میں ایک طویل قصیدہ نظم کیا ہے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

علا عن المدح حتّٰی ما یزان بہ | کانما المدح من مقدارہ یضع

بخاری چونکہ مدح سے بالاتر ہیں اس لئے اس سے انکو زینت نہیں ہوتی | گویا مدح ان کے مرتبہ سے کمتر ہے۔

لہ الکتاب الذی یتلو الکتاب ھدٰی | ندی السیادۃ طود الیس ینصدع

اُن کی کتاب قرآن کے بعد پہلا درجہ رکھتی ہے۔ | جو سرداری کی بارش ہے اور نہ پھٹنے والا پہاڑ ہے

ندٰی ھدٰی

الجامع المانع الدین القویم وسنة الشریعة ان تغتالها البدع

وہ جامع دین استوار کو محفوظ رکھتی ہے | اور سنت شریعت کو بدعتوں کے حملہ سے بچاتی ہے

قاضی المراتب دانی الفضل تحسبہ | کالشمس یبدو وسناھا حین ترتفع

بلند مرتبوں والی ہے اور برگزیدہ فضیلتوں والی گویا اس کو مثل آفتاب سمجھا جاتا ہے جو بلند ہو کر روشنی فگن ہوتا ہے

ذلت رقاب جماھیر الانام لہ | فکلھم وھو عال فیھم خضعوا

سب لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں | اور اُن سب نے اپنی عجز کا اقرار کیا۔ اور وہ سب میں اول اور برتر ہیں

لا تسمعن حدیث الحاسدین لہ | فان ذلك موضع و مقطع

اُن کے حاسدوں کی بات پر کان نہ رکھو۔ | کیونکہ یہ باتیں من گھڑت اور بے اصل ہیں۔

وقل لمن لام یحکیہ اصطبارك لا | تعجل فان الذی تبغیہ ممتنع

جو اُن کی نقل کرکے اُن کی ملامت کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ صبر کر جلدی نہ کر جس بات کو طلب کرتا ہے وہ ممتنع الوقوع ہے۔

وھبك تأتی کما یحکی شکایتہ | الیس یحکی محیا الجامع البیع

فرض کرو اُس کی شکایات ایسی ہی ہیں جیسا کہ بیان کی جاتی ہیں | تو کیا معبد نصاریٰ جامع مسجد کے چہرہ کی نقل نہیں کرتا ہے۔

صحیح مسلم

امام مُسلم بن الحجاج القُشیری نیشاپوری کی کُنیت ابوالحسین اور لقب عساکرالدین ہے۔ اُن کے دادا کا نام مُسلم بن ورد بن کرشاد ہے۔ بنی قُشیر عرب کے مشہور قبیلہ کی طرف منسوب تھے۔ نیشاپور، خراسان کا ایک بہت خوبصورت اور بڑا شہر ہے۔ اس لحاظ سے نیشاپوری بھی کہے جاتے تھے۔

امام مسلمؒ فنِ حدیث کے اکابرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ابوزرعہ رازی اور ابوحاتم نے ان کی امامتِ حدیث کی گواہی دی ہے۔ اور اُن کو محدثین کا پیشوا تسلیم کیا ہے۔ ابوحاتم رازیؒ اور اُس زمانہ کے دوسرے بزرگوں مثلاً ترمذیؒ اور ابوبکر بن خزیمہؒ نے اُن سے روایت کی ہے۔ مسلمؒ کی بہت سی تالیفات ہیں۔ جن میں تحقیق و امعان کامل طور سے کیا گیا ہے۔ اور اس صحیح میں تو خصوصیت کے ساتھ فنِ حدیث کے عجائبات بیان کئے گئے ہیں۔ اور اُن میں بھی اخص خصوص سردِ اسانید اور متون کا حُسن سیاق ہے اور روایت میں تو آپ کا ورع تام اور احتیاط اس قدر ہے جس میں کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اختصار کے ساتھ طرق

اسانید کی تلخیص اور ضبطِ انتشار میں یہ کتاب بے نظیر واقع ہوئی ہے اسی لئے حافظ ابو علی نیشاپوری اُن کی اس صحیح کو تمام تصانیفِ علم حدیث پر ترجیح دیا کرتے اور کہا کرتے تھے ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم (فی علم الحدیث) یعنی علمِ حدیث میں رُوئے زمین پر مسلم سے بڑھ کر صحیح ترین اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اہلِ مغرب کی ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے۔ اس دعوٰی کی دلیل یہ ہے کہ مسلم نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو۔ اور یہی شرط تمام طبقاتِ تابعین و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے۔ یہاں تک کہ سلسلۂ اسناد اُن (مسلم) تک ختم ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ شرائطِ شہادت کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ بخاریؒ کے نزدیک اس قدر پابندی نہیں ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ دوسرے علماء نے اس شرط پر بحث کی ہے کیونکہ حدیث انما الاعمال بالنیات اس شرط کے خلاف ہے پھر بھی مسلم میں موجود ہے۔ کُل طرق و روایات میں حضرت عمرؓ اس کے راوی ہیں اور اُن سے روایت کرنے میں علقمہ تنہا ہیں۔ البتہ علقمہ سے سلسلوں کی بہت شاخیں پھوٹ پڑی ہیں۔

مغاربہ (اہلِ مغرب) نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث کو مسلمؒ بغرضِ تبرک اپنی صحیح میں لاتے ہیں۔ چونکہ اس کے سب طرق مشہور اور اس کی صحت ثابت ہے اس لئے اس میں اپنی شرط کا لحاظ نہیں فرمایا۔ علاوہ ازیں یہ شرط اس حدیث میں موجود ہے اگرچہ اُن کی صحیح میں ذکر نہیں۔ کیونکہ صحابہؓ میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اُس کو روایت کیا ہے اور ان دونوں حضرات سے بہت سے تابعین روایت کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسلمؒ نے نہایت تورع اور احتیاط کے ساتھ اپنی سُنی ہوئی تین لاکھ حدیثوں میں سے اس صحیح کا انتخاب کیا ہے۔ مسلم کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے عمر بھر میں کسی کی غیبت نہیں کی، نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو گالی دی۔ صحیح و سقیم حدیث کی پہچان میں اپنے تمام اہلِ عصر میں ممتاز تھے۔ بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاریؒ پر بھی ترجیح و فضیلت حاصل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بخاریؒ کی اکثر روایات اہلِ شام سے بطریقِ مناولہ ہیں (یعنی ان کی کتابوں سے لی گئی ہیں خود ان کے مؤلفین سے نہیں سُنی گئیں) اس لئے ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاریؒ سے غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ ایک ہی راوی

کہیں اپنی کنیت اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں۔ یہ مغالطہ امام مسلمؒ کو پیش نہیں آتا۔ نیز حدیث میں امام بخاریؒ کے تصرفات مثلاً تقدیم و تاخیر، حذف و اختصار کی وجہ سے بعض مرتبہ تعقید پیدا ہوجاتی ہے ہر چند کہ خود بخاری ہی کے دوسرے طُرق دیکھ کر وہ صاف بھی ہوجاتی ہے۔ لیکن امام مسلمؒ نے یہ طریقہ ہی اختیار نہیں کیا بلکہ متونِ حدیث کو موتیوں کی لڑی کی طرح اس طرح مرتب روایت کیا ہے کہ تعقید کی بجائے اس کے معانی اور چمکتے چلے جاتے ہیں۔

اس صحیح کے علاوہ امام مسلمؒ کی دوسری مفید تالیفات بھی ہیں۔ مثلاً کتاب المسند الکبیر علی الرجال۔ کتاب الاسماء والکنیٰ۔ کتاب العلل۔ کتاب الوحدان۔ کتاب حدیث عمرو بن شعیب۔ کتاب مشائخ مالک۔ کتاب مشائخ الثوری۔ کتاب ذکر اوہام المحدثین اور کتاب طبقات (التابعین)۔

ابو حاتم رازیؒ نے جو اکابر محدثین میں سے ہیں۔ امام مسلمؒ کو خواب میں دیکھا اور اُن کا حال دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنّت کو میرے لئے مباح کردیا ہے جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

ابو علی زاغوانی کو ان کی وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ کس عمل سے تمھاری نجات ہوئی۔ تو انھوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان اجزاء کی بدولت۔

امام مسلمؒ سنہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ سنہ ۲۰۴ھ میں اور بعض سنہ ۲۰۶ھ میں بیان کرتے ہیں۔ ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے واللہ اعلم۔ لیکن ان کی وفات پر سب کا اتفاق ہے کہ اُن کا انتقال یکشنبہ کی شام کو ہوا۔ اور ۲۵ رجب سنہ ۲۶۱ھ میں دوشنبہ کے روز دفن کئے گئے۔ امام مسلمؒ کی وفات کا سبب بھی عجیب و غریب ہے کہتے ہیں کہ ایک روز مجلس مذاکرۂ حدیث میں آپ سے کوئی حدیث پوچھی گئی آپ اُس وقت اس کو نہ پہچان سکے، اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی کتابوں میں اُس کو تلاش کرنے لگے کھجوروں کا ایک ٹوکرا ان کے قریب رکھا تھا۔ آپ اسی حالت میں ایک ایک کھجور اس میں سے کھاتے رہے۔ امام مسلمؒ حدیث کی فکر و جستجو میں کچھ ایسے مستغرق رہے کہ حدیث کے ملنے تک تمام کھجوروں کو تناول فرما گئے، اور کچھ خبر نہ ہوئی۔ بس یہی زیادہ کھجور کھالینا

ان کی موت کا سبب بنا۔

حافظ عبدالرحمٰن بن علی الربیع یمنی شافعی کہتے ہیں:۔

تنازع قوم فی البخاری ومسلم لدیّ	وقالوا ای ذین تقدم
میرے سامنے بخاری اور مسلم کے بارے میں کچھ لوگوں نے تنازع کیا	اور کہا کہ ان دونوں میں سے (مرتبہ میں) کون مقدم ہے
فقلت لقد فاق البخاری صحة	کما فاق فی حسن الصناعة مسلم
میں نے کہا بخاری صحت کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں	جیسے مسلم ترتیب ابواب میں ان سے بڑھے ہوتے ہیں

سنن ابی داؤد

اس کتاب کے تین نسخے مشہور ہیں۔ نسخہ لؤلؤی۔ نسخہ ابن داسہ۔ نسخہ ابن الاعرابی۔ بلادِ مشرق میں روایت لؤلؤی زیادہ مشہور ہے۔ بلادِ مغرب میں روایت ابن داسہ زیادہ مروج ہے۔ اور یہ دونوں نسخے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر اختلاف تقدیم وتاخیر کا ہے۔ کمی وزیادتی کا اختلاف نہیں ہے۔ مگر ان دونوں سے ابن الاعرابی کا نسخہ بیّن طور پر ناقص ہے۔

لؤلؤی کا پورا نام ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی ہے۔

ابن داسہ کا نام ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ التمار البصری ہے۔

ابن الاعرابی کا نام ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر المعروف بابن الاعرابی ہے۔

ابوداؤد کا نام ونسب یہ ہے۔ سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو ابن عمران الازدی السجستانی۔

ابن خلکان نے جو یہ کہا ہے کہ نسبتہٗ الی سجستان او سجستانة قریة من قری البصرة۔ (ان کی نسبت سجستان یا سجستانہ کی طرف ہے جو بصرہ کا ایک قریہ ہے) انتہی۔ اس نسبت کی تحقیق میں ان سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ حالانکہ ان کو تاریخ دانی اور تصحیح انساب ونسب میں کمال حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ تاج الدین سبکیؒ ان کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:۔ وھٰذا وھم والصواب ان نسبة الی الاقلیم المعروف المتاخم لبلاد الھند۔ (یہ ان کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ نسبت اس اقلیم کی طرف ہے جو ہند کے

پہلو میں واقع ہے) یعنے یہ سیستان کی طرف نسبت ہے۔ جو سندھ و ہرات کے مابین مشہور ملک ہے اور قندہار کے متصل واقع ہے۔ اور چشت جو بزرگانِ چشتیہ کا وطن ہے وہ بھی اسی ملک میں واقع ہے۔ پہلے زمانہ میں بُست اس ملک کا پایہ تخت تھا۔ عرب لوگ اس ملک کی نسبت میں کبھی سجزی بھی کہدیتے ہیں۔

ابوداؤد کی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ نے بلادِ اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہا میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کرکے علمِ حدیث حاصل کیا۔ حفظِ حدیث، اتقانِ روایت، عبادت وتقویٰ اور صلاح واحتیاط میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنی ایک آستین فراخ اور دوسری تنگ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ سے سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ لوں۔ دوسری آستین کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں۔ آپ امام احمد بن حنبلؒ قعنبیؒ اور ابوالولید طیالسیؒ کے شاگرد ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے علماء سے بھی روایت وسماع رکھتے ہیں۔ ان سے ترمذیؒ ونسائیؒ روایت کرتے ہیں۔ اُن کے شاگردوں میں سے چار شخص جماعتِ محدثین کے سردار وپیشوا ہوئے۔ ابوبکر بن ابی داؤد (ان کے صاحبزادے) لؤلؤی۔ ابن الاعرابی۔ ابن داسہ۔ اُن کے استاد امام احمد بن حنبلؒ نے حدیثِ عتیرہ اُن سے روایت کی ہے۔

موسیٰ بن ہارون نے جو ان کے معاصر تھے اُن کے حق میں کہا ہے کہ ابوداؤدؒ دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنّت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ میں نے مصر میں ایک لمبی ککڑی دیکھی۔ اُس کو ناپا تو تیرہ بالشت کی تھی۔ اور میں نے ایک ترنج دیکھا۔ جب اُس کو کاٹ کر اونٹ پر لادا تو اُس کے دونوں حصے بڑے نقاروں کی مانند معلوم ہوتے تھے۔

جب وہ اس سُنن کی تصنیف سے فارغ ہوئے اور امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں لے گئے تو امام احمدؒ نے اس کو دیکھ کر بہت پسند فرمایا۔ اس سُنن کی تالیف کے وقت ابوداؤدؒ کے پاس پانچ لاکھ حدیثوں کا مجموعہ تھا۔ ان سب سے انتخاب کرکے اس کتاب کو مرتب کیا جو اب چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل ہے۔

ابوداؤدؒ نے اس کا بھی التزام کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے

جو صحیح ہو گی یا حسن۔ یہ بھی کہا ہے کہ ان احادیث میں سے عقلمند کے لئے دین میں صرف چار حدیثیں کفایت کرتی ہیں۔ اوّل انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) دوم من حسن اسلام المرء ترک مالا یعنیہ۔ (اسلام کی عمدگی سے یہ بات ہے کہ انسان بے فائدہ امور کو ترک کر دے)۔ سوم لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جس کو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے)۔ چہارم الحلال بیّن والحرام بیّن وبینہما مشتبہات فمن اتقی الشبہات استبرء لدینہ۔ (حلال اور حرام دونوں ظاہر ہیں اور اُن کے درمیان مشتبہات ہیں پس جس شخص نے شبہات سے پرہیز کیا اُس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا)۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ ان کے کافی ہونے کے یہ معنے ہیں کہ شریعت کے قواعدِ کلیہ مشہور معلوم کر لینے کے بعد جزئیاتِ مسائل میں کسی مجتہد یا مرشد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مثلاً عبادات کی درستی کے لئے پہلی حدیث اور اس عمرِ عزیز کے اوقات کی حفاظت کے لئے دوسری حدیث اور حقوقِ ہمسایہ وسلوک خویش و اقارب اور دوسرے اہلِ تعارف و معاملہ کی رعایت کے لئے تیسری حدیث اور اُن شکوک و تردّدات کے ازالہ کے لئے جو اختلافِ علماء یا دلائل کے مختلف ہونے سے پیدا ہوتے ہیں چوتھی حدیث کافی ہے۔ گویا مردِ عاقل کے لئے یہ چاروں حدیثیں اُستاد و پیر کے درجہ میں ہیں۔

ابراہیم حربیؒ نے جو اُس زمانہ کے عمدہ محدّثین میں سے ہیں جب سُنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ ابوداؤدؒ کے لئے علمِ حدیث خدا تعالیٰ نے ایسا نرم کر دیا ہے۔ جیسا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم ہوا تھا۔ حافظ ابوطاہر سلفی نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا ہے۔

لان الحدیث وعلمہ بکمالہ	لامام اھلیہ ابی داؤد
حدیث اور علمِ حدیث اپنے کمال کے ساتھ نرم ہو گئی	ابوداؤدؒ کے لئے جو اہلِ حدیث کے امام ہیں
مثل الذی لان الحدید وسبکہ	لنبی اھل زمانہ داؤد
جیسے لوہا اور اُس کا گلانا سہل ہو گیا تھا۔	داؤد علیہ السلام کے لئے جو اپنے زمانہ کے نبی تھے

حافظ ابوطاہرؒ نے بسندِ خود حسن بن محمد بن ابراہیم ازدی سے روایت کیا ہے کہ حسن بن محمد نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں۔

من اراد ان یتمسک بالسنن فلیقرأ سنن ابی داؤد۔ (جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اُسکو سنن ابوداؤد پڑھنا چاہیئے)۔ اور یحیٰی بن زکریا بن یحیٰی ساجی سے روایت کرکے کہتے ہیں کہ اصل اسلام کتاب اللہ وستون اسلام سنن ابی داؤد۔ (اسلام کی بنیاد کتاب اللہ ہے اور اُس کا ستون سُنن ابی داؤد ہے)۔

ابن الاعرابیؒ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کو کتاب اللہ اور سُنن ابی داؤد کا علم حاصل ہو جائے تو یہ معاملات دین میں اس کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے کتب اصول میں سرمایہ اجتہاد کے لئے مثال کے طور پر اسی سُنن ابی داؤد کو پیش کرتے ہیں۔

ابوداؤدؒ کے مذہب کے بارے میں لوگ مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ شافعی تھے اور بعض حنبلی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابواسحاق شیرازیؒ نے اُن کو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبلؒ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابوطاہرؒ نے سُنن ابی داؤد کی مدح میں ایک عمدہ نظم لکھی ہے۔ جس کا یہاں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

اولیٰ کتاب لذی فقه وذی نظر	ومن یکون من الاوزار فی وزر
تمام کتابوں میں سے فقیہ اور صاحب نظر	اور اُس شخص کے لئے جو گناہوں سے بچنا چاہے
ماقد تولی ابوداؤد محتسبا	تالیف فاق فی الاضواء کالقمر
وہ کتاب ہے جسکو ابوداؤد نے طلب ثواب کیلئے تالیف کیا۔	جو روشنی میں چاند کی طرح فوقیت لے گئی ہے
لا یستطیع علیه الطعن مبتدع	ولو تقطع من ضغن ومن ضجر
کوئی بدعتی اس پر طعن کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا	اگرچہ کینہ اور تنگدلی (حسد) سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے
فلیس یوجد فی الدنیا اصح ولا	اقوی من السنة الغراء والاثر
روشن سنت اور آثار (حدیث) میں دنیا میں	اس سے صحیح تر و قوی تر کوئی کتاب نہیں ہے
وکل ما فیه من قول النبی ومن	قول الصحابة اهل العلم والبصر
اور جو کچھ اس میں ہے نبیؐ کا قول یا	اہل دانش و بینش صحابہؓ کا کلام ہے۔
یرویه عن ثقة عن مثله ثقة	عن مثله ثقة کالانجم الزهر
یہ اُس کو ثقہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ بھی اپنے ہی جیسے ثقہ سے	اور وہ بھی اپنے مثل ثقہ سے جو چمکدار ستاروں کی طرح ہیں۔

وکان فی نفسه فیما احق به ٭ لا شك فیه اماما عالی الخطر

اور وہ خود بھی جیساکہ میری تحقیق ہے ٭ بلاشبہ امام عالی مرتبت تھے۔

یدری الصحیح من الآثار یحفظه ٭ ومن روی ذاك من انثیٰ ومن ذکر

وہ آثار صحیحہ کو جانتے تھے اور اُن کے حافظ تھے ٭ اور ان راویوں کے بھی حافظ تھے جو روایت کرتے ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت

محققا صادقا فیما یجیئ به ٭ قد شاع فی البدو عنه ذا وفی الحضر

اپنی روایت میں وہ سچے بھی ہیں اور محقق بھی ٭ اور ان کی یہ بات دیہات میں بھی مشہور ہے اور شہر میں بھی

والصدق للمرء فی الدارین منقبة ٭ ما فوقها ابدا فخر لمفتخر

اور دونوں جہانوں میں انسان کیلئے سچائی بڑی خوبی ہے ٭ کسی فخر کرنیوالے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی فخر نہیں ہے

ابوداؤد کا ۱۶ ر شوال ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔ تہتر ۷۳ سال کی عمر پائی۔

جامع کبیر ترمذی

مؤلفہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَوْرَۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی۔ یہ لفظ (بُوغ) بار موحدہ کے ضمہ اور واؤ کے سکون سے ہے اور واؤ کے بعد غین معجمہ ہے۔ یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو ترمذ کے دیہات میں سے ہے اور اُس سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ترمذ اُس پرانے شہر کا نام ہے جو اموداریا جس کو جیحون اور نہر بلخ بھی کہتے ہیں، کے کنارے پر واقع ہے۔ لفظ ماوراء النہر میں بھی نہر سے بیشتر یہی نہر مراد لی گئی ہے۔ اس (ترمذ) کے تلفظ میں بہت اختلاف ہے بعض تار اور میم کو مفتوح کہتے ہیں اور بعض دونوں کو مضموم۔ خود وہاں کے لوگوں اور نیز دوسرے اشخاص کی زبان زد اُن دونوں کا کسرہ ہے۔ اور یہی مشہور ہے۔ اور ایک جماعت تار کو فتح اور میم کو کسرہ دیتی ہے۔

ترمذیؒ امام بخاریؒ کے سب سے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اور مسلم وابوداؤد اور اُن کے شیوخ سے بھی روایت رکھتے ہیں۔ علم حدیث کی طلب میں بصرہ۔ کوفہ۔ واسط۔ رَے۔ خراسان اور حجاز میں بہت سال گزارے اور اس فن میں بہت سی تصانیف ان کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ جامع ترمذی ان کی بہت مشہور اور مقبول تصنیف ہے۔ مجموعی حدیثی فوائد

کے لحاظ سے اس کتاب کو تمام کتابوں پر فوقیت دی گئی ہے۔ اوّل اس وجہ سے کہ اس کی ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے۔ دوم اس وجہ سے کہ اس میں فقہاء کا مذہب اور اُس کے ساتھ ساتھ ہر ایک کا استدلال بیان کیا گیا ہے۔ سوم اس وجہ سے کہ اُس میں حدیث کے انواع مثلاً صحیح۔ حسن۔ ضعیف۔ غریب۔ اور معلل بہ علل وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ چہارم اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، اُن کے القاب اور کُنیت کے علاوہ اُن فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے، جن کا علم الرجال سے تعلق ہے۔

ترمذیؒ حفظِ حدیث میں بے مثل اور امام بخاریؒ کے صحیح جانشین مشہور ہیں۔ تورع، زہد اور خوفِ خُدا اس درجہ رکھتے تھے کہ اُس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ خوفِ الٰہی میں روتے روتے آخر کار ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ اُن کے حفظ کی حکایاتِ صحیحہ میں سے ایک یہ ہی کہ ایک شیخ کی روایات کے دو جزء انھوں نے نقل کئے تھے مگر اب تک ان کو پڑھ کر سُنانے کا موقع نہ ملا تھا۔ مکہ مکرمہ کے راستہ میں اتفاقاً ان سے ملاقات ہوگئی۔ ترمذی نے (نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر) ان سے ان اجزاء کی قراءت کی درخواست پیش کی۔ شیخ نے قبول فرمایا اور کہا کہ ان اجزاء کو نکال لو اور اپنے ہاتھ میں لے لو، مَیں پڑھتا ہوں تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ امام ترمذیؒ نے تلاش کیا تو اتفاقاً وہ اجزاء ان کے ساتھ نہ تھے (کہیں گم ہوگئے تھے) ترمذی بہت گھبرائے (لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں سوائے اس کے اور کچھ نہ آیا کہ) دو اجزاء سادے کاغذ کے ہاتھ میں لے کر فرضی طور پر سُننے میں مشغول ہوگئے۔ شیخ نے قرات شروع کی۔ اتفاقاً ان کی نظر کاغذات پر پڑگئی تو سادے نظر آئے۔ شیخ کو طیش آیا اور فرمایا کیا میرا مذاق بناتے ہو۔ ترمذیؒ نے بالآخر جو واقعہ تھا صاف عرض کردیا اور کہا اگرچہ وہ اجزاء میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن مجھے لکھے ہوئے سے زیادہ محفوظ ہیں۔ شیخ نے فرمایا اچھا ذرا پڑھ کر تو سُناؤ۔ ترمذیؒ نے وہ تمام حدیثیں سُنادیں۔

شیخ بہت متعجب ہوئے اور فرمایا یقین نہیں آتا کہ صرف میرے ایک بار پڑھنے سے یہ سب حدیثیں تم کو محفوظ ہوگئی ہوں گی۔ ترمذیؒ نے عرض کیا اچھا اب امتحان کر لیجئے۔ شیخ نے خاص اپنی چالیس حدیثیں اور پڑھیں۔ ترمذیؒ نے فوراً ان کو بھی اس صحت کے ساتھ سُنادیا کہ کہیں ایک جگہ بھی غلطی نہ ہوئی۔ اس ایک واقعہ کے علاوہ ان کے حفظ کے اور بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اس جامع کی تالیف سے فارغ ہوا تو پہلے میں نے یہ نسخہ علماء حجاز کو دکھایا انھوں نے بہت پسند فرمایا۔ پھر علماء عراق کی خدمت میں لے گیا۔ انھوں نے بھی یک زبان ہوکر اُس کی مدح فرمائی۔ پھر علماء خُراسان کے روبرو پیش کیا تو انھوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ بعد ازاں میں نے اُس کی ترویج و تشہیر کی کوشش کی۔

امام ترمذیؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا اُس گھر میں پیغمبر علیہ السلام ہیں جو تکلم فرماتے ہیں۔ بعض علماء اندلس نے اس کتاب کی تعریف میں نظم لکھی ہے جو یہاں لکھی جاتی ہے:۔

کتاب الترمذی ریاض علم — حکت ازاهره زهر النجوم
کتاب ترمذی (گویا) علم کے ایسے باغات ہیں — جن کے پھول روشن ستاروں کے مشابہ ہیں۔

به الآثار واضحة ابينت — بالفاظ اقیمت کالرسوم
اُس میں واضح آثار ایسے الفاظ کے ساتھ بیان — کئے گئے ہیں جو مثل نشانات قائم ہیں۔

واعلاها الصحاح وقد انارت — نجومًا للخصوص وللعموم
اُن کی اعلیٰ تصانیف میں سے یہ صحیح ہے جس نے — خاص وعام کے لئے ستاروں کو روشن کر دیا

ومن حسن یلیها وغریب — وقد بان الصحیح من السقیم
اُس میں بعض احادیث حسن ہیں اور بعض غریب — گویا صحیح سقیم سے ممتاز ہوگئی ہیں۔

فعلله ابوعیسیٰ مبینًا — معالمه لارباب العلوم
پھر اُس سقیم کو معلول کرکے اُس کی علامتوں کو — اہل علم کے لئے ابوعیسیٰ نے ظاہر کر دیا ہے۔

وطرزه باثار صحاح — تخیرها اولو النظر السلیم
اور اُس کو ایسے آثار صحیحہ کے ساتھ منقش کیا ہے — جس کو اہل نظر حضرات نے پسند فرمایا

من العلماء والفقهاء قدمًا — واهل الفضل والنهج القویم
یعنے اگلے علماء وفقہاء نے — واہل فضل اور اصحاب طریقہ مستقیم نے

فجاء کتابه علقًا نفیسًا — تنفس فیه ارباب العلوم
ان کی کتاب ایسی علق نفیس (بیش بہا) بن کر آئی ہے — جس کی طرف اہل علم راغب ہیں۔

ویقتبسون منه نفیس علم — یفید نفوسهم اسنی الرسوم
وہ اسی سے عمدہ علم حاصل کرتے ہیں — جو اُن کے نفوس کو قیمتی علامات کا فائدہ دیتا ہے۔

کتبناه رویناه للوری
ہم نے اس کو لکھ کر اس کی روایت کی ہے۔

من التسنیم فی دار النعیم
تاکہ ہم جنت میں آب تسنیم سے سیرابی حاصل کریں

وغاص الفکر فی بحر المعانی
جب فکر نے معانی کے سمندر میں غوطہ لگایا

فادرك كل معنی مستقیم
تو وہ ہر درست معنی تلاش کر کے لایا۔

جزی الرحمٰن خیرا بعد خیر
خدا تعالیٰ ابو عیسیٰ کو اُن کے نیک کام کے بدلے میں

ابا عیسیٰ علی الفعل الکریم
پے در پے جزائے خیر عطا فرمائے۔

۱۷ رجب ۲۷۹ھ[ہ] میں شب دوشنبہ کو خاص ترمذ میں امام ترمذیؒ کی وفات ہوئی۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں ایک باب باندھا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ ما یکرہ للرجل اکتنی بہ اور اس کے بعد یہ حدیث بیان کی ہے:۔

حدثنا الفضل بن دکین عن موسیٰ بن علی عن ابیہ ان رجلا اکتنی بابی عیسیٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عیسیٰ لا اب لہ۔ حدثنا الفضل بن دکین عن عبد اللہ بن عمر بن حفص عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرب ابنا لہ اکتنی بابی عیسیٰ فقال ان عیسیٰ لیس لہ اب۔ انتہی۔

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ عیسیٰؑ کے تو باپ نہیں تھے۔ نیز اسلم سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے اپنے لڑکے کو مارا جنھوں نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی اور کہا کہ عیسیٰؑ کے باپ نہیں تھے۔

٭ ٭ ٭ ٭

سنن ابو داؤد کی کتاب الادب میں اس طرح آیا ہے باب الرجل یتکنی بابی عیسیٰ۔ اس کے بعد یہ سند بیان کی ہے:۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطابؓ ضرب ابنا لہ تکنی ابا عیسیٰ وان المغیرۃ بن شعبۃ یکنّی بابی عیسیٰ فقال لہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما یکفیك ان تکنی بابی عبد اللہ فقال ان رسول

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے بیٹے کو اس وجہ سے مارا کہ انھوں نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی۔ اور یہ کہ مغیرہ بن شعبہ کی کنیت بھی ابو عیسیٰ تھی تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم کو ابو عبد اللہ

[ہ] سن ولادت ۲۰۹ھ ہے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنانی فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر وانا فی جلجتنا فلم یزل یکنی بابی عبد اللہ حتی ھلک۔ انتھی۔ الجلجۃ بجیمین بینھما لام مفتوحۃ الامر المضطرب۔

کی کنیت کافی نظر نہیں آتی۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کنیت کے ساتھ پکارا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں اور بھول چوک اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دی تھیں۔ اور ہم تو ایک امر مضطرب میں مبتلا ہیں۔ پھر انھوں نے مرتے دم تک اپنی کنیت ابو عبد اللہ ہی رکھی ؏

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنانی" کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ابو عیسیٰ کہہ کر بلایا اور پکارا ہے نہ یہ کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تیری کنیت ابو عیسیٰ ہے۔ حضرت عمرؓ کے کلام کے معنے یہ ہیں کہ ابو عیسیٰ کی کُنیت مکروہ ہے یہ کنیت نہ رکھنی چاہیئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اس کنیت کے ساتھ پکار لیا تو تم کو یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کو اپنی کنیت قرار دو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی صرف بیانِ جواز کے لئے ایک امر اولیٰ کو ترک فرما دیا کرتے تھے اور آپ کے لئے یہ ترکِ اولیٰ کراہیت سے پاک تھا آپ کو یہ ضرورت بھی محض تبلیغ حکم کی وجہ سے پیش آتی تھی۔ اور ما تقدم من ذنبہ وما تأخر کے معنے بھی یہی ہیں۔

سنن صغرای نسائی

یہ کتاب مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ ابن السُّنّی جو مشہور محدّث ہیں اس کے راوی ہیں۔ اُن کا نام و کنیت یہ ہے۔ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السُّنّی الدِّینوری۔ (المتوفی ۳۶۴ھ)۔

سُنن کبرٰی نسائی

یہ نسخہ ابن الاحمر کی روایت سے مروی ہے۔ ان کا نام و کنیت ابو بکر محمد بن معاویہ ہے۔ ابن الاحمر کے نام سے مشہور ہیں۔

لہ جلجہ میں دو جیم ہیں اور اُن دونوں کے درمیان لام مفتوح ہے اور اس کے معنے ہیں امر مضطرب۔

یہ دونوں تالیفات (سنن صغرٰی و سنن کبرٰی) ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی کی ہیں۔ اس لفظ (نسائی) میں سین کے بعد ہمزہ مکسور اور بغیر مد کے ہے یہ نسبت نسا کی طرف ہے جو خراسان کا ایک مشہور شہر ہے۔ کبھی عرب لوگ اس ہمزہ کو واو سے بدل کر نسبت کرنے میں نسوی بھی کہا کرتے ہیں۔ اور قیاس کے مطابق بھی یہی ہونا چاہیے لیکن مشہور نسائی ہی ہے۔ یہ علم حدیث کے ایک رکن ہیں۔ ان کی ولادت ۲۱۴ھ میں ہوئی۔ خراسان۔ حجاز۔ عراق۔ جزیرہ۔ شام۔ مصر۔ اور ان کے علاوہ شہروں میں گشت کر کے بہت سے اکابر شیوخ سے ملاقات کی۔ سب سے پہلے قتیبہ بن سعید بغلانی بلخی کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس وقت پندرہ برس کے تھے۔ اُن کی خدمت میں ایک سال ڈیڑھ ماہ رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔ اُن کے مناسک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شافعی المذہب تھے۔ صوم داؤدی پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے تھے۔ باینہمہ کثیر الجماع تھے۔ چنانچہ چار عورتیں آپ کے نکاح میں تھیں۔ اور ہر ایک کے پاس ایک ایک شب رہتے تھے۔ اُن کے علاوہ لونڈیاں بھی موجود تھیں۔

جب سنن کبرٰی کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو امیر وقت نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کی یہ کتاب تمام صحیح ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، اُس میں حسن اور صحیح دونوں موجود ہیں۔ اُس امیر نے عرض کیا کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں میرے لئے اُن سب کا مجموعہ مرتب فرما دیجئے۔ تو انھوں نے مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔

لفظ مجتبیٰ تاء فوقانیہ کے بعد باء موحدہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھنا جائز رکھا ہے۔ بہرحال دونوں لفظوں کے معنے قریب قریب ہیں۔ اجتباء جو باء موحدہ سے ہے اُس کے معنے انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں۔ اور اجتناء جو نون سے ہے اُس کے معنے درخت سے پختہ میوہ چُننے کے ہیں۔

اُن کی موت کا واقعہ یہ ہے کہ جب آپ مناقب مرتضوی (کتاب الخصائص) کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو انھوں نے چاہا کہ اس کتاب کو دمشق کی جامع مسجد میں پڑھ کر سنائیں تاکہ بنی اُمیّہ کی سلطنت کے اثر سے عوام میں ناصبیت کی طرف جو رُجحان پیدا ہو گیا تھا اس کی اصلاح ہو جائے ابھی اُس کا تھوڑا سا حصہ ہی پڑھنے پائے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا امیر المومنین معاویہؓ کے مناقب کے متعلق بھی آپ نے کچھ لکھا ہے؟ تو نسائیؒ نے جواب دیا کہ معاویہؓ کے لئے یہی کافی ہے کہ

ـــــــــــ

٥ بعض کے نزدیک ۲۱۵ھ سن ولادت ہے۔

برابر سرا بر چھوٹ جائیں۔ اُن کے مناقب کہاں ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا تھا کہ مجھ کو ان کے مناقب میں سوائے اس حدیث لا اشبع اللہ بطنہ کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔ پھر کیا تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کیا۔ ان کے خصیتین میں چند شدید ضربیں ایسی پہنچیں کہ نیم جان ہو گئے۔ خادم اُن کو اُٹھا کر گھر لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی مکہ معظمہ پہنچا دو۔ تاکہ میرا انتقال مکہ یا اُس کے راستہ میں ہو۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی۔ اور وہاں صفا و مروہ کے درمیان دفن کئے گئے ۱۳ار صفر ۳۰۳ھ میں پیر کے دن آپ کا انتقال ہوا۔ بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مکہ جاتے ہوئے راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) انتقال ہوا۔ پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی۔ واللہ اعلم۔

سُنن ابن ماجہ

یہ کتاب ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی ربعی کی تصنیف ہے۔ ربعی راء اور باء دونوں کے فتحہ کے ساتھ، ولاء کی طرف نسبت ہے۔ ابن خلکان بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ عرب کے متعدد قبیلوں کا نام ہے۔ معلوم نہیں کہ ان بزرگ کی نسبت ان میں سے کس کی طرف ہے۔ قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ ابن ماجہؒ نے بہت سی مفید اور نافع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ سُنن ہے جس کا صحاح ستہ میں شمار ہے۔ وہ جب اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ابو زرعہ رازیؒ کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے اُس کو دیکھ کر فرمایا کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر معطّل ہو کر رہ جائیں گی۔ فی الحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرنے۔ اور حُسن ترتیب و اختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہمسر نہیں ہے۔ حافظ ابو زرعہؒ نے بھی اس کی صحت پر گواہی دی ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسی حدیثیں جن کی سندوں میں کچھ خلل ہیں یا وہ متہم بالوضع یا شدید النکارۃ ہیں تیس سے زیادہ نہ ہوں گی۔ اس سُنن میں بتیس ۳۲ کتابیں ہیں، ایک ہزار پانچسو باب اور کُل چار ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ صحیح یہی ہے کہ ماجہ جیم کی تخفیف سے (جس میں جیم پر تشدید نہیں ہے)

آپ کی والدہ تھیں۔ ابن میں الف لکھنا چاہیئے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے نہ کہ عبداللہ کی۔ جس طرح سے کہ عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ازدی میں کہ جو مشہور صحابی ہیں، اور اسماعیل بن ابراہیم ابن عُلَیّہ میں جو امام شافعیؒ کے معاصر تھے۔ لفظ "ابن" میں الف لکھنے کا دستور ہے۔ اُن کی دیگر تصانیف میں سے قرآن مجید کی تفسیر اور ایک کتاب التاریخ ہے۔ ابن ماجہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کو عراق۔ بصرہ۔ کوفہ۔ بغداد۔ مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ مصر۔ واسط۔ رَے۔ اور ایسی دوسرے اسلامی شہروں میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ حدیث کے تمام علوم سے واقفیت و شناسائی رکھتے تھے۔ جُبارۃ بن المُغَلِّس۔ ابراہیم بن المنذر۔ ابن نمیر۔ ہشام بن عمار۔ اور اسی طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ سے زیادہ تر استفادہ کیا۔ ابوالحسن قطّان جو اُن کی سُنن کے راوی ہیں اُن کے شاگرد رشید ہیں۔ مگر ابو عیسٰی ابہری اور دوسرے بڑے لوگوں نے ان (ابوالحسن) کو بڑوں میں شمار نہیں کیا۔ ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ میں دوشنبہ کے روز ابن ماجہؒ کا انتقال ہوا۔ اور سہ شنبہ کے دن دفن ہوئے۔[1]

مشارقِ قاضی عیاض

یہ کتاب گویا مؤطا و صحیحین کی شرح ہے۔[2] قاضی عیاض (اس کے مؤلف) ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی سبتی ہیں۔ (المتوفی ۵۴۴ھ) حافظ ابو عمرو ابن الصلاح نے اس کتاب کی مدح میں یہ شعر کہا ہے:۔

مشارقُ انوارٍ سنت بسبتۃ | وذا عجبٌ کون المشارق بالغرب
انوارِ سنت کے مشارق مقام سبتہ[3] میں (طلوع کر رہے) ہیں | مشرق کا مغرب میں ہونا تعجب ہے۔

ابو عبداللہ رشید نے بھی یہ بیت کہا ہے:۔

ومرعیً خصیبٌ فی جدیبٍ خلا لہا | الا فاعجبوا للخصیب فی منزل الجدب
(یہ) خشک و قحط زدہ زمین میں سرسبز چراگاہ ہے | آگاہ ہو اور تعجب کرو اس سرسبزی و شادابی سے جو مقامِ قحط میں ہو۔

---

[1] امام ابن ماجہؒ اور اس زمانہ کے محدثین کے مفصل حالات پر مشتمل جامع کتاب "ابن ماجہ اور علمِ حدیث" نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب کے ہاں شائع ہو چکی ہے۔
[2] اس کا پورا نام "مشارق الانوار علی صحاح الآثار" ہے۔
[3] سبتہ بلادِ مغرب میں ایک شہر ہے۔

شرح کرمانی بر بخاری

یہ کتاب الکواکب الدراری کے نام سے مشہور ہے۔ ان کو طواف سے فارغ ہونے کے بعد مطاف شریف میں اس نام کا الہام ہوا تھا۔ ان کا نام محمد بن یوسف بن علی بن عبدالکریم کرمانی ہے۔ اور لقب شیخ شمس الدین ہے۔ آخر عمر میں بغداد کو اپنا مسکن بنالیا تھا۔ ۱۶ جمادی الآخر ۷۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اول اپنے والد بزرگوار (بہاؤ الدین) کے پاس رہ کر علم حاصل کرتے رہے پھر قاضی عضد الدین یحییٰ سے استفادہ کیا۔ مدت دراز تک انہی کی صحبت میں رہے۔ بارہ سال تک ان سے جدا نہ ہوئے۔ اس کے بعد شہروں کی سیاحت شروع کی۔ علماء مصر، شام، حجاز، اور عراق سے مستفید ہو کر آخر بغداد میں بستر اقامت کھولا (مقیم ہو گئے) اور تیس سال تک وہیں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ آپ کی حالت یہ تھی کہ دنیا داروں سے بہت گریز کرتے تھے۔ علمی مشغلہ پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ حسن خلق و تواضع میں یکتاء روزگار تھے۔ چونکہ ایک دفعہ کوٹھے (چھت) پر سے گر گئے تھے اور آپ کا ایک پاؤں بیکار ہو گیا تھا اس لئے عصا کے سہارے بغیر نہیں چل سکتے تھے۔ آخر عمر میں حج کا قصد کیا۔ حج سے فارغ ہو کر بغداد کی طرف (جس کو آپ نے اپنا مسکن بنالیا تھا) مراجعت فرمائی۔ اثناء راہ میں ۱۶ ماہ محرم ۷۸۶ھ کو بمقام روض مہنا آپ کا انتقال ہو گیا۔ وہاں سے ان کی نعش بغداد پہنچائی گئی۔ آپ نے اپنے زمانہ حیات میں ہی اپنے لئے قبر اور عاقبت خانہ حضرت شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ کے مزار کے جوار میں بنالیا تھا اور اس کے اوپر ایک قبہ بھی تعمیر کرالیا تھا۔ چنانچہ اسی جگہ دفن کئے گئے۔

فتح الباری شرح بخاری

اور

مقدمہ فتح الباری

یہ دونوں کتابیں قاضی القضاۃ خاتم الحفاظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد ابن حجر الکنانی العسقلانی المصری الشافعی کی تصانیف ہیں۔ ابوالفضل

۲۳ شعبان ۷۷۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وہاں سے طلب علم کے لئے اسکندریہ تشریف لے گئے۔ فرس، شام، حلب، حجاز، اور یمن میں سیاحت کر کے چشمۂ علم سے سیرابی حاصل کی۔ نظم و نثر میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اُن کی تمام تصانیف ایسی مقبول ہوئیں کہ اُن کی زندگی ہی میں دور و نزدیک کے لوگ اُن کی تصانیف کو طلب کرنے لگے تھے۔ اساتذہ و مشائخ علم حدیث میں اُن کی جلالت و عظمت کے قائل تھے۔ اور اُن کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔

ابوالفضل کی وفات ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں شنبہ کی رات بمقام قاہرۂ مصر ہوئی اور قرافۂ صغریٰ میں مزار بنوالخروبی کے متصل مدفون ہوئے۔ اُن کے جنازہ پر آدمیوں کا ہجوم کثرت سے تھا۔ بادشاہ وقت نے بہ نفس نفیس برکت حاصل کرنے کی غرض سے جنازہ کو کاندھا دیا۔ پھر اُمراء و رؤسائے شہر دست بدست مزار تک جنازہ کو لے گئے۔

قرأت حدیث میں عجیب عجیب کیفیات ان سے ظہور میں آئیں۔ سنن ابن ماجہ کو چار مجلسوں میں ختم کر دیتے تھے۔ صحیح مسلم کو سوا مجلس ختم کے چار مجلسوں میں یعنے دو روز اور چند ساعت میں تمام کر ڈالا۔ مجدالدین لغوی صاحب قاموس بھی جو ابن حجرؒ کے شیخ تھے صحیح مسلم کو بہت تیزی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ دمشق میں ناصرالدین ابوعبداللہ محمد بن جہبل کو سنانے کے لئے باب النصر اور باب الفرج کے درمیان جو مزار نعل شریف نبویؐ کے مقابل ہے۔ تین روز میں ختم کیا۔ چنانچہ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قرأت بحمد اللہ جامع مسلم
خدا کا شکر ہے میں نے جامع مسلم کو پڑھا ہے
بجوف دمشق الشام جوف الاسلام
دمشق شام میں جو اسلام کا دل ہے۔

علی ناصرالدین الامام بن جہبل
امام ناصرالدین ابن جہبل کے رو برو۔
بحضرۃ حفاظ مجادیح اعلام
ایسے حفاظ کے حضور میں جو علماء کی حاجتوں کا مرکز ہیں

وتم بتوفیق الالہ وفضلہ
اور اللہ کے فضل اور اُس کی توفیق سے
قراءۃ ضبط فی ثلثۃ ایام
پورے ضبط کیساتھ تین دن میں اس کی قرأت تمام ہوئی

سنن کبیر نسائی کو بھی شیخ ابن حجرؒ نے دس مجلسوں میں شرف الدین بن کویک کے روبرو پڑھا ہے۔ ہر مجلس چار ساعت نجومی کے قریب ہوتی تھی۔ جو عرف ہندوستان میں دس دقیقہ کے برابر ہوتی ہے۔ معجم صغیر طبرانی کو بھی جس میں ایک ہزار پانچسو حدیثیں معہ اسناد مروی ہیں، ظہر و عصر کے مابین ایک ہی مجلس میں ختم کر ڈالا۔ صحیح بخاری کو دس مجلسوں میں پورا کیا۔ اور ہر

مجلس قریب چار ساعت کی (ظہر سے عصر تک) ہوتی تھی۔ غرض اُن کے اوقات معمور تھے کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے۔ تین مشغلوں میں سے ایک شغل میں ضرور مصروف رہتے تھے۔ مطالعۂ کتب یا تصنیف وتالیف۔ یا عبادت۔ دمشق میں دو ماہ دس دن تک قیام فرمایا۔ اور اس مدت میں افادہ عام کی غرض سے کتب حدیث کی سو جلدیں پڑھی۔ اور تصنیف وتالیف وعبادت اور دیگر ضروریات کو ان اوقات کے علاوہ انجام دیتے تھے۔ اُن کے علم و اوقات میں یہ برکت اور اُن کی تصانیف کی اس قدر مقبولیت حضرت شیخ صنافیری (جو مشہور صاحب کرامات ولی تھے) دعا کی برکت سے تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ابن حجرؒ کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ وہ ایک دن شکستہ خاطر اور رنجیدہ دل ہو کر شیخ کی خدمت میں پہنچے تو شیخؒ نے فرمایا کہ تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو اپنے علم سے دنیا کو مالامال کر دے گا۔

شیخ ابن حجرؒ کے لطائف وظرائف میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ عہدۂ قضاء سے معزول ہوئے اور شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن علی قایاتی اُن کی جگہ پر مقرر ہوئے اور دونوں نے ایک جگہ جمع ہو کر کھانا کھایا تو حافظ ابن حجرؒ نے یہ قطعہ پڑھا۔

عندی حدیث ظریف بمثله تلتقی	من قاضیین یعزی هذا وهذا یهنا
میرے پاس ایک عجیب ظرافت آمیز بات ہے کہ	دو قاضیوں سے ملاقات کی جا رہی ہے ایک کے سامنے اظہار افسوس کیا جا رہا ہے
یقول ذا اکرهونی وذا یقول استرحنا	ویکذبان جمیعاً فمن یصدق منا

یہ کہتا ہے کہ مجھ کو (قاضی بننے پر) مجبور کیا گیا اور وہ کہتا ہے کہ میں نے (معزول ہو کر) راحت پائی۔ حالانکہ دونوں جھوٹے ہیں پس ہم میں سے کون

اُن کے لطائف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب سلطان نے مدرسۂ مؤیدیہ کی بناء کو تمام کیا اور اُس کے مناروں میں سے ایک منارہ جو برج شمالی پر بنا ہوا تھا گرنے کے قریب ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس کو گرا کر پھر از سر نو تعمیر کرو۔

اتفاقاً عینی جو بخاری کے شارح ہیں اُس منارہ کے نیچے بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے یہ قطعہ نظم کر کے بادشاہ کے حضور میں پڑھا۔

لجامع مولانا المؤید رونق	منارته بالحسن تبدو وبالزین
ہمارے مولانا مؤید کی جامع مسجد کا منارہ رونق دار اور حسن وزینت کے جامہ میں ظاہر ہوتا ہے۔	
تقول وقد مالت عن القصد امهلوا	فلیس علی جسمی اضر من العین
استقامت چھوڑ کر جھکتے وقت کہتا تھا کہ مجھ کو مہلت دو کیونکہ میرے جسم پر عینی سے زائد مضر کوئی چیز نہیں ہے۔	

لوگوں نے یہ قصہ عینی تک پہنچایا۔ اور کہا کہ حافظ ابن حجر نے آپ پر تعریض کی ہے۔ بدرالدین عینی اس بات سے بہت خشمناک ہوئے وہ تو خود شعر کہنے پر قادر نہ تھے اس لئے نواجی مشہور شاعر کو بلاکر ابن حجر کی تعریض میں ایک قطعہ نظم کراکر شائع کرایا۔ وہ پُر لطف قطعہ یہ ہے۔

منارۃ کعروس الحسن قد جلیت منارہ عروس حسن کی طرح زینت دیا گیا ہے۔	وھدمھا بقضاء اللہ و القدر اور اُس کا گرنا اللہ کے حکم اور اُس کی تقدیر سے ہے
قالوا اصیبت بعین قلت ذا غلط لوگوں نے کہا کہ عینی کی وجہ سے ضرر پایا ہے میں نے کہا یہ غلط ہے۔	ما اوجب الھدم الا خطۃ الحجر اُس کا گرنا تو صرف حجر (پتھر) کے غلط ہو جانے سے ہے۔

ابن حجرؒ کی تصانیف ڈیڑھ سو سے زائد ہیں۔ سب کی سب جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف سے بہتر اور محکم تر ہیں۔ کیونکہ جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف اگرچہ تعداد میں زیادہ ہیں لیکن ابن حجرؒ کی تصانیف اکثر کلاں اور کبیر الحجم (ضخیم) ہیں اور ان میں نئے نئے مضامین اور مفید فوائد موجود ہیں۔

چنانچہ عالم متبحر پر یہ بات بخوبی روشن ہے۔ نیز حافظ ابن حجرؒ کا اتقان و انضباط علوم بھی جلال الدین سیوطیؒ سے بڑھا ہوا ہے۔ گو جلال الدینؒ عبور و اطلاع میں اُن سے فی الجملہ زیادہ ہیں۔ ابن حجرؒ کی بہترین تصنیف یہی کتاب فتح الباری فی شرح صحیح البخاری شمار ہوتی ہے جس سے فراغت پر انھوں نے بہت خوشی منائی۔ اور تقریباً پانچسو دینار اُس کے ولیمہ میں صرف کئے۔ بخاری پر ان کی ایک دوسری شرح ہدی الساری کے نام سے جو فتح الباری سے بڑی ہے اور اس کا ایک مختصر بھی ہے لیکن یہ دونوں تکمیل تک نہیں پہنچیں۔ اُن کی یہ تصانیف بھی ہیں۔

تعلیق التعلیق۔ اللباب فی شرح قول الترمذی فی الباب۔ اتحاف المہرۃ باطراف الاسانید العشرۃ۔ اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی۔ تہذیب التہذیب۔ تقریب۔ اشتغال ببیان احوال الرجال۔ طبقات الحفاظ۔ الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف۔ الدرایہ فی منتخب تخریج احادیث الہدایہ۔ ہدایۃ الرواۃ فی تخریج احادیث المصابیح والمشکوٰۃ۔ تخریج احادیث الاذکار۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ الاحکام لبیان ما فی القرآن من الابہام۔ نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر۔ شرح النخبۃ۔ الافصاح بتکمیل النکت علی ابن الصلاح۔ لسان المیزان۔ تبصیر المنتبہ فی تحریر المشتبہ۔ نزہۃ السامعین فی روایۃ الصحابۃ عن التابعین۔ المجموع العام فی آداب الشراب والطعام ودخول الحمام۔ الخصال المکفرۃ للذنوب المقدمۃ والموخرۃ۔ توالی التانیس بمناقب ابن ادریس۔ فہرس المرویات۔

نعم السنوح والانوار بخصائص المختار۔ انباء الغمر بابناء العمر۔ الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ۔ بلوغ المرام[1] فی احادیث الاحکام۔ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج۔ الخصال الموصلۃ للظلال[2]۔ بذل الماعون فی فضل من صبر فی الطاعون۔ الامتناع[الامتاع] بالاربعین المتباینۃ بشرط السماع۔ مناسک الحج۔ الاحادیث العشاریۃ۔ الاربعون العالیۃ لمسلم علی البخاری۔ دیوان الشعر۔ دیوان الخطب الازہریۃ۔ اور امالی حدیثیہ، جو عدد میں ہزار (۱۰۰۰) مجلس سے زائد ہے۔ اپنے انتقال سے قبل اس کتاب کے بارے میں یہ اشعار نظم کئے۔

یقول راجی الالٰہ الخلق احمد من — اہل الحدیث نبی الخلق منتقلا

احمد جو اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے والا ہے عامہ مخلوق کے نبی کی حدیثیں نقل کرنے والوں سے ناقل ہے۔

یدنو من الالف ان عدت مجالسہ — تخریجہ اذکار رب ناقد وعلا

اگر مجالس شمار کی جائیں تو ہزار (۱۰۰۰) کے قریب ہیں جن میں اُس نے ربّ ناقد و برتر کے اذکار کئے ہیں۔

دنی برحمتہ للخلق یرزقہم — کما علا عن سمات الحادثات علا

(وہ رب) جو اپنی رحمت کے ساتھ مخلوق کے قریب ہے جو اُن کو رزق دیتا ہے۔ جیسا کہ حوادث کی علامات سے برتر اور عالی ہے

فی مدۃ نحو عشر قد مضت ہملا — ولی من العمر فی ذا الیوم قد کملا

میں نے (اس کتاب کو تصنیف کیا) اتنی مدت میں کہ تیئس (۲۳) برس بیکار ضائع ہو چکے تھے اور اب آج میری عمر تکمیل کو پہنچی

ست وسبعون عاما رحت احسبہا — من سرعۃ السیر ساعات فیا خجلا

چھہتر (۷۶) سال گزر چکے جن کو میں تیزی سے گزر جانے کے سبب گھڑیاں سمجھتا ہوں۔ ہائے شرمندگی

اذا رایت الخطایا اوبقت عملی — فی موقف الحشر لولا ان لی املا

جب میں نے اپنی خطاؤں کو دیکھا تو انھوں نے موقفِ حشر میں میرے عمل کو ہلاک کر دیا ہوتا۔ اگر مجھ کو امید نہ ہوتی

توحید ربی یصنو والرجاء لہ — وخدمتی واکثار الصلوٰۃ علی

کہ میرے رب کی توحید اُس کو بچالے گی اور امید اسی سے ہے۔ اور (نیز) میری خدمت اور کثرت سے جناب

محمد صباحی والمساء و فی — خطبی ونطقی عساہا تمحق الزللا

محمد پر صبح و شام اپنی تقریر اور قول میں درود بھیجنا نہ ہوتا۔ قریب ہے کہ وہ (امور) میری لغزشوں کو محو کر دیں۔

فاقرب الناس منہ فی قیامتہ — من بالصلوٰۃ علیہ کان مشتغلا

حضرتؐ سے قیامت کے دن قریب تر وہ شخص ہوگا جو — آپؐ پر درود بھیجنے میں مشغول رہتا ہے۔

---

[1] بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام۔ [2] الخصال الموجبۃ للظلال۔

یارب حقق رجائی والاولی سمعوا — منی جمیعًا بعفو منك قد شملا

اے رب! میری اور ان تمام لوگوں کی جنہوں نے مجھ سے سنا ہے امیدوں کو محقق کر اپنی اُس صفت عفو سے جو یقیناً سب کو شامل ہو۔

شیخ شمس الدین مصری نے حافظ ابن حجرؒ کی خدمت میں ایک منظوم سوال لکھ کر بھیجا۔ جو درج ذیل ہے:۔

یاحافظ العصر و یا من لہ — تشد من اقصی البلاد الرحال

اے حافظِ وقت اور اے وہ شخص جس کے لئے — دُور دراز مقامات سے لوگ آتے ہیں۔

و یا اماما للوریٰ بابہ — محط امال الثقات الرجال

اور اے مخلوق کے امام جس کا دروازہ — ثقہ لوگوں کی امیدوں کا ٹھکانا ہے

ابن العماد الشافعی ادعی — ورود مافاہ بہ فی المقال

ابن عماد شافعی نے دعویٰ کیا — کہ حدیث زبان زد خلق صحیح منقول ہے۔

شرارکم عزابکم انہ من — الخبر المروی حقا یقال

یعنے حدیث "تم میں غیر شادی شدہ بدتر ہیں" — صحیح السند احادیث میں سے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔

فھل فی مسند ما ادعی — او اثر یرویہ اھل الکمال

پس کیا کسی مسند میں یہ دعوٰی کی ہوئی حدیث موجود ہے — یا یہ کوئی اثر ہے جس کو اہل کمال روایت کرتے ہیں۔

بین رعاك اللہ یا سیدی — جواب ما ضمنتہ فی السوال

اے میرے سردار! خدا آپ کی حفاظت کرے — میرے سوال کا جواب بیان فرمائیے۔

لازلت یا مولی لنا دائما — فی الحال والماضی کذا فی المال

آپ ہمیشہ سلامت رہیں — زمانۂ حال اور ماضی میں اور ایسے ہی آخرت میں بھی

حافظ ابن حجرؒ نے اُس کے جواب میں فوراً یہ اشعار لکھ کر روانہ کئے:۔

اھلا بھا بیضا ذات الکحال — بالنقش یزھو ثوبھا بالصقال

میں نے اس مسئلہ کو خوش آمدید کہا جو خوبصورت سرمگیں آنکھوں والی منقش اور صیقل شدہ کپڑوں والی عورت کی طرح رونما ہوا۔

منت بوصل بعد فصل شفی — من الم الضرق بعد اعتلال

جُدائی کے بعد وصل کے احسان سے ممنون کیا — جس نے جُدائی کے رنج و غم سے شفا بخشی۔

تسال ھل جاء لنا مسندًا — عمن لہ المجد سماء الکمال

تمہارا سوال ہے کہ کیا کوئی مسند حدیث اُس ذات سے مروی ہے جس کے لئے سماء کمال پر مجد ہے

ذم الی العزبة قلنا نعم من بال الف وفی الکف محال

جس میں بے نکاح رہنے کی مذمت ہو تو ہم کہتے ہیں کہ بے شک اس کیلئے ایسا ہی جو الفت والا دل اور ہاتھ میں مال رکھتا ہو

اراذل الاموات عزابکم شرارکم عزابکم یا رجال

(وہ حدیث یہ ہے) ذلیل ترین وہ مرنیوالے ہیں جو تم میں بے شادی شدہ ہوں۔ اے لوگو! تم میں بدترین بے شادی شدہ لوگ ہیں۔

اخرجہ الاحمد والموصلی | والطبرانی الثقات الرجال
اس کی تخریج احمد و موصلی | اور طبرانی نے کی ہے ثقہ رجال سے۔
من طرق فیہا اضطراب ولا | یخلو من الضعف علی کل حال
ایسے طریقوں سے جن میں اضطراب ہے | جو کمزوری سے بہرحال خالی نہیں۔

تنقیح الالفاظ الجامع الصحیح

یہ کتاب بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشیؒ کی تصنیف ہے۔ آپ ۷۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ علاؤ الدین مغلطائیؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ جمال الدین اسنویؒ سے بھی فن حدیث میں استفادہ کیا۔ فقہ اور سماع حدیث ابن کثیرؒ اور اذرعیؒ سے بھی خصوصیت کے ساتھ رکھتے ہیں۔ بہت صاحب تصنیف ہیں۔ بالخصوص آپ نے فقہ شافعی اور علوم قرآن کی بڑی خدمت کی ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے تخریج احادیث الرافعی ہے۔ جو پانچ جلدوں میں ہے۔ الخادم الرافعی بیس جلدوں میں ہے۔ اور بخاری کی ایک دوسری شرح بھی ہے جو بہت طویل ہے۔ جس کو شرح ابن ملقن سے ملخص کیا ہے۔ اور بہت سے دیگر مسائل کا اس میں اضافہ کیا ہے۔ دو جلدوں میں جمع الجوامع کی شرح بھی لکھی ہے۔ منہاج کی شرح دس جلدوں میں اور اس کی مختصر کی شرح کو دو جلدوں میں تالیف کیا۔ اصول فقہ میں تجرید بھی ان کی تالیف ہے۔ جو تین جلدوں میں ہے اور متوسط درجہ کی ایک شرح بھی لکھی ہے آپ نے (قاہرہ میں) ۳ رجب ۷۹۴ھ میں وفات پائی۔

تعلیق المصابیح ابواب الجامع الصحیح

یہ کتاب ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی بکر قرشی مخزومی اسکندری کی تصنیف

ہے۔ان کا لقب بدرالدین ہے۔ اور دمامینی (یا ابن الدمامینی) کے نام سے مشہور ہیں۔
آپ اُس حدیث کی شرح میں (جس میں حضرت صفیہؓ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے اور وہ آپ کی زیارت کے لئے مسجد میں تشریف لائی تھیں۔ جب مکان کو واپس جانے لگیں تو چونکہ رات زیادہ ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنچانے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لائے۔ راستہ میں ایک انصاری ملے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ دیکھ کر ایک طرف ایک گوشہ میں ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تعالَ ھی صفیۃ۔ یعنے کچھ کھٹکا مت کرو چلے آؤ یہ تو صفیہؓ ہیں) یہ کہتے ہیں کہ تعالَ کا لام ہمیشہ مفتوح پڑھا جاتا ہے خواہ مفرد سے خطاب کیا جائے یا غیر مفرد سے، خواہ مذکر سے یا مؤنث سے۔ اَبی فراس بن حمدان کے بہت سے عمدہ اشعار میں مؤنث کو خطاب کرنے کے وقت لام کا کسرہ بھی واقع ہوا ہے۔ اُن اشعار کی لطافت کے باعث مَیں چاہتا ہوں کہ ان کو نقل کروں۔ جب اس نے اپنے قریب ایک کبوتری کو نوحہ زن دیکھا تو یہ ابیات نظم کئے۔

اقول وقد ناحت بقربی حمامۃ	ایا جارۃً ھل تشعرین بحالی
جب میرے قرب میں ایک کبوتری نوحہ زن ہوئی تو مَیں اس سے کہتا ہوں	اے میری پڑوسن کیا تجھ کو میری حال کی کچھ خبر ہے
معاذ النوی ما ذقت طارقۃ النوی	ولا خطرت منک الھموم ببال
غم فرقت سے پناہ۔ خدا کرے تو کبھی کھٹکھٹا دینے والی جدائی کا مزہ نہ چکھے۔	اور نہ کبھی غم تیرے دل میں واقع ہو۔
ایا جارۃً ما انصف الدھر بیننا	تعالِی اقاسمک الھموم تعالِی
اے پڑوسن! میری تیری درمیان زمانہ نے انصاف نہیں برتا	چلی آ تاکہ ہم غم کو باہم تقسیم کرلیں چلی آ۔
تعالِی تری روحًا لدیّ ضعیفۃً	تردد فی جسم یعذب بال
آجا تاکہ تو میرے پاس ایک ایسی کمزور روح کو دیکھے	ایسے جسم میں جو بوسیدہ ہو گیا ہے اور عذاب دیا جاتا ہے
ایضحک ماسورٌ وتبکی طلیقۃٌ	ویسکت محزون ویندب سالی
کیا قیدی ہنستا ہے اور آزاد روتا ہے	کیا غمزدہ خاموش رہتا ہے غمگین اور بے غم نوحہ گر ہوتا ہے
لقد کنت اولی منک بالدمع مقلۃ	ولکن دمعی فی الحوادث غالی
بیشک میری آنکھ آنسو کیلئے تجھ سے زیادہ مستحق تھی	لیکن میرے آنسو حوادث میں بہنے سے بالاتر ہیں۔

بدرالدینؒ کی ولادت ۷۶۳ھ میں ہوئی۔ ابتدا ہی سے تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اور اسی میں

نشو ونما پائی۔ سُرعتِ ادراک اور قوتِ حافظہ میں اپنے ہمعصروں میں یکتا تھے۔ خصوصًا علوم ادبیہ، نحو اور نظم و نثر میں تو سب پر صاف برتری حاصل تھی۔ فقہیات، علم شروط اور سجلات میں بھی اصحابِ فن کے ساتھ مشارکت تامہ رکھتے تھے۔ جامع ازہر میں ایک عرصہ تک علم نحو کے درس میں مشغول رہے۔ پھر اسکندریہ لوٹ آئے۔ تحصیلِ مال کی طرف راغب ہوئے تو ایک بڑا کارخانہ کھولا اس میں بہت سے جولاہوں کو اُجرت پر رکھ کر کام میں لگایا۔ تقدیرِ الٰہی سے علالت کارخانہ میں آگ لگ گئی۔ اور سُوت وروئی نیز اس صنعت کا بہت سا سامان نذرِ آتش ہو گیا۔ بہت سا قرضہ ان کے ذمہ باقی رہ گیا۔ جب قرضداروں نے تنگ کرنا شروع کیا تو مجبورًا اسکندریہ سے صعید (بالائی مصر) کی طرف چل دیئے۔ قرضداروں نے بھی اُن کا تعاقب کیا۔ آخر قاہرہ میں گرفتار ہو کر آئے۔ تقی الدین بن حجۃ اور ناصر الدین البارزی (کاتب السر) ان کی پرورش و حمایت کے لئے کمربستہ ہوئے اور ان کا حال ایک حد تک اصلاح پذیر ہو گیا۔ پھر وہاں سے یمن کی طرف رحلت کی اور وہاں سے بلادِ ہند پہنچے۔ اور شہر احمد آباد دگجرات میں جو اُس وقت حسن آباد کے نام سے مشہور تھا آئے۔ یہاں ان کو اقبال نصیب ہوا اور انھوں نے سلطانِ وقت سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ اب ان کی زندگی نہایت خوشحالی سے گزرنے لگی۔ یہاں تک کہ ماہِ شعبان ۸۲۸ھ میں انتقال ہو گیا۔ چونکہ اُن کی موت ناگہانی واقع ہوئی تھی۔ اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ کسی نے اُن کو زہر دیدیا ہے۔ واللہ اعلم (آپ شہر گلبرگہ، دکن میں مدفون ہیں)۔

علمِ حدیث میں اُن کی صرف یہی شرح ہے مگر علمِ ادب میں اُن کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے شرح تسہیل اور شرح خزرجیہ ہے۔ عروض میں اُن کی تالیف جواہر البحور ہے۔ الفواکہ البدریہ بھی اُن ہی کی منظومات میں سے ہے۔ مقاطع الشرب اور نزول الغیث[1] فی الاعتراض علی الغیب الذی انسجم فی شرح لامیۃ العجم والغیث الذی انسجم بھی ان کی تالیف کردہ ہے۔ یہ (شرح لامیۃ العجم) علامہ صفدی کی تالیف ہے، جو صلاح الدین کے لقب سے ملقب اور علمِ ادب میں یکتا و مشہور ہیں۔ جواہر البحور کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔ اور تحفۃ الغریب فی شرح مغنی اللبیب بھی اُن (بدر الدین) کی ہی تالیف ہے۔ اُن کی منظومات میں سے یہ چند اشعار سپردِ قلم ہیں۔

[1] نزول الغیث الذی انسجم فی شرح لامیۃ العجم للصفدی۔

ایا علماء الهند انی سائل | فمنوا بتحقیق به یظهر السرّ

اے علماء ہند میں ایک سوال پیش کرتا ہوں | پس راز کو حل کرنیوالی تحقیق سے واقف فرما کر مجھ کو ممنون فرمائیے

ازی فاعلا للفعل اعرب لفظه | بجر والاحرف به یمکن الجرّ [1]

ایک فعل کا فاعل ہے جس کو جر کا اعراب دیا گیا ہے | حالانکہ کوئی حرف ایسا نہیں ہے جس سے جر دیا جا سکے

ولیس محکی ولا بمجاور | لذی الخفض والانسان بالبحث یضطر

اور نہ وہ محکی ہے اور نہ کسی مجرور کے متصل ہے | اور انسان تفتیش و تحقیق کرنے پر مجبور ہے

فهل من جواب عندکم استفیده | فمن بحرکم مازال یستخرج الدرّ

تو کیا تمہارے پاس کوئی جواب ہے جس سے میں استفادہ کر سکوں | کیونکہ تمہارے سمندر سے ہمیشہ موتی ہی نکلتے رہیں

مترجم کہتا ہے کہ اس سے مراد لفظ صنبر ہے جو ذیل کے شعر میں ہاج کا فاعل واقع ہوا ہے یہ شعر طرفۃ بن العبد کا ہے ۔

بجفانٍ تعتری نادینا | وسدیفٍ حین هاج الصنبرِ

یہ اشعار بھی ان ہی کے ہیں :۔

رمانی زمانی بما ساءنی | فجاءت نحوس وغابت سعود

میرے زمانہ نے مجھ کو رنجدہ چیزوں سے رنجیدہ کر دیا | گویا نحوست کے ستارے نکل آئے، اور نیکبختی کے ستارے غائب ہو گئے۔

واصبحت بین الورٰی بالمشیب | علیلا فلیت الشباب یعود

اب میں بڑھاپے کی وجہ سے مخلوق میں بیمار ہوں | کاش جوانی پھر لوٹ آتی۔

یہ اشعار بھی اُن ہی کے ہیں :۔

الا یا عذاریك هما اوقعا | قلب المعنّی الصب فی الحین

اے معشوق! اپنے رخساروں کی خبر لے اس لئے | کہ انھوں نے میرے مصیبت زدہ حیران دل کو موت کی ہلاکت

فجد له بالوصل واسمح به | فکیف قد هام بلا مین

پس اس کو وصل دے کر اس کے ساتھ سخاوت و بخشش سے پیش آ۔ | اور ایسا تو کیوں نہ کرے جبکہ وہ بغیر جھوٹ کے (یعنی سچ مچ) سرگشتہ

یہ اپنے اُستاد سے ایک عجیب لطیفہ نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز اسکندریہ میں اُن کے درس میں حاضر تھا۔ اُن کے تلامذہ میں سے ایک شخص اُن کی کتاب مختصر جو فقہ میں ہے پڑھتا تھا۔ کتاب الحج چل رہی تھی۔ اُسی مجلس میں بعض ایسے طلبہ بھی حاضر تھے جو بحث و اعتراض کے

[1] بعض نے یہ شعر اس طرح لکھا ہے۔ فما فاعل قد جر بالخفض لفظه صریحا ولا حرف یکون به جر۔

زیادہ دلدادہ تھے۔ اتفاقاً اُس میں ایک ایسی عبارت واقع ہوئی جس میں مضاف الیہ کی طرف ضمیر راجع ہوتی تھی۔ طالب علم مذکور نے جرأت کر کے اُستاد سے پوچھا نحوی کہتے ہیں کہ مضاف الیہ کی طرف ضمیر کو نہیں پھیرنا چاہیئے تو پھر یہ عبارت کیسے درست ہوئی؟ شیخ نے فوراً جواب میں یہ آیۃ پڑھی۔ قال اللہ تعالیٰ کمثل الحمار یحمل اسفاراً۔ یعنے یحمل کی ضمیر حمار کی طرف جو مضاف الیہ ہے راجع ہے۔ اس جواب میں جو لطافت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ مضاف الیہ کی طرف ضمیر کا لوٹانا منع نہیں ہے البتہ اگر مضاف اور مضاف الیہ دونوں کی طرف ضمیر کا راجع کرنا ممکن ہو تو اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ مضاف کی طرف ضمیر کو راجع کریں۔ کیونکہ کلام سے مقصود مضاف ہی ہوتا ہے۔

اللامع الصبیح فی شرح جامع الصحیح

یہ کتاب علامہ محقق شمس الدین محمد بن عبد الدائم برماوی کی تصنیف ہے۔ ان کا پورا نام و نسب یہ ہے۔ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الدائم بن موسیٰ بن عبد الدائم بن عبد اللہ نُعَیمی۔ نُعیم کی طرف بصیغۂ تصغیر منسوب ہیں۔ اصل کے اعتبار سے عسقلانی اور سکونت کے لحاظ سے برماوی مصری ہیں۔ شافعی المذہب تھے۔ ۱۵ ذیقعدہ ۷۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداءِ زندگی ہی سے علمی مشاغل میں نشو و نما پائی۔ علم حدیث کو برہان بن جماعۃ تاج الدین بن الفصیح۔ برہان الدین شامی۔ ابن الشیخۃ۔ سراج الدین بلقینی۔ زین الدین عراقی اور اس فن کے دوسرے بزرگوں سے حاصل کیا۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ اور علوم عربیہ میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ آخر میں بدر الدین زرکشی کی صحبت اختیار کی اور اُن کے شاگردانِ رشید کی جماعت میں داخل ہوئے اپنے زمانہ کے عجیب لوگوں میں سے تھے۔ بہت لکھنے والے تھے۔ اکثر نسخوں کے حاشیے اور تعلیقات بھی لکھے۔ فتویٰ نویسی اور خوشخطی میں بھی ممتاز تھے۔ ان کمالات کے ساتھ ساتھ خوش کلام، نیک صورت۔ باوقار اور کم گفتار تھے۔ زندگی سادہ بسر کرتے تھے۔ محبوبیت اور مقبولیت کا حصہ بھی حق تعالیٰ نے اُن کو عنایت فرمایا تھا۔ اُن کی تصانیف میں سے ایک یہ بخاری کی شرح ہے جو کرمانی اور زرکشی کا منتخب ہے۔ چند فوائد مقدمہ

ؐ کشف الظنون میں اس کا نام "اللامع الصبیح" درج ہے۔

شرح ابن حجر سے لے کر بھی اس میں درج کئے ہیں۔ اصولِ فقہ میں اُن کی کتاب الفیہ ہے جو نہایت عمدہ اور خوبی میں اعلیٰ واقع ہوئی ہے۔ اور کُتب متقدمین میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اسی الفیہ کی ایک شرح لکھی ہے۔ جس میں تمام فن کا استیعاب کر لیا گیا ہے۔ اس شرح کے اکثر حصہ میں اصولیوں کے مذہب کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے۔ اس کا بیشتر حصہ کتاب البحر المحیط زرکشی سے ماخوذ ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ کتاب نرالی وضع کی واقع ہوئی ہے۔ عمدۃ الاحکام کی بھی ایک شرح لکھی ہے۔ اور اُس کے رجال کو نظم میں بیان کیا۔ پھر اس نظم کی بھی ایک شرح لکھی۔ شرح لامیۃ الافعال ابن مالک کو بھی نہایت خوبی اور تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ فنِ سیرۃ میں ان کا ایک مختصر رسالہ ہے اور فرائض میں ایک نظم ہے۔ لیکن افسوس اُن کے انتقال کے بعد اُن کی کتابیں متفرق اور منتشر ہو گئیں ۲ر ماہ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ کو جمعرات کے دن وفات ہوئی۔ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے بعد مسجد اقصٰے (بیت المقدس) میں حضرت شیخ ابو عبداللہ قرسی قدس سرہٗ کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔

ارشاد السّاری

یہ قسطلانی کے نام سے مشہور ہے۔ اور صحیح بخاری کی شرح ہے۔ یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد بن محمد بن الحسین قسطلانی مصری شافعی کی تصنیف ہے۔ وہ ۱۲ر ذیقعدہ ۸۵۱ھ کو مصر میں پیدا ہوئے اور ابتدائی عمر میں ہی علمِ قرارت کی تحصیل میں مشغول ہو کر سبعہ کو یاد کر لیا۔ پھر دوسرے فنون کی طرف توجہ کی۔ صحیح بخاری پانچ مجلسوں میں احمد بن عبدالقادر ساوی کو سُنائی۔ اور جامع عمری میں درس اور وعظ میں مشغول ہو گئے۔ اُن کا وعظ سُننے کے لئے دنیا سمٹتی تھی۔ اور اُس میں وہ اپنے وقت کے بے نظیر تھے۔ ان کی بات دل کو لگتی تھی۔ ایک مدّت دراز کے بعد تصنیف و تالیف کا شوق ہوا چنانچہ بہت سی مقبول تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں۔ اُن سب میں بڑی یہ شرح ہے۔ جس میں فتح الباری اور کرمانی کا پورا پورا اختصار موجود ہے۔ نہ اتنی مختصر ہی ہے اور نہ اتنی طویل۔ المواہب اللدنیہ بھی اُن کی ہی تصنیف ہے۔ جو اپنے باب میں لاثانی ہے۔ العقود السنیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریہ۔ لطائف الاشارات فی عشرات القرات۔ اور کتاب الکنز فی وقف حمزۃ وہشام علی الہمزۃ۔ بھی

اُن کی تصانیف ہیں۔ شاطبیہ کی بھی ایک شرح لکھی ہے۔ جس میں ابن الجزری کے زیادات کو ملا کر فوائد عجیبہ کو بیان کیا گیا ہے جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتے۔ قصیدہ بردہ کی بھی ایک شرح لکھی ہے۔ جس کا نام مشارق الانوار المضیہ ہے۔ آداب صحبۃ الناس میں ایک کتاب لکھی ہے جو نفائس الانفاس کے نام سے مشہور ہے۔ ایک کتاب سیدنا شیخ عبدالقادرؒ کے مناقب میں لکھی ہے جو الروض الزاہر کے نام سے موسوم ہے۔ ان کی ایک کتاب اور ہے جس کا نام تحفۃ السامع والقاری بختم صحیح البخاری ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ کو اُن سے بڑی شکایت تھی اور گلہ تھا، کہا کرتے تھے کہ انھوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے مدد لی ہے۔ اور اُس میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں اور یہ بات ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور کچھ حق پوشی بھی ہے۔ جب اس شکایت کا چرچا ہوا اور یہ شکایت شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاریؒ کے حضور میں محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی تو شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے قسطلانی کو بہت سے مواضع میں الزام دیا۔ ان میں سے ایک یہ کہ مواہب کے وہ کتنے مواقع ہیں جو بیہقی سے نقل کئے گئے ہیں۔ اور بیہقی کی مؤلفات اور تصنیفات میں سے کس قدر تصانیف اُن کے پاس موجود ہیں اور ذرا یہ بتائیں کہ اُن میں سے کن تصنیفات سے انھوں نے نقل کی ہے۔ جب قسطلانی مواضع نقل کی نشان دہی سے عاجز رہے تو سیوطیؒ بولے کہ آپ نے میری کتابوں سے نقل کیا ہے اور میں نے بیہقی سے۔ پس آپ کے لئے مناسب اور ضروری تھا کہ آپ اس طرح کہتے۔ نقل السیوطی عن البیہقی کذا۔ تاکہ مجھ سے استفادہ کا حق بھی ادا ہوتا اور تصحیح نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے۔ قسطلانی ملزم ہو کر مجلس سے اُٹھے اور یہ بات ہمیشہ دل میں رکھی کہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے دل سے اس کدورت کو دھویا جائے۔ مگر ناکام رہے۔ ایک روز اسی ارادہ سے شہر مصر (قاہرہ) سے روضہ تک پیادہ پا روانہ ہوئے۔ جو دراز مسافت پر واقع تھا۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی۔ شیخ نے اندر سے دریافت کیا کہ کون شخص ہے؟ قسطلانی نے عرض کیا کہ میں احمد ہوں۔ برہنہ پا اور برہنہ سر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کروں اور آپ راضی ہو جائیں۔ یہ سنکر شیخ جلال الدینؒ نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا۔ لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ اُن سے ملاقات کی۔

قسطلانی کی وفات قاہرہ مصر میں ۷ محرم ۹۲۳ھ کو شب جمعہ میں ہوئی۔ جمعہ کی نماز کے بعد جامع ازہر میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اور مدرسۃ العینی میں جو اُن کے مکان کے قریب ہے دفن کئے گئے۔

حاشیہ شیخ سیّدی زرّوق فاسی علی البخاری

یہ شہاب الدین) ابو العباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ برنسی فاسی ہیں۔ جو زروق کے نام سے مشہور ہیں۔ بروز پنجشنبہ بوقتِ طلوع آفتاب ۲۸ محرم ۸۴۶ھ میں پیدا ہوئے ابھی سات سال کے نہ ہوئے تھے کہ اُن کے ماں باپ نے انتقال کیا۔ دیارِ مغرب کے بڑے بڑے علماء مثلاً فوری۔ مجاجی۔ اُستاد ابو عبداللہ صغیر۔ امام صحابی۔ ابراہیم ناری سیوسی۔ سخاوی مصری۔ رصاع دوئی۔ اور اس مقام کے دوسرے بزرگوں سے علوم کو حاصل کیا۔ اُن کے شیخ سیدی زیتون رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے حق میں بشارت دی تھی کہ وہ ابدال سبعہ میں سے ہیں۔ حالِ باطنی میں یہ بلند مرتبہ رکھتے ہوئے علوم ظاہرہ میں بھی ان کی تصانیف نفع بخش اور بہت مفید واقع ہوئی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ حاشیہ ہے جو نہایت برجستہ واقع ہوا ہے۔ شرح رسالہ ابنِ ابی زید بھی ہے جو فقہ مالکی میں ہے۔ کتاب ارشاد ابن عسکر جو فقہ مالکی کی مشہور کتاب مختصر شیخ خلیل کے چند ابواب کی شرح ہے۔ اُس کی شرح لکھی۔ شرح قرطبیہ۔ شرح راغبیہ۔ شرح عافیہ۔ شرح عقیدہ قدسیہ۔ بست وچند شرح برحکم شیخ تاج ابن عطاء اللہ اسکندرانی۔ شرح حزب البحر۔ شرح مشکوۃ الحزب الکبیر۔ شرح حقائق المقری شرح اسماء حسنیٰ۔ شرح مراصد۔ جو اُن کے شیخ ابو العباس احمد بن عقبۃ الحضرمی کی تصنیف ہے۔ نصیحۃ کافیہ اور اُس کا مختصر۔ اعانۃ المتوجہ المسکین علی الطریق القیم والتمکین۔ قواعد التصوف۔ جو حُسن اور خوبی میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ حوادث الوقت جو نہایت نفیس کتاب ہے اور سَو فصلوں میں اس زمانہ کے فقیروں کی بدعات کے رد میں تالیف کی ہے۔ علم حدیث میں بھی ایک مختصر رسالہ لکھا ہے نیز اپنے احباب کے لئے بہت سے ایسے مُراسلات تحریر فرمائے جن میں اُن کو آداب وحِکَم مواعظ ولطائف سلوک لکھے تھے۔

لہ قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ۔ کشف الظنون۔

الغرض وہ جلیل القدر شخص تھے۔ ان کے مرتبۂ کمال کو لکھنا تحریر و بیان سے باہر ہے۔ وہ متاخرین صوفیۂ کرام کے اُن محققین میں سے ہیں جنھوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے۔ شیخ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے گزر چکا، شمس الدین لقانی، خطاب الکبیر، طاہر بن زبان روادی اور اُن جیسے بڑے بڑے علماء نے اُن کی شاگردی پر فخر و ناز کیا ہے۔ قصیدۂ جیلانیہ کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ ہے جس کے بعض ابیات یہ ہیں :-

انا لمریدی جامع لشتاتہ	اذا ماسطا جور الزمان بنکبتہ
میں اپنے مُرید کی پریشان حالی کو تسلی دینے والا ہوں	جب زمانہ نکبت و ادبار سے اُس پر حملہ آور ہو۔
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ	فناد بیا زروق آت بسرعۃ
اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو	یا زروق! کہہ کر پکار میں فوراً آموجود ہوں گا۔

ماہ صفر ۸۹۹ھ میں بلاد طرابلس الغرب میں اُنکا انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

بہجۃ النفوس

یہ کتاب ابو محمد عبداللہ (بن سعد) بن ابی جمرہ کی تصنیف ہے۔ اس میں تقریباً تین سو حدیثوں کو بخاری سے انتخاب کرکے اُن کی شرح دو جلدوں میں کی ہے اور بہت سے گہرے علوم اور حقائق خفیہ اُس میں درج کئے ہیں۔ وہ اُس وقت کے عارفین اور اکابر اولیاء میں سے تھے۔ اُن سے کرامتیں بھی بہت سی ظاہر ہوئی ہیں۔ اُن کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے جو خود انھوں نے ایک روز فرمایا تھا انی بحمد اللہ لم اعص اللہ۔ (یعنے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اللہ پاک کی کبھی نافرمانی نہیں کی)۔ اُن کے شاگردِ رشید ابوعبداللہ ابن الحاج ہیں، جو مذہب مالکی کی کتاب المدخل کے مصنف ہیں۔ ابن الحاج نے اپنے شیخ کی کرامات اور ان کے حالات کا مجموعہ بھی تالیف کیا ہے۔ ابن مرزوق خفید نے شرح مختصر خلیل میں کسی سلسلہ میں لکھا ہے کہ ان ابن ابی جمرۃ وتلمیذہ ابن الحاج لا یعتمد علیہ فی نقل المذاھب (یعنے ابن ابی جمرہ اور اُن کے شاگرد ابن الحاج پر نقل مذاہب میں اعتماد نہ کرنا چاہیئے)۔

لہ المتوفی ۶۹۵ھ۔

اس کلام سے دراصل مختصر خلیل کے مؤلف پر اعتراض مقصود ہے جن کا زیادہ تر اعتماد نقلِ مذاہب میں مدخل ابن الحاج ہے۔ واللہ اعلم۔

توشیح علی الجامع الصحیح لِلسیّوطی

یہ کتاب حافظ العصر ابو الفضل (عبد الرحمٰن) بن ابی بکر سیوطی؁ کی تصنیف ہی۔ اس کے اوّل دیباچہ میں اس طرح لکھا ہے۔

الحمد للہ الذی اجزل لنا المنۃ بان جعلنا من حملۃ السنۃ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ شھادۃ اعدھا لھول یوم القیامۃ جنّۃ واشھد انّ سیّدنا ونبیّنا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ اول من یقرع باب الجنّۃ المبعوث الی کافۃ الانس والجنّۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلےٰ اٰلہ واصحاب الذین جعل حبّھم اٰیۃ الایمان ومظنۃ الفوز ھذا تعلیق علی صحیح الاسناد شیخ الاسلام امیر المؤمنین ابی عبد اللہ البخاری مسمی بالتوشیح یجری مجری تعلیق الامام بدر الدّین الزرکشی المسمی بالتنقیح و یفوق بما حواہ من الزوائد یشتمل علیٰ مایحتاج الیہ القاری والمستمع من ضبط الفاظ وتفسیر غریب وبیان اختلاف

تمام تعریف اُس خدا کے لئے ہے جس نے ہم پر احسان کیا کہ ہم کو حدیث کا حامل بنایا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہی اور نہ اُس کا کوئی شریک ہی۔ ایسی شہادت جس سے مَیں قیامت کی ہولناکی کے لئے سپر (ڈھال) کا کام لینا چاہتا ہوں مَیں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ جو سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور جو تمام انسانوں اور جِنوں کی طرف (رسول بناکر) بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ ہو اُن پر اور اُن کی اولاد پر اور اُن کے اصحاب پر جن کی محبت کو ایمان کی نشانی اور کامیابی کی علامت بنایا۔ (اس کے بعد عرض ہے) کہ یہ کتاب شیخ الاسلام امیر المؤمنین ابو عبد اللہ البخاریؒ کی صحیح الاسناد جامع پر ایک حاشیہ ہے جو توشیح کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو اُسی طرز پر ہے جسے بدر الدین زرکشیؒ نے اپنے حاشیہ تنقیح میں اختیار کیا

؁ سن ولادت ۸۴۹؁ھ سن وفات ۹۱۱؁ھ۔

روایاته وزیادة فی جزء لم ترد فی طریق وترجمة ورد بلفظها حدیث مرفوع ووصل تعلیق لم یقع فی الصحیحین وصله وتسمیة مبهم واعراب مشکل وجمع بین مختلف بحیث لم یفته من الشرح الا الاستنباط وقد عزمت علی ان اضع علی کل من الکتب الستة کتابا علی هذا النمط لیحصل به النفع بلا تعب وبلوغ الارب بلا نصب حقق الله ذلک بمنه ویمنه۔

فصل فی بیان شرط البخاری الخ۔

ہے۔ (بلکہ اُس حاشیہ سے میرا یہ حاشیہ چند ایسے زائد فوائد کی وجہ سے فائق ہے اور ان تمام چیزوں کو اپنے اندر لئے ہوتے ہے جن کی طرف پڑھنے والے اور سننے والے کو احتیاج ہوتی ہے۔ (مثلاً) الفاظ کا ضبط۔ غریب باتوں کی تفسیر۔ اختلاف روایات کا بیان۔ اُن اخبار میں زیادتی جو بخاری کے طرق میں وارد نہیں ہوئیں۔ نیز اس ترجمہ کا بیان کرنا جس کے الفاظ میں کوئی حدیث مرفوع وارد ہوتی ہے۔ اُن معلقات کا وصل جن کو صحیحین میں موصلاً بیان نہ کیا گیا ہو۔ مبہم کے نام کا اظہار اور مشکل کا ایضاح اور مختلف احادیث کا جمع کرنا گویا استنباط کے علاوہ شرح میں سے کوئی چیز نہ رہے۔ مَیں نے اس کا بھی ارادہ کیا کہ تمام صحاح ستہ پر اسی نوعیت کے حواشی لکھوں۔ تاکہ ان سے نفع اندوزی آسان ہو جائے اور بغیر دقت کے مطلب برآری ہو سکے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو تکمیل تک پہنچائے۔ فصل اس میں بخاری کی شرط کا ذکر ہے الخ۔

معالم السنن شرح سنن ابی داؤد

یہ کتاب خطّابی کی تصنیف ہے۔ جن کا نام ابو سلیمان حَمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب خطّابی بُستی ہے۔ ان کی بہت سی مفید و نافع تصنیفات ہیں۔ مکہ معظمہ میں ابن الاعرابی سے اور بغداد میں اسمٰعیل بن محمد صَفّار اور اسی طبقہ کے دوسرے علماء سے اس علم کو حاصل کیا۔ بصرہ میں ابوبکر بن داسہ سے اور نیشاپور میں ابو العباس اَصَم سے کُتبِ حدیث کی سند حاصل کی۔ حاکم، ابو حامد اسفرائینی، ابو مسعود حسین بن محمد کرابیسی اور ابو نصر محمد بن احمد بلخی نے ان ہی سے روایت کی ہے اور اخذ علم کیا ہے۔

ابو منصور ثعالبی نے یتیمۃ الدہر میں اُن کا ذکر کیا ہے مگر اُن کے نام میں غلطی کی ہے کہ

لہ سن ولادت ۳۱۹ھ۔

ھوابو سلیمان احمدؒ ان کی یہی غلطی شہرت پکڑ گئی۔ تحقیق یہ ہے کہ اُن کا نام حمدؔ ہے۔ اُن کی زیادہ تر اقامت نیشاپور میں رہی۔ اور اُسی شہر میں تصنیف اور تالیف میں مشغول رہے۔ غریب الحدیث۔ معالم السنن۔ شرح اسمار الحسنیٰ۔ کتاب العزلہ۔ اور کتاب الغنیہ عن الکلام واہلہ۔ وغیرہ تالیف فرمائیں۔ لغت کو ابو عمر زاہد سے اور فقہ شافعی کو ابو علی ابن ابی ہریرہ اور قفّال (کبیر) سے حاصل کیا ہے۔ اُن کی وفات ماہ ربیع الثانی ۳۸۸ھ میں بمقام بُست واقع ہوئی۔ نظم کی طرف بھی میلان تھا۔ چنانچہ یہ چند اشعار اُن کی تصنیف ہیں۔

ارض للناس جمیعا ۔۔۔ مثل ماترضی لنفسک

سب کے لئے اُس چیز کو پسند کر۔ ۔۔۔ جو تُو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

انما الناس جمیعا ۔۔۔ کلھم ابناء جنسک

کیونکہ یہ سب لوگ تو ۔۔۔ سب کے سب تیری ہی ہم جنس ہیں۔

فلھم نفس کنفسک ۔۔۔ ولھم حس کحسک

ان کا نفس تیرے نفس کی طرح ہے ۔۔۔ اوران کی حس تیری حس کی مثل ہے

ولہٗ ایضاً

(ن: شقّة)

وَمَا غُرْبَۃُ الْاِنْسَانِ فِی سعۃ النَّوٰی ۔۔۔ وَلٰکِنَّھَا وَاللّٰہِ فِی عَدَمِ الشَّکْلِ

انسان کی مسافرت مسافت کی دوری سے نہیں ۔۔۔ بلکہ قسم بخدا ہم مشرب نہ ہونے کے باعث ہوتی ہو

وَاِنِّیْ غَرِیْبٌ بَیْنَ بُسْتَ وَاَھْلِھَا ۔۔۔ وَاِنْ کَانَ فِیْھَا اُسْرَتِیْ وَبِھَا اَھْلِیْ

اور میں بُست اوراس کے باشندوں کے درمیان مسافر ہوں ۔۔۔ اگرچہ میرا کنبہ اور میرے اہل و عیال یہاں موجود ہیں۔

ولہٗ ایضاً

(ن: تسامح ۔ یستتمم)

فَسَامِحْ وَلَا تَسْتَوْفِ حَقَّکَ کُلَّہٗ ۔۔۔ وَاَبْقِ فَلَمْ یَسْتَوْفِ قَطُّ کَرِیْمٌ

درگزر کر اور اپنے پورے حق کو حاصل نہ کر (بلکہ اُس کی باقی چھوڑ) کیونکہ کسی کریم نے اپنا پورا حق کبھی حاصل نہیں کیا۔

وَلَا تَغْلُ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْاَمْرِ وَاقْتَصِدْ ۔۔۔ کِلَا طَرَفَیْ قَصْدِ الْاُمُوْرِ ذَمِیْمٌ

کسی امر میں حد سے آگے قدم نہ رکھ اور میانہ روی اختیار کر۔ کیونکہ درمیانی حالت کی ہر دو طرف (افراط و تفریط) مذموم ہوتی ہیں۔

ولہٗ ایضاً

مَادُمْتَ حَيًّا فَدَارِ النَّاسَ كُلَّهُمُ	فَإِنَّمَا أَنْتَ فِيْ دَارِ الْمُدَارَاةِ
جبتک تو زندہ ہے تمام لوگوں کے ساتھ مدارات سے پیش آ۔	کیونکہ تو اس وقت دارِ مدارات میں مقیم ہے۔
وَلَا تعلق لغير الله فی تعب	ان المهيمن كافيك المهمات
کسی رنج و غم میں غیر اللہ سے اپنا رشتہ نہ جوڑ۔	کیونکہ مشکلات میں اللہ ہی تجھ کو کافی ہے۔

عارضة الاحوذی فی شرح الترمذی

یہ کتاب حافظ قاضی ابوبکر بن العربی مغربی اندلسی کی تصنیف ہے۔ اُن کی کنیت ابوبکر اور نام و نسب یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد۔ ابن العربی المعافری الاشبیلی سے مشہور ہیں۔

یہ اُندلس کے آخری عالم اور آخری حافظِ حدیث تھے۔ انھوں نے مشرقی بلاد کا سفر کیا اور ہر ملک کے بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کر کے روایت میں وسعتِ تامہ حاصل کی۔ نیز علمِ اصول و خلاف و کلام اور دوسرے فنون میں بھی پوری مہارت حاصل کی۔ تمام کمالات کے باوجود حُسنِ خُلق۔ تحمل ایذا۔ دوستی میں ثابت قدمی اور حُسنِ عہد میں بلند مرتبہ کے مالک تھے۔ ۴۶۸ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد کے ہمراہ شام گئے۔ طراد بن محمد الزینبی۔ ابو الفضل ابن الفرات۔ قاضی ابو الحسن خِلَعی۔ ابن مشرف۔ حافظ (ابوالقاسم) مکی بن عبد السلام الرُّمیلی۔ ابو عبداللہ حسین بن علی الطبری۔ اور اُس زمانہ کے دوسرے بزرگوں سے بغداد۔ دمشق۔ مصر۔ بیت المقدس اور اُندلس میں رہ کر علم حاصل کیا۔ امام ابو حامد غزالیؒ سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ اسی طرح فقیہ ابوبکر الشاشی اور ابو زکریا التبریزی سے بھی علم کی خوشہ چینی کی۔ پھر تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کیا۔ علمِ ادب و بلاغت میں بھی پورا پورا دخل رکھتے تھے۔ محدثین میں سے محمد بن یوسف بن سعادہ۔ حافظ ابو القاسم السہیلی اور نجبة بن یحییٰ رُعینی اُن کے شاگرد ہیں۔ ان کو ہر قسم کی فراغت اور جاہ و ثروت حاصل تھی۔ اشبیلیہ کی قضا بھی ان کے سپرد تھی۔ اسی خدمت کے دوران میں خاص و عام کی تعریف کا مرکز بنے۔ پھر جب اس تعلق سے دستکش ہو گئے تو تصنیف و تالیف کے شغل اور افادہ درس میں اپنے اوقاتِ عزیز کو

ؕ بعض نے اس کے بجائے یہ شعر نقل کیا ہے۔ مَنْ يَدْرِ دَارِىْ وَمَنْ لَمْ يَدْرِ سَوْفَ يَرَى ۔ عَمَّا قَلِيْلٍ نَدِيْمًا لِلنَّدَامَاتِ۔

مصروف رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُن کو درجۂ اجتہاد حاصل تھا۔ حدیث۔ فقہ۔ اصول۔ علم قرآن۔ علوم ادبیہ۔ نحو اور تاریخ میں بہت سی تصانیف اُن کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ کثرت مال اور سخاوت کی وجہ سے آپ ممدوح شعراء تھے۔ آپ نے اشبیلیہ کی شہر پناہ کو اپنے مال سے بھر دیا تھا۔ تفسیر انوار الفجر اُن کی بہترین تصانیف میں سے ہے۔ جسے انھوں نے بیس سال میں مرتب کیا اور اسّی ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔ یہ تفسیر اُسی زمانہ میں ابوعیان فارس بن علی بن یوسف کے کتب خانہ میں اسّی جلدوں میں موجود تھی۔ کتاب قانون التاویل۔ کتاب الناسخ والمنسوخ (فی القرآن)۔ کتاب احکام القرآن۔ ترتیب المسالک فی شرح موطا مالک۔ کتاب القبس علی موطا مالک بن انس۔ عارضۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی۔ کتاب المشکلین (مشکل الکتاب والسنۃ) کتاب النیرین فی شرح الصحیحین۔ شرح حدیث ام زرع۔ شرح حدیث الافک۔ شرح حدیث جابر فی الشفاعۃ۔ کتاب الکلام علی مشکل حدیث السبحات والحجاب۔ یعنی حجاب النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ۔ تبیین الصحیح فی تعیین الذبیح۔ تفصیل التفضیل بین التحمید والتہلیل۔ کتاب السباعیات۔ کتاب المسلسلات۔ سراج المریدین۔ کتاب التوسط فی معرفۃ صحۃ الاعتقاد والرد علی من خالف اہل السنۃ من ذوی البدع والالحاد۔ شرح غریب الرسالہ۔ الانصاف فی مسائل الخلاف۔ بیس جلدوں میں۔ تخلیص۔ کتاب المحصول فی علم الاصول۔ عواصم وقواصم۔ نواہی الدواہی۔ کتاب ترتیب الرحلۃ۔ کتاب ملجاۃ المتفقہین الی معرفۃ غوامض النحویین۔ یہ سب کتابیں اور ان کے علاوہ بھی اُن کی بہت سی تصانیف ہیں ان کی کتاب الرحلۃ قواعد عربیہ پر مشتمل ہے۔

وہ کہتے تھے کہ مدینۃ السلام میں ابوالوفا ابن عقیل سے جو حنبلیوں کے امام ہیں مَیں نے سُنا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ مال ہونے اور غلام وآزاد ہونے میں لڑکا اپنی والدہ کے تابع ہوتا ہے۔ کیونکہ نطفہ جب باپ سے جدا ہوا تو بے قیمت تھا کوئی مالیت نہیں رکھتا تھا۔ جو کچھ مالیت یا قدر و قیمت اُس کو نصیب ہوئی وہ شکم مادر میں ہوئی۔ پس اُسی کا تابع ہوگا۔ جیسا کہ اگر کوئی کھجور کھا کر گٹھلی کسی کی زمین میں ڈال کر چل دیا۔ اور اُس سے کوئی درخت پیدا ہوا تو وہ درخت صاحب زمین کی ملک ہوگا نہ کہ کھجور کھانے والے کا کیوں کہ گٹھلی پھینکے جانے کے وقت بے قیمت شے تھی۔ یہ بھی کہتے تھے کہ مَیں نے ساحروں سے جو زمین بابل میں رہتے تھے یہ سُنا ہے کہ جو کوئی ہر سورۃ کی آخری آیت لکھ کر اپنے گلے میں ڈالے گا اس پر کوئی جادو اثر نہ کرے گا۔

یہ بھی کہتے تھے کہ مَیں جب تک کہ معظمہ میں مقیم رہا اس کی پابندی کی کہ جب آبِ زمزم کا گھونٹ لیتا تو ثباتِ علم و ایمان کی خواہش دل میں رکھتا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر علم وافر کا دروازہ کھول دیا۔ لیکن مجھ کو اس امر کا افسوس ہے کہ مَیں نے عمل کی نیت سے ایک دو گھونٹ کیوں نہ پی لئے کیونکہ مَیں اپنے اندر عمل کا شوق علم کے میلان سے کم تر پاتا ہوں۔ یہ بھی کہتے تھے کہ بغداد میں ایک روز مَیں ابوالوفا ابنِ عقیل کی مجلس میں حاضر تھا تفسیر قرآن مجید کا ذکر جاری تھا۔ ایک قاری نے یہ آیت پڑھی تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ۔ میں ابوالوفا کے پیچھے بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے جو میرے بائیں جانب بیٹھا ہوا تھا آہستہ سے کہا کہ یہ آیت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ قیامت کے دن باری تعالیٰ کی رویت ہوگی۔ کیونکہ اہلِ عرب لقیت فلاناً صرف رویت کے وقت ہی کہتے ہیں۔ ابوالوفا نے اس شخص کی بات سُن کر مذہب اعتزال کی تائید میں جلدی سے یہ آیۃ پڑھی فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ اور کہا کہ اس آیت کا کیا جواب ہوگا۔ حالانکہ منافقین کو بالاجماع رویت نصیب نہ ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت تو ادب مجلس کے باعث مَیں کچھ نہ بولا۔ لیکن کتاب المشکلین میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے میں نے لکھا ہے کہ یلقونہ کی ضمیر جزا کی تقدیر کے ساتھ نفاق کی طرف راجع ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ ضمیر جناب باری تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو بما اخلفوہ ما وعدوہ فرماتے اور لفظ اللہ کے اظہار کی کوئی وجہ تلاش کرنی چاہیئے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ ایک دن ابنِ صارہ مشہور شاعر میری مجلس میں آیا میرے سامنے مجمر (انگیٹھی) میں بجھی ہوئی آگ پر راکھ پڑی ہوئی تھی۔ مَیں نے اس سے کہا کہ اس بارے میں کوئی شعر نظم کرو۔ اُس نے فی البدیہ یہ شعر کہا۔

شابت نواصی النار بعد سوادھا ۔۔۔ وتسترت عنا بثوب رماد

آگ کی پیشانیاں زگیسو، سیاہی کے بعد سفید یعنے بوڑھی ہوگئیں۔ اور راکھ کے اُٹھانے اس کو ہم سے چھپا لیا۔

اُس نے مجھ سے کہا کہ اس بیت کا تتمہ تم کہو۔ مَیں نے بھی فوراً یہ کہا۔

شابت کما شبنا و زال شبابنا ۔۔۔ فکانما کنا علی میعاد

جیسے وہ بوڑھی ہوگئی ایسے ہی ہم بھی بوڑھے ہوگئے ۔۔۔ اور ہماری جوانی جاتی رہی گویا کہ ہمارا ایک وقت معین تھا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ اگرچہ یہ شعر چنداں لطیف نہیں ہے تاہم اُن کی جودت طبع پر ضرور دلالت کرتا ہے۔ اُن کے اشعارِ لطیفہ میں سے یہ اشعار بھی ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک روز وہ

امیرزادہ کے ہمراہ سوار ہو کر شکار کے لئے جا رہے تھے۔ راستہ میں امیرزادہ نے نیزہ ہاتھ میں لیا۔ اور اُس کو ابن العربی کی طرف بار بار ہلانا شروع کیا اور یہ اس نے محض خوش طبعی کے طور پر کیا لہو ولعب کے سوا اس کا مقصد کچھ نہ تھا۔ ابن العربیؒ نے فوراً یہ اشعار نظم کئے اور پڑھے:-

یھز علی الرمح ظبی مھفھف	لعوب بالباب البریة عابث
مجھ پر ایک پتلی کمر والی ہرنی نیزہ ہلاتی ہے۔	گویا لشکر کی عقلوں سے کھیل کرتی ہے۔
فلو کان رمحا واحدا لاتقیته	ولکنہ رمح وثان وثالث
اگر وہ ایک ہی نیزہ ہوتا تو میں بچ سکتا تھا۔	لیکن وہ تو ایک اور دو اور تین ہیں۔

ف البریة

شارحین اشعار نے ثانی وثالث کی تعیین میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مُراد نگاہ ہے، بعض نے کچھ اور بیان کیا ہے۔ مگر راقم الحروف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ایک نیزہ سے مُراد ایک مرتبہ نیزہ ہلانا ہے اور دو اور تین سے مُراد دو اور تین دفعہ نیزہ ہلانا۔ واللہ اعلم۔

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں:-

اتتنی تؤنبنی بالبکاء	فاھلا بھا وبتانیبھا
وہ مجھ کو رونے پر سرزنش کرتی ہوئی میری پاس آئی۔	اس کا آنا اور اس کی سرزنش مبارک ہو۔
فقلت اذا استحسنت غیرکم	امرت جفونی بتعذیبھا
پس میں نے کہا جب اُن آنکھوں نے دوسروں کو اچھا سمجھا تو	میں نے اپنی پلکوں کو اُن کے عذاب کیلئے مامور کر دیا۔

ف برھا ف بتانیبھا

دیار شام کے اشتیاق میں اس طرح فرماتے ہیں:-

اتتک سری واللیل یصدع بالفجر	خیال حبیب قد حوی قصب الفخر
رات کو اُس وقت جبکہ صبح ہونیوالی تھی اُس حبیب کا	خیال آیا جو میدانِ فخر میں بازی لے گیا۔
جلا ظلم الظلماء مشرق نورہ	ولم تنتھی الظلماء بالانجم الزھر
وہ جس کے نور سے اندھیری رات کی ظلمت دور ہوئی۔	حالانکہ روشن ستاروں سے وہ ظلمت زائل نہ ہوئی تھی۔
ولم یرض بالارض الاریضۃ مسحبا	فصار علی الجوزاء الی فلک یجری
اُس نے تروتازہ باغ کو جولانگاہ بنانا پسند نہ کیا۔	تو فلک کی طرف رُخ کرکے جوزا پر جگہ لی
وحث مطایا قد مطاھا لغیرۃ	فاوطاھا قسرا علی قبۃ النسر
اُس نے سواریوں کو چلنے کیلئے اُبھارا جن پر غیرت سے سوار ہوا۔	اور ان کو جبراً قبۂ نسر پر لے گیا۔

ف اتتک ف یصدع ف حوی ف یخبط ف البسیطۃ ف فسار ف بعزۃ ف فقرا ف قسرا

ف اس کے بعد یہ شعر ہے: تقول وفی نفسھا حسرۃ ÷ اتبکی بعین ترانی بھا۔

فصارت ثقالا بالجلالۃ فوقها — وسارت عجالا تتقی الم الزجر

تو وہ سواریاں اس بزرگی (محبوب) کی باعث جو اُن پر سایہ فگن تھی — بوجھل ہوگئیں۔ اور ڈانٹ کی تکلیف سے بچتی بچاتی تیز تیز چلیں

وجرت علی ذیل المجرۃ ذیلها — فمن ثم یبدو ماهناك لمن یسری

اور کہکشاں کے دامن پر اپنا دامن کھینچا — اسی لئے وہاں کی ہر چیز چلنے والے کے لئے ظاہر ہوتی ہے

ومرّت علی الجوزاء بواضع فوقها (توضع) — فاثار مامرت به کلف البدر

وہ سوار ہوکر جوزا پر گزری۔ — چاند میں جو داغ ہیں وہ اُس کے چلنے کے نشانات ہیں

وساقت اریج الخلد من الجنّۃ العلیٰ — فدع عنك رملا بالانیعم یستدری

جب مدینہ منورہ میں اقامت پذیر تھے تو یہ اشعار نظم کئے:[1]

لم یبق لی سؤل ولا مطلب — مذ صرت جارًا لجنب الحبیب (الحبیب)

میرا کوئی سوال اور مطلب باقی نہ رہا — جب سے میں اپنے حبیب (محمدؐ) کے پہلو کا ہمسایہ ہوگیا

لا ابتغی شیئًا سوی قربه — وها انا منه قریب قریب

اب مَیں سوائے اُس کے قُرب کے کچھ نہیں چاہتا — باخبر رہو مَیں اُس سے بہت ہی قریب ہوں۔

من غاب عن حضرۃ محبوبه — فلست عن طیبۃ ممن یغیب

جو محبوب کی درگاہ سے غائب ہوگیا تو ہونے دو — میں تو مدینہ طیبّہ سے غائب ہونے والا نہیں ہوں

لا تسأل المغبوط عن حاله — جار کریم ومحل خصیب

تو اس کا حال مت پوچھ جس پر سب رشک کرتے ہوں — جو سرسبز جگہ پر شریف کا پڑوسی ہو۔

العیش والموت هنا طیب — بطیبۃ لی کل شیٔ یطیب

یہاں کی زندگی بھی اچھی ہے اور موت بھی اچھی — مدینہ طیبہ میں میرے لئے ہر چیز اچھی ہے۔

اُنھوں نے ۵۴۶ھ میں بحالت سفر انتقال فرمایا[2]۔ یعنے جب مراکش سے اپنے وطن کی طرف واپس ہورہے تھے۔ تو فاس کے دیہات میں سے کسی گاؤں میں اُن کی وفات ہوگئی۔ وہاں سے ان کی نعش فاس میں لائی گئی۔ اور باب محروق کے باہر سپردِ خاک کئے گئے۔ رحمہُ اللہ۔

---

[1] یہ اشعار ابوبکر محمد بن ابی عامر بن حجاج الغافقی الاشبیلی کے ہیں۔ جن کا اندراج غالبًا سہوًا ابن العربی کے اس تذکرہ میں کردیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو نفح الطیب جلد اول صفحہ ۳۴۳ طبع مصر ۱۳۰۲ھ۔

[2] بعض مؤرخین نے سنِ وفات ۵۴۳ھ نقل کیا ہے۔

الالمام فی احادیث الاحکام

یہ کتاب اور اس کا مختصر الامام الجتہد باحادیث الاحکام، یہ دونوں کتابیں تقی الدین ابن دقیق العید کی تصانیف ہیں۔ اس کے اوّل میں بیان کرتے ہیں۔ کتاب الطہارۃ۔ باب المیاہ۔ ذکر بیان معنی الطہور وانہ المطہر لغیرہ :۔

عن یزید الفقیر قال حدثنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اعطیت خمساً لم یعطھن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر وجعلت لی الارض مسجداً و طھوراً فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل واحلت لی الغنائم و لم یحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الیٰ قوم خاصۃ و بعثت الی الناس عامۃ متفق علیہ من حدیث ھشیم عن یزید الفقیر و اللفظ للبخاری انتھیٰ۔

جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں (۱) ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب دلوں میں ڈال کر میری مدد کی جاتی ہے۔ (۲) میرے لئے پوری زمین مسجد و طہور بنا دی گئی لہٰذا میری امت میں سے جس کو جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز ادا کرے (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے مجھ سے پہلے وہ کسی کیلئے حلال نہیں کیا گیا تھا (۴) مجھ کو شفاعت کا حق عطا ہوا ہے (۵) دیگر انبیاء خاص خاص اقوام کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں :

کتاب الامام میں حمد و صلوٰۃ کے بعد بیان فرماتے ہیں :۔

وبعد فھذا مختصر فی علم الحدیث تاملت مقصودہ تاملا ولم ادع الاحادیث الیہ الجفلا ولا آلوت فی وضعہ محرراً ولا ابرزت کیف ما اتفق تھوراً فمن فھم معزاہ شد علیہ ید الصیانۃ وانزلہ من قلبہ وتعظیمہ الاغرین مکاناً ومکانۃ

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ کتاب علم حدیث میں ایک ایسا مختصر رسالہ ہے جس کے مقصود میں میں نے کافی تامل کیا اس کی احادیث کو غیر مرتب نہ چھوڑا اور اس کی وضع کی تہذیب میں میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ نہ میں نے جسارت و دلیری کر کے کیف ما اتفق حدیثوں کو بے ربطی سے جمع کیا۔ اب جو

وسميته بكتاب الالمام باحاديث الاحكام وشرطي فيه ان لا اورد فيه الاحاديث من وقعه امام من مزكي رواة الاخبار وكان صحيحا على طريقة بعض اهل الحديث الحفاظ وائمة الفقه النظار فان لكل منهم مغزى قصد و سلكه وطريقا اعرض عنه وترك وفي كل خير والله تعالى ينفع به دينا و دنيا ويجعله نورا يسعى بين ايدينا ويفتح لنا راسته فيه حفظا وفهما و يبلغهم وايانا ببركته منزلة من كرامة عظمى انه هو الفتاح العليم الغني الكريم۔

شخص اُس کے ماخذ اور جائے نسبت کو سمجھ لیگا تو حفاظت کے ہاتھ سے مضبوط پکڑ لے گا اور اُس کو اپنے دل میں جگہ دے کر ان لوگوں کی طرح اس کی تعظیم بجالائے گا جن کا مقام و مرتبہ بلند و روشن ہے۔ مَیں نے اس کتاب کا نام الالمام باحادیث الاحکام رکھا ہے۔ میری شرط اس کتاب میں یہ ہے کہ اس میں صرف وہی حدیثیں لاؤں جن کے راوی امام ہیں اور راویانِ احادیث کے تزکیہ کرنے والے ہیں اور وہ بعض اہل حدیث حفّاظ اور ائمہ فقہ کے طریق پر صحیح مانی گئی ہوں۔ اب اگر کوئی شخص اس کے ماخذ اور جائے نسبت کا انکار کرے تو وہ اُس کا قصد کرے اور اس کو اختیار کر کے بتلائے یا اگر کسی طریقہ سے انحراف کرے تو اس سے اعراض کرے اور اس کو چھوڑ دے۔ ان دونوں باتوں کے اندر ہر ایک میں اُس کے لئے خیر اور بھلائی ہے (مَیں دعا کرتا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ اس سے (لوگوں کو) دین اور دنیا کا نفع عطا کرے۔ اور اس کتاب کو ایسا نور بنادے کہ جو (قیامت کے دن) ہمارے آگے آگے چلتا ہو۔ اور اس کے پڑھنے والوں پر حفظ اور فہم (کے دروازہ) کو کھول دے۔ اور اس کتاب کی برکت سے ان کو اور ہم کو شرافت و بزرگی کا بلند مرتبہ نصیب فرمائے۔ وہی فتاح۔ علیم۔ غنی۔ اور کریم ہے۔

ان کی کنیت ابوالفتح اور سلسلۂ نسب یہ ہے۔ تقی الدین محمد بن علی بن وہب بن مُطیع قُشیری منفلوطی۔ دونوں مذاہب یعنے مالکی و شافعی کے امام اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ اُن کی ولادت بحر ینبع (حجاز) میں ماہ شعبان ۶۲۵ھ میں ہوئی۔ حافظ زکی الدین المنذریؒ۔ ابن الجمیزی اور (احمد) ابن عبدالدائم سے دمشق میں حدیث کا سماع کیا۔ چہل حدیث تساعی کو اس طرح پر جمع کیا کہ اپنی سند کا سلسلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ملا دیا اور ایک کتاب عمدہ کی شرح کی چنانچہ یہ دونوں کتابیں ان کی منتخب اور چیدہ تصانیف میں سے ہیں۔ علوم حدیث میں بھی ایک کتاب (الاقتراح) لکھی ہے۔ اکثر اہل زمانہ سے وسعتِ علم میں بالاتر تھے علم

کے شغل میں اکثر شب بیداری کرتے اور بہت لکھا کرتے تھے۔ اصول و علوم معقولہ میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ دیارِ مصر میں چند سال قاضی رہ کر وفات پائی۔ لیکن طہارت اور پانی کے معاملہ میں کسی قدر وسواس رکھتے تھے۔ اصولِ فقہ میں مقدمۂ مطرزی کی شرح لکھی۔ چہل حدیث کا ایک دوسرا مجموعہ بھی تالیف کیا جس میں احادیث قدسیہ جمع کی ہیں اور اُس کو اربعین فی روایۃ عن رب العالمین کے نام سے موسوم کیا۔ آپ نے ماہِ صفر ۷۰۲ھ میں وفات پائی۔ اسی سال ابو محمد عبداللہ بن محمد ابنِ ہارون قرطبیؒ نے بھی جو بلادِ مغرب کے محدّث تھے رحلت فرمائی۔ لوگوں کو یقین تھا کہ ہر ساتؐ سو سال پر جس عالم کے ظہور کا وعدہ ہے وہ یہی ہیں۔ طریق تصوّف میں بھی کمال حاصل تھا۔ اور صاحبِ کرامات و خوارق عادات تھے۔ مالکی مذہب کی تحقیق اپنے والد ماجد سے کی تھی۔ اور مذہب شافعی کو شیخ عزّ الدین ابن عبد السلام سے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ فقہ میں ہر دو مذاہب کے اُستادِ کامل ہوئے۔ جب تاتاریوں کا ہنگامہ رُونما ہوا اور اُن اشقیار کی افواج ستم امواج دیارِ شام کی طرف متوجہ ہوئیں تو سلطانی حکم نافذ ہوا کہ علماء جمع ہو کر صحیح بخاری کا ختم کریں۔ اُس کی ایک میعاد باقی رہ گئی تھی۔ جس کو جمعہ کے دن کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔ ابھی جمعہ نہیں آیا تھا کہ شیخ تقی الدین (ابن دقیق العید) جامع مسجد میں تشریف لائے اور علمائے حاضرین سے استفسار فرمایا کہ بخاری کے ختم سے فارغ ہوگئے؟ سب نے عرض کیا کہ ایک دن کا وظیفہ باقی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اُس کو جمعہ کے روز ختم کریں۔ آپ نے فرمایا کہ مقدمہ فیصل ہوچکا ہے۔ کل عصر کے وقت تاتاری فوج شکستِ فاش کھا کر لوٹ گئی، اور مسلمانوں نے فلاں صحرا میں فلاں گاؤں کے متصل انتہائی خوشی و خرّمی سے قیام کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس خبر کو شائع کردیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ چند روز کے بعد سُلطانی ڈاک سے اس خبر کی تصدیق ہوگئی اور سرِ مُو تفاوت نہ نکلا۔ ایک دن آپ کی مجلس میں کسی شخص نے بے ادبی کی، آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے آپ کو موت کے حوالہ کردیا۔ اس کلمہ کو تینؐ بار فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ شخص تینؐ دن کے بعد مر گیا۔ ایک بار اُن کے بھائی کو کسی ظالم امیر نے تکلیف پہنچائی۔ تو آپ نے اُس کے حق میں فرمایا کہ "ہلاک ہوجائے۔" چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔ غرض اس قسم کے قصص و حکایات ان کے بارے میں بہت مشہور ہیں۔ اوقات شب کی تقسیم اس طرح کر رکھی تھی کہ کچھ حصہ کُتبِ حدیث کے مطالعہ میں گزارتے تھے۔ اور کچھ حصہ ذکر و تہجد میں۔ بہر حال رات کو بالکل نہ سوتے تھے۔ بعض اوقات صرف ایک ہی آیت کی تلاوت پر اکتفا فرماتے تھے، اور طلوعِ فجر

تک اسی کو پڑھتے رہتے چنانچہ ایک رات تہجد میں جب اس آیت پر پہنچے فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ۔ؔ تو صبح تک اسی کی تلاوت کرتے رہے۔ امام نووی ؒ نے ان کو ایک خط لکھا تھا جس میں یہ شعر بھی تھا۔

لکل زمان واحد یقتدی بہ | وھذا زمان انت لاشک واحدہ

ہر زمانہ میں ایک مقتدا اور پیشوا ہوتا ہے | اور اس زمانہ میں بیشک آپ یکتا ہیں۔

آپ کو نظم گوئی کا بھی شوق تھا، چنانچہ یہ اشعار آپ ہی کے فیضانِ طبع کا نتیجہ ہیں۔

تمنیت ان الشیب عاجل لمتی | وقرب منی فی صبائی مزارہ

میں نے آرزو کی کہ بڑھاپا جلد آجائے | اور میرے بچپن میں ہی اپنی نکتی کو قریب کرے

لاخذ من عصر الشباب نشاطہ | واخذ من عصر المشیب وقارہ

تاکہ میں زمانۂ شباب کا مزا لوٹوں۔ | اور زمانۂ پیری سے وقار حاصل کروں

یہ اشعار بھی اُن ہی کے ہیں۔

الا ان بنت الکرم اغلی مھرھا | فاخبر بمن اضحی لذالک باذلا

خبردار بنت کرم (شراب) کا مہر بہت بھاری ہے | جو اُس پر خرچ کرتا ہے اُس کو خبر کردو۔

تزوج بالعقل المکرم عاجلاً | وبالنار والغسلین والمھل اجلا

اس کا مہر معجل یہ ہے کہ عقل دے کر نکاح کیا جاتا ہے | اور آگ، دھواں اور گلا ہوا تانبا اُس کا مہر موجل ہے

یہ بھی ان ہی کے نظم کئے ہوئے اشعار ہیں۔

یقولون لی ھلا نھضت الی العلی | بماھو عیش الصابر المتقنع

لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تو نے ان بلند مراتب کی طرف کیوں پیش قدمی | نہ کی جن سے صابر قناعت پذیر آدمی عیش اٹھاتا ہے

وھلا شددت العیس حتی تحلھا | بمصر الی ظل الجناب المرفع

اور تو نے اونٹوں کو بلند مرتبہ بزرگ کے سایہ کیطرف سفر کرنے | کے لئے کیوں نہ تیار کیا تاکہ ان کو مصر میں پہنچکر کھول ڈالتا

ففیھا من الاعیان من فیض کفہ | اذا شاء روی سیلہ کل بلقع

کیونکہ مصر میں ایسے بلند درجہ لوگ موجود ہیں۔ | جن کے فیض کا سیلاب جب چاہے ہر خشک زمین کو سیراب کر دیتا ہے

وفیھا ملوک لیس یخفی علیھم | تعین کون العلم غیر مضیع

اور وہاں ایسے بادشاہ ہیں جن کے لئے یہ بات پوشیدہ نہیں | کہ علم ہی ایسی شے ہے جو ضائع کرنے کے قابل نہیں

سہ ترجمہ۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا، تو ان میں باہمی رشتے ناطے اس روز نہ رہیں گے، اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا

وفیہا شیوخ الدین والفضل والغنا ۔۔۔ ینشیر الیہم بالعلی کل اصبع

اور وہاں دین بزرگی اور معالی کے وہ بزرگ آباد ہیں ۔۔۔ جن کی طرف بلندی کے معاملہ میں انگلیاں اُٹھتی ہیں

وفیہا اغناء والمہانۃ ذلۃ ۔۔۔ فقم وابتغ واقصد باب رزقك واقرع

اس میں غنا ہی اور اُس کی طلب میں سستی کرنا ذلت ہے ۔۔۔ پس کھڑا ہو تلاش کر اور دروازہ رزق پہنچکر دستک کر

فقلت نعم ابتغی اذا شئت ان اری ۔۔۔ ذلیلا مہانا مستحقا بموضعی

میں نے جواب دیا کہ ہاں جب چاہوں گا تلاش کروں گا ۔۔۔ جب دیکھوں گا کہ ذلیل حقیر شخص میری مرتبہ کی توہین کرتا ہے

واسعی اذا ما لذلی طول موقفی ۔۔۔ علی باب محجوب اللقاء ممنع

اور کوشش کرونگا جبکہ میرا زیادہ ٹھہرنا ذلت ہو جاوے ۔۔۔ اس کے دروازہ پر جو نقابوں میں چھپا ہوا ہے اور اس کی ملاقات پر

واسعی اذا کان النفاق طریقتی ۔۔۔ اروح واغدو فی ثیاب التضع

اور کوشش کروں گا جبکہ نفاق میرا طریقہ بن جاتے ۔۔۔ اور بناوٹ کے لباس میں چلوں پھروں۔

واسعی اذا لم یبق فی تقیۃ ۔۔۔ لداعی بہا حق التقی والتورع

اور کوشش کروں گا جبکہ داعی تقوی کے خوف رکھنے میں ۔۔۔ میں تقوی اور پرہیزگاری کا حق ادا نہ کر سکوں۔

فکم بین ارباب الصدور مجالس ۔۔۔ تشب بہا نار الغضا بین اضلع

پس ارباب صدور (سرداروں) میں کتنی مجلسیں ایسی ہیں۔ ۔۔۔ جن کی وجہ سے غضا درخت کی آگ پسلیوں میں بھڑک اُٹھتی۔

فکم بین ارباب العلوم واہلہا ۔۔۔ اذا بحثوا فی المشکلات بمجمع

ارباب علم اور اہل علم کے درمیان مجمعوں میں۔ ۔۔۔ علمی گتھیوں پر کتنے مناظرے چھڑ جاتے ہیں۔

مناظرۃ تحمی النفوس فتنتہی ۔۔۔ وقد شرعوا فیہا الی شر مشرع

جو نفوس کو گرما دیتے ہیں اور جس راستہ کو وہ ۔۔۔ چلتے ہیں اُس کو قطع کرنے تک پہنچا دیتے ہیں۔

من السقم المزری بمنصب اہلہ ۔۔۔ او الصمت عن حق ہناك مضیع

اُس بیماری کے باعث جو اُن کے مرتبہ کو عیب لگاتی ہے۔ ۔۔۔ یا خاموشی کرنا اظہار حق سے جو ضائع کیا گیا ہے۔

فاما ترق مسلك الدین والتقی ۔۔۔ واما تلقی غصۃ المتجرع

پس یا وہ دین اور تقوی کے راستہ پر ترقی کرے گا ۔۔۔ اور یا رنج و غم کے گھونٹوں سے اس کو پالا پڑے گا

حاصل کلام یہ کہ اس فن شریف کے علماء محققین کا اس پر اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ رض سے لے کر زمانہ شیخ مذکور تک متون حدیث کے معانی اور اس کی تدقیق اور اُس میں امعان نظر جس قدر انھوں نے کی ہے اور کسی نے نہیں کی۔ اگر کسی کو میری اس بات کا شاہد مطلوب ہو تو ان کی اُس

شرح کا جو الہام کے ایک حصہ پر لکھی ہے گہری نظر سے مطالعہ کرے اور پتہ لگائے کہ کس قدر دقائق وحقائق کو ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث براء بن عازبؓ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبع ونہانا عن سبع۔ (ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم فرمایا اور سات چیزوں سے ممانعت فرمائی)، اس سے چار سو فائدے استنباط کرکے ان کو نہایت عمدہ پیرایہ میں تحریر فرمایا ہے جزاہ اللہ خیرا لجزاء۔

شیخ موصوف علم حدیث اور اہل حدیث کی تعظیم میں بے حد مبالغہ فرمایا کرتے تھے اُن کی نظر میں دنیاداروں کی کچھ قدر ووقعت نہ تھی۔ آپ کو اس فنِ شریف (حدیث) کی کتابیں جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ چنانچہ اس فن کی کتابوں کے خریدنے کی وجہ سے اکثر مقروض رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کشفِ خواطر وقلوب اور کشفِ وقائع وحوادث دونوں مساوی عطا فرمائے تھے۔ چنانچہ ان کے اہلِ مجلس نے اس قسم کی حکایات دفتر کی دفتر نقل کی ہیں۔

آپ نہایت منصف مزاج تھے۔ ایک دن اُن کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک جاہل (ان پڑھ) فقیر کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ مجھ کو نماز میں خطرات اور وسواس بہت آتے ہیں اس کی وجہ سے مجھ کو بہت رنج ہے۔ اُس فقیر (درویش) نے یہ جواب دیا کہ افسوس اُس دل پر جس میں خُدا کے سوا کسی غیر کا خیال آئے۔ پس ان ہی کلمات سے میرے دل سے وسواس کی بیماری بالکل جاتی رہی۔

شیخ ابن دقیق العیدؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ جاہل فقیر ہزار فقیہ سے بہتر ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ بعض متقشّف علماء ان کی اس بات پر اُلجھ پڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اس حدیث کے خلاف ہے کہ فقیہ واحد اشدّ علی الشّیطٰن من الف عابد۔ (ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے)۔ لیکن ان علماء نے غور نہیں کیا اور شیخ مذکور کے کلام کو نہیں سمجھا وہ فقیر اگرچہ فقہاء کی اصطلاحات اور نظائر مسائل سے واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن دین میں تفقّہ اس کو نصیب تھا۔ حدیث مذکور میں فقیہ سے ایسا ہی فقیہ مُراد ہے، وہ نہیں جو اصطلاحاتِ فقہاء کا تو خوب تکلّم کرے اور اُن معانی سے جو شارع علیہ السّلام کا مقصود ہیں غافل اور بے بہرہ ہو۔

کتابُ الشّفا بتعریفِ حقوق المصطفٰے

یہ کتاب قاضی عیاض رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ اس کی تعریف میں علماء و شعراء نے بہت کچھ کہا ہے۔ لسان الدین الخطیب تلمسانیؒ فرماتے ہیں:۔

شفاء عیاض للصدور شفاء — ولیس للفضل قد حواہ خفاء
قاضی عیاض کی شفاء (دراصل) قلوب کیلئے شفا ہے — اور جس فضیلت کو اُس نے جمع کیا ہے وہ کوئی پوشیدہ شے نہیں

ھدیۃ برلم یکن لجزیلھا — سوی الاجر والذکر الجمیل کفاء
یہ ایک نیک بخت کا ہدیہ ہے جس کے بڑے حصہ کا — سوائے اجر اور ذکر جمیل کے کوئی بدلہ نہیں۔

وفی لنبی اللہ حق وفاءہ — واکرم اوصاف الکرام وفاء
انھوں نے نبی کریمؐ کے حق کو پورا ادا کردیا۔ — اور نیک لوگوں کے تمام اوصاف میں وفا ہی زیادہ معظم وصف ہے

وجاء بہ بحرا یفوق لفضلہ — علی البحر طعم طیب وصفاء
(گویا) وہ ایسے دریا کو لائے ہیں جو اپنی فضیلت کے سبب سے — شیرینی اور صفائی میں پانی کے دریا سے بڑھ گیا

وحق رسول اللہ بعد وفاتہ — رعاہ واغفال الحقوق جفاء
اور قاضی عیاضؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے — بعد آپ کے حق کی رعایت کی۔ اور حقوق سے غفلت اصل ظلم ہے۔

ھو الذخر یغنی فی الحیاۃ غناءہ — وینزل منہ للبنین رفاء
وہ ایسا خزانہ ہے جس کی غناء زندگی میں بے نیاز کرتی ہے۔ — اور اُس کی برکت سے اہلِ زمانہ پر سکون اطمینان نازل ہوتا ہے۔

ھو الاثر المحمود لیس ینالہ — دثور ولا یخشی علیہ عفاء
وہ ایسا عمدہ اثر ہے جس پر پُرانا پن نہیں آسکتا — اور نہ اس کے مٹ جانے کا خوف کیا جا سکتا ہے

حرصت علی الاطناب فی نشر فضلہ — وتمجیدہ لو ساعدتنی وفاء
مَیں اُس کے فضل اور بزرگی ظاہر کرنے میں حریص — ہوں۔ اگر وفا میری موافقت کرے۔

ابوالحسین عبداللہ بن احمد بن عبدالمجید ازدی ربذی نے جو بجایہ میں سکونت پذیر تھے اس طرح کہا ہے:۔

کتاب الشفاء شفاء القلوب — قد ائتلفت شمس برھانہ
کتاب الشفاء دلوں کی شفاء ہے — اور بیشک اس کی دلیل کا آفتاب چمک اٹھا ہے

فاکرمہ ثم اکرمہ   واعظم مدی الدھر من شانہ
پس اس کی تعظیم واکرام کرتا رہ   اور تا زیست اس کی شان بڑھاتا رہ

اذا طالع المرء مضمونہ   رسی فی الھدی اصل ایمانہ
جب انسان اُس کے مضمون کا مطالعہ کرتا ہے   تو اس کے ایمان کی جڑ ہدایت میں راسخ ہوجاتی ہے

وجاء بروض التقی ناشقا   اراثح ازھار افنانہ
گویا انھوں نے تقویٰ کا ایک ایسا باغ لگایا   جس کی شاخوں کے پھول خوشبو سے مہکنے والے ہیں

ونال علوما ترقیہ فی   ثریا السماء و کیوانہ
اور انھوں نے ایسے علوم کو حاصل کیا جس کی ترقی   آسمان کے ثریا اور اس کی کیوان میں ہے۔

فللّٰہ در ابی الفضل اذ   جری فی الوری نیل احسانہ
اللہ تعالیٰ ابوالفضل کا بھلا کرے کیونکہ مخلوق   میں ان کے احسان کی بخشش پھیل گئی۔

یقرر قدر نبی الھدی   وخیر الانام بتبیانہ
وہ اپنے بیان سے نبی ہدیٰ اور برگزیدہ انسان کی   قدر کو پایۂ ثبوت تک پہنچاتے ہیں۔

فجازاہ ربی خیر الجزاء   وجاد علیہ بغفرانہا
پس میرا رب ان کو بہتر جزا دے   اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ ان پر احسان کرے

ومنہ الصلوٰۃ علی المجتبیٰ   واصحابہ ثم اعوانہا
اور اُسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے اس برگزیدہ نبی پر اور   اس کے اصحاب و اعوان پر ایسی رحمت کاملہ نازل ہوتی رہے

مدی الدھر لا ینقضی دائما   ولا ینتھی طول ازمانہ
جو تا بقائے زمانہ ختم نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ رہے   اور نہ وہ طول زمانہ تک منتہی ہو۔

قاضی عیاضؒ کے برادر زادہ نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خواب کے دیکھنے سے ان پر ایک دہشت سی طاری ہوئی اور توہم لاحق ہوا تو اُن کے چچا (قاضی عیاضؒ) جو اُن کی اس حالت کو تاڑ گئے تھے کہنے لگے اے میرے بھتیجے! میری کتاب شفاء کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے حجت بناؤ۔

گویا اس کلام سے آپ نے اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اسی کتاب کے بدولت ملا ہے۔

غرض اس باب میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اُن سب میں یہ کتاب عجیب اور

بہت مقبول واقع ہوئی ہے۔ ان کی اور تصنیفات بھی بہت مقبول اور پسند ہوئیں۔ ان میں سے ایک مشارق الانوار علیٰ صحاح الآثار ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کتاب اس درجہ کی ہے کہ اگر اس کو آبِ زر سے لکھا جائے اور جواہر کے برابر اُس کا وزن کیا جائے تو بھی اُس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ ان کی مقبول تصانیف میں سے اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم بھی ہے جس کی مدح میں مالک بن مرحل نے کہا ہے :-

من قرأ الاکمال کان کاملاً — فی علمه وزین المحافلا
جس نے اکمال کو پڑھا وہ علم میں کامل ہوگیا۔ — اور محفلوں کی زینت بنا۔
وکتب العلم کنوزاتها — تفید نفعاً عاجلاً اوآجلاً
اور کتبِ علم کے خزانے — ضرور نفع بخش ہیں جلدی یا بدیر۔
ولیس من کتب عیاض عوض — فانه کان اماماً فاضلاً
اور کتبِ عیاض کا تو کوئی بدل نہیں — کیونکہ وہ امام فاضل تھے۔

ان کی تصانیف میں سے ایک کتاب المستنبط فی شرح کلماتِ مشکلہ والفاظ مغلقہ مما اشتملت علیہ الکتب المدونہ والمختلط ہے۔ اس فن میں اس سے بہتر کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ یہ کتاب تنبیہات کے نام سے مشہور ہے اور اب یہی نام اس پر غالب ہوگیا۔ اس کی شان میں ابو عبداللہ نوزری نے جو کتاب سقراطیہ کے شارح ہیں، کہا ہے :-

کانی قدما فی کتاب عیاض — اتنزه طرفی فی مریع ریاض
گویا جب سے میرے پاس کتاب عیاض آئی میں اپنی — نگاہ کو تروتازہ باغات میں سیر کراتا ہوں
فاجنی به الازهار یانعة الجنی — واکرع منها فی لذیذ حیاض
اُس کے پکے ہوئے تازہ پھولوں کو چُنتا ہوں — اور اُس کی شیریں حوضوں سے سیراب ہوتا ہوں

ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفة اعلام مذہب مالک۔ کتاب الاعلام بحدود قواعد الاسلام[1]۔ کتاب الالماع فی ضبط الروایة وتقیید السماع۔ بغیة الرائد لما تضمنه حدیث ام زرع من الفوائد۔ کتاب الغنیہ۔ جس میں انھوں نے اپنے مشائخ کو بیان کیا ہے۔ معجم شیوخ ابی علی الصدفی (المتوفی ۵۱۴ھ) نظم البرہان علیٰ صحة جزم الاذان۔ مقاصد الحسان فیما یلزم الانسان، یہ ناتمام ہے۔ جامع التاریخ جو بہت محیط اور جامع

[1] کشف الظنون میں اس کا نام "الاعلام فی حدود الاحکام" درج ہے۔

واقع ہوئی ہے۔ غنیۃ الکاتب وبغیۃ الطالب۔ ان کے علاوہ اور بہت سی تصانیف ہیں۔

ان کی کنیت ابوالفضل اور نام عیاض ہے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی۔ لفظ یحصبی یار تحتانیہ اور حار حہملہ ساکنہ سے ہے۔ اُس کے بعد صاد ہے جس پر تینوں حرکتیں جائز ہیں۔ صاد کے بعد بار موحدہ ہے۔ یحصب بن مالک کی طرف نسبت ہے جو حمیر کا قبیلہ ہے۔ دراصل یمن کے باشندے ہیں۔ مگر چونکہ مقام سبتہ میں جو مغرب کے شہروں میں مشہور شہر ہے۔ سنہ ۴۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں نشو و نما پائی۔ اس لئے ان کو سبتی بھی کہتے ہیں۔ آپ نے اول اپنے شہر کے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا۔ پھر اُندلس کی طرف سفر کیا اور وہاں ابن رشد۔ ابن حمدین۔ ابن عتاب۔ ابن الحاج۔ ابو علی صدفی سے علم حدیث اور دیگر فنون حاصل کئے۔ علوم حدیث۔ نحو۔ فقہ۔ کلام عرب اور معرفت ایام و انساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اسی لئے آبدار اشعار نظم فرماتے تھے۔ جب قرطبہ سے کوچ کا ارادہ کیا اُس وقت آپ نے یہ اشعار نظم فرمائے۔

اقول وقد جد ارتحالی وغردت	حداتی وزمت للفراق رکائبی
یہ مَیں اس وقت کہہ رہا ہوں کہ کوچ ٹھیک ہوگیا ہے اور میری	حدی خواں گانے لگے اور فراق کیلئے میری سواریوں کے لگام ڈال دیئے گئے ہیں
وقد عمشت من کثرۃ الدمع مقلتی [عمضت]	وصارت ھواء من فؤادی ترائبی
آنسوؤں کی کثرت سے میری آنکھیں بیشک چندھیا گئیں	اور ہم عمروں کا خیال میرے دل سے مٹ گیا۔
ولم یبق الا وقفۃ یستحثھا [تبق]	وداعی للاحباب لا للحبائب
اب صرف اتنا ہی وقفہ باقی رہ گیا کہ میرا احباب کو الوداع	کہنا اس کو بھاوے نہ کہ معشوقہ عورتوں کو
رعی اللہ جیرانا بقرطبۃ العلی	وسقی رباھا بالعھاد السواکب
اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ قرطبہ کے پڑوسیوں کو اپنے دامن حفاظت	میں لیلے۔ اور موسلادھار بارش سے اسے سیراب کرے۔
وحیا زمانا بینھم قد الفتہ	طلیق المحیا مستلان الجوانب
اور اللہ تم ایسے زمانہ کو جس کو میں نے اُلفت سے بسر کیا باقی رکھے	جو کشادہ پیشانی اور ہر طرح موافق تھا۔
اخواننا باللہ فیھا تذکروا	معاھد جار او موٗدات صاحب [مودۃ]
لے میری بھائیو! خدا کے لئے اس میں یاد کرو	کسی ہمسایہ کے عہدوں کو اور کسی صاحب کی محبتوں کو

سنہ ۵۴۴ھ میں مراکش میں وفات پائی۔

غداوت بھو من بر ھو واحتفا ئم | کانی فی اھل وبین اقارب
ان کی نیکیوں اور بھلائیوں کے باعث مجھ کو یہ محسوس ہوتا | گویا میں اپنے کنبہ اور رشتہ داروں میں رہتا ہوں

ایک کھیت میں کچھ گلِ لالہ کے درخت تھے جو تیز ہوا کے باعث جنبش و حرکت میں تھے۔ قاضی صاحبؒ کی نظر اُن پر پڑی۔ تو آپ نے اسی وقت یہ قطعہ نظم فرمایا۔ اس میں عجیب و غریب تشبیہ اُن کے دل میں آئی۔

انظر الی الزرع و خاماتہ | یحکی وقد ماست امام الریاح
ذرا کھیت اور اُس کے تنوں کو تو دیکھو | جو ہوا کے سامنے جھوم جھوم کر حکایت بیان کرتے ہیں
کتیبۃ خضراء مھزومۃ | شقائق النعمان فیھا جراح
ایک ایسے دستہ فوج کی جو سبز وردی میں ملبوس ہو اور شکست خوردہ | اور گُل لالہ اس میں داغہائے زخم کے مانند ہیں۔

کتابُ المصَابیح للبغوی ؒ

اسس کتاب میں کُل ۴۴۸۴، حدیثیں ہیں۔ صحاح میں بخاری اور مسلم سے ۴۳۴۲، اور حسان میں سُنن ابی داؤد (اور ترمذی) وغیرہ سے دو ہزار پچاس۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس کتاب کی ابتداء حدیثِ نیت (انما الاعمال بالنیات) سے واقع ہوئی ہے۔ اور اختتام لفظ آخرت پر ہوا ہے جو کتاب کے ختم ہونے کی خبر دیتا ہے اور کتاب اسی حدیث پر ختم ہوتی ہے۔

اِس کتاب کے آخری باب "باب ثواب ہٰذہ الامۃ" کی فصل احسان میں یہ حدیثیں بیان کی ہیں۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال وددت انی رأیت اخواننا الذین یأتون بعدی وانا فرطھم علی الحوض۔ (ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری خواہش و آرزو ہے کہ میں اپنے اُن بھائیوں کو دیکھوں جو میرے بعد آئیں گے اور میں حوض پر اُن کا میر سامان ہوں گا)۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ؒ اس کے مؤلف امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغویؒ (المتوفی ۵۱۶ھ) کا حال کتاب "شرح السنۃ" کے بیان میں گزر چکا ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ۔ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی مثال اس بارش کی طرح ہے جس کا یہ حال معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا اس کا آخر۔

تمت بالخیر

نور محمد۔ کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ۔ فریر روڈ۔ کراچی۔
مطبوعہ ... کراچی

بارھویں صدی ہجری کی لاجواب ونادر روزگار تالیف

تحفہ اثنا عشریہ اردو

مؤلفہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ترجمہ۔ مولٰنا سعد حسن خاں یوسفی فاضل الٰہیات

یہ کتاب اہلِ تشیع کے بطلان عقائد میں ایسی متانت اور شائستگی کے ساتھ لکھی گئی ہے جس کا جواب آج تک علمائے شیعہ سے بن نہ پڑا۔

انصاف پسند طبیعتیں خوب جانتی ہیں کہ یہ لاجواب کتاب کس پایہ کی ہے اور مصنف نے کن کن آب دار جواہر سے اسے آراستہ کیا ہے۔

پیدائش وتاریخ مذہب شیعہ۔ ان کی مختلف شاخیں۔ ان کے اسلاف علماء اور کتب کا بیان۔ الوہیت، نبوت، امامت اور معاد کے بارے میں ان کے عقائد۔ ان کے مخفی مسائل فقہیہ۔ صحابۂ کرام، ازواج مطہرات اور اہلِ بیت کے حق میں ان کے اقوال وافعال اور مطاعن۔ مکائدِ شیعہ کی تفصیل۔ ان کے اوہام، تعصبات اور ہفوات کا بیان۔ تولا اور تبرا کی حقیقت۔ یہ سب باتیں مذہبِ شیعہ کی معتبر کتب سے نقل کی گئی ہیں۔

نیز ان تمام امور کا احاطہ، کمال تہذیب کے ساتھ ان پر سیر حاصل بحث بیشمار غلط فہمیوں کا ازالہ مدلل جوابات اس عجیب وغریب پیرایہ میں قلمزد کیے گئے ہیں جو فی الحقیقت شاہ صاحب ہی کا حق تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب شاہ صاحب کی نہ صرف علمیت کی ترجمانی کرتی ہے — بلکہ انکی ولایت کی بھی تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔

اس تالیف سے ہزارہا بندگانِ خدا کے شکوک مٹ گئے اور عقائد درست ہو گئے۔

یہ کتاب متلاشیانِ حق کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔